دارالعلوم دیوبند اور سیاست

- سیاست، دیوبندیت اور جمعیت، تینوں کی تعریف اور تعارف
- علماء دیوبند کی خصوصیات، سیاسی خدمات اور اُن کے ہاں سیاست کی اہمیت
- قیام دارالعلوم دیوبند کے مقاصد، مدارس اور مساجد کا سیاست میں کردار
- طلباء اور سیاست
- جہاد، تبلیغ اور تصوف کا سیاست سے تعلق و رابطہ
- اور دیگر اہم موضوعات پر مدلل گفتگو

مولانا محمد اسحاق باجوڑی

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

استاذ حدیث جامعہ انوار العلوم مہران ٹاؤن کورنگی کراچی

مکتبہ عمر فاروق

''مسئلہ محض ایک مدرسہ اورتعلیم گاہ کے قیام کا نہیں تھا، میں سمجھتا ہوں کہ دارالعلوم دیوبند کے حق میں جرم ہوگا اگر کہا جائے کہ دارالعلوم چند مخصوص کتابوں کے پڑھنے پڑھانے اور درس وتدریس کے ایک مرکزی حیثیت سے قائم ہوا تھا، اس سے بڑھ کر اس کے بانیوں کے ساتھ کوئی ناانصافی نہیں ہوسکتی، ایسا کہنے والوں کو ان بزرگوں کی روحوں کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے گا۔ جس وقت یہ کہا جاتا تھا کہ یہ محض ایک مدرسہ ہے تو حضرت شیخ الہندؒ تڑپ اٹھتے تھے۔ ان کے نزدیک یہ اسلام کا ایک قلعہ، اس کے داعیوں اور مجاہدوں کی تربیت کی ایک چھاؤنی اور سلطنت مغلیہ کے گل ہونے والے چراغ کا بدل بلکہ نعم البدل تھا''۔ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ، پاجا سراغ زندگی، ص ۱۳۵۔

دارالعلوم دیوبند اور سیاست

مولانا محمد اسحاق باجوڑی

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

استاذ حدیث جامعہ انوارالعلوم مہران ٹاؤن کورنگی کراچی

☆ سیاست، دیوبندیت اور جمعیت تینوں کی تعریف اور تعارف ☆ علماء دیوبند کی خصوصیات، سیاسی خدمات اور ان کے ہاں سیاست کی اہمیت ☆ قیام دارالعلوم دیوبند کے مقاصد، مدارس اور مساجد کا سیاست میں کردار ☆ طلبہ اور سیاست ☆ جہاد، تبلیغ اور تصوف کا سیاست سے تعلق و ربط ☆ اور دیگر اہم موضوعات پر مدلل گفتگو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إنك أنت العليم الحكيم

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1	انتساب	27
2	پیش لفظ	28
3	انتخاب موضوع	29
4	موضوع سے بندہ کی دلچسپی	32
5	کتاب کے مباحث	33
6	التماس ودعا	33
☆	**باب اول: دیوبند کی تعریف وتعارف**	35
1	قیام دارالعلوم دیوبند	35
2	دارالعلوم دیوبند کی سنگ بنیاد	35
3	سرزمین دیوبند کے بارے میں مکاشفات	36
4	دارالعلوم کا قیام دعائے سحر کا نتیجہ ہے	36
5	الہامی مدرسہ کے بارے میں رؤیا صالحہ	37
6	دارالعلوم دیوبند کے قیام کے بارے میں الہامات	38
7	الہامی سنگ بنیاد	38
8	دارالعلوم دیوبند کے الہامی طلباء	39
9	دارالعلوم دیوبند کے اکابرستہ	40
10	دارالعلوم دیوبند کے سرپرست حضرات	41
11	دارالعلوم دیوبند کے ابتدائی مہتممین	41

12	دارالعلوم دیوبند کے صدور المدرسین	42
13	دارالعلوم دیوبند کی شان تجدید	43
14	**قیام دارالعلوم دیوبند کے اسباب ومقاصد**	44
15	ا۔۔تحفظ مذہب اسلام	44
16	۲۔۔اسلامی ذہنیت اوراسلامی فکر کی ترویج	45
17	۳۔۔اسلامی تہذیب کوفروغ دینا	46
18	۴۔۔علوم دینیہ کی اشاعت	48
19	۵۔۔جذبات حریت کوزندہ وتابندہ رکھنا	50
20	علماءدیوبند کا مطلب ومراد	53
21	علماءدیوبند کا مسلک	53
22	**دیوبندیت کیا ہے؟**	55
23	ا۔۔حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کا قول	55
24	۲۔۔حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا قول	55
25	۳۔۔مفکراسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ کا قول	56
26	۴۔۔حضرت مولانا محمدامین صفدراوکاڑویؒ کا قول	56
27	۵۔۔شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی کا قول	56
28	٦۔۔قائد جمعیت مولانا فضل الرحمان مدظلہ العالی کا قول	57
29	۷۔۔شاعرمشرق علامہ اقبال مرحوم کا قول	57
30	**علمائے دیوبند کی نسبتیں**	58
31	ا۔۔حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کا ارشادگرامی	58
32	۲۔۔حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ کا ارشادگرامی	58

33	**علمائے دیوبند کے عقائد و نظریات**	59
34	ا۔۔حیات الانبیاء	59
35	۲۔۔روضہ اطہر کے مئے سفر	59
36	۳۔۔توسل	59
37	۴۔۔بارگاہ نبوت سے حصول فیض اور سلام و آداب	59
38	۵۔۔تصوف و تزکیہ	59
39	۶۔۔تقلید شخصی	59
40	۷۔۔ائمہ طریقت کی تعظیم و احترام	60
41	۸۔۔توحید کامل کے ساتھ توقیر اہل اللہ	60
42	۹۔۔بشریت انبیاء کرام علیہم السلام	60
43	۱۰۔۔صحابہ کرام کو معیار حق قرار دینے کیساتھ ان کو تنقید سے بالاتر سمجھنا	60
44	**علمائے دیوبند کا طریقہ کار اور طرز عمل**	61
45	ا۔۔حدیث کے بارے میں طرز عمل	61
46	۲۔۔فقہی مسائل کے بارے میں طرز عمل	61
47	۳۔۔علم کلام کے بارے میں طرز عمل	61
48	۴۔۔تصوف و تزکیہ کے بارے میں طرز عمل	62
49	**علمائے دیوبند کے امتیازات و خصوصیات، اکابر و مشاہیر کی نظر میں**	62
50	علمائے دیوبند کی خصوصیات	63
51	مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی نظر میں	63
52	ا۔۔جامعیت	63
53	۲۔۔احترام سلف اور ان کا ادب و عظمت	63

54	۳۔۔سندو استناد	64
55	۴۔۔کتاب وشخصیت کا امتزاج	65
56	۵۔۔اعتدال ومیانہ روی	65
57	۶۔۔اہل السنّت والجماعت کا سچا مصداق ہونا	66
58	حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ کی نظر میں	66
59	ا۔۔دنیا سے بے رغبتی	66
60	۲۔۔فنائیت وسادگی	67
61	۳۔۔کتاب اللہ اور رجال اللہ دونوں سے تعلق ہونا	67
62	۴۔۔علم وعمل دونوں کا مجموعہ	68
63	۵۔۔مسلک اعتدال	68
64	مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی نظر میں	68
65	ا۔۔فروعی اختلافی مسائل کی طرف کم توجہ دینا	69
66	۲۔۔اخلاص اور اتباع سنت	69
67	۳۔۔تزکیہ وصفائی باطن	69
68	۴۔۔جذبہ حریت وجہاد اور اعلاء کلمۃ اللہ کا جذبہ اور کوشش	70
69	مولانا شیخ سلیم اللہ خان صاحبؒ کی نظر میں	70
70	ا۔۔اہل السنّت والجماعت کا طریقہ کار اپنانا	70
71	۲۔۔اخلاص وللّٰہیت	70
72	۳۔۔اعتدال	71
73	۴۔۔تعلق مع اللہ	71
74	۵۔۔مساجد ومدارس سے اپنا ناطہ نہ توڑنا	72

75	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی کی نظر میں	72
76	ا۔۔دین کی صحیح تعبیر وتصور	72
77	۲۔۔تواضع وفنائیت	72
78	۳۔۔حسن معاشرت	72
79	**دارالعلوم دیوبند کیلئے حضرت نانوتویؒ کے آٹھ بنیادی اصول**	73
☆	**باب دوم: سیاست کی تعریف وتعارف**	76
1	لفظ سیاست کی تحقیق	76
2	سیاست کے لغوی معنی	77
3	حدیث شریف میں لفظ سیاست کا استعمال	77
4	سیاست کے اصطلاحی معنی اور تعریف	78
5	ا۔۔امام غزالیؒ (المتوفی:۵۰۵ھ) کی نظر میں	78
6	۲۔۔ابوالوفاء ابن عقیلؒ (المتوفی:۵۱۳ھ) کی نظر میں	79
7	۳۔۔امام ابوحفص عمر نسفیؒ (المتوفی:۵۳۷ھ) کی نظر میں	79
8	۴۔۔علامہ ابن خلدونؒ (المتوفی:۸۰۸ھ) کی نظر میں	79
9	۵۔۔علامہ ابن نجیمؒ (المتوفی:۹۷۰ھ) کی نظر میں	80
10	۶۔۔محمد بن علی التھانویؒ (المتوفی:بعد ۱۱۵۸ھ) کی نظر میں	80
11	۷۔۔امام الہند شاہ ولی اللہؒ (المتوفی:۱۱۷۶ھ) کی نظر میں	81
12	۸۔۔مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ (المتوفی:۱۸۳۱ء) کی نظر میں	81
13	۹۔۔مؤرخ اسلام مولانا محمد میاںؒ (المتوفی:۱۳۹۵ھ) کی نظر میں	82
14	۱۰۔۔علامہ شمس الحق افغانیؒ (المتوفی:۱۴۰۳ھ) کی نظر میں	82
15	۱۱۔۔پروفیسر مولانا محمد انوارالحسن شیرکوٹیؒ (المتوفی:۱۹۷۶ء) کی نظر میں	82

16	۱۲۔۔حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ (المتوفی:۱۹۹۹ء) کی نظر میں	83
17	۱۳۔۔شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کے الفاظ میں	83
18	۱۴۔۔شیخ التفسیر قاضی فضل اللہ ایڈوکیٹ مدظلہ کے الفاظ میں	83
19	۱۵۔۔قائد جمعیت مولانا فضل الرحمان دامت برکاتہم کے الفاظ میں	83
20	سیاست اور علم سیاست کی تعریف غیر مسلموں کی نظر میں	84
21	۱۔۔ارسطو کی نظر میں	84
22	۲۔۔پال جینٹ کی نظر میں	84
23	۳۔۔ڈیوڈ اپیٹر کی نظر میں	84
24	۴۔۔روڈی کی نظر میں	84
25	**شریعت اور سیاست**	84
26	امام شافعیؒ کا قول	85
27	علامہ ابن تیمیہؒ کا قول	85
28	علامہ ابن قیمؒ کا قول	86
29	حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کا ارشاد گرامی	87
30	حضرت مولانا قاضی فضل اللہ ایڈوکیٹ صاحب کا ارشاد گرامی	88
31	اسلام میں دین اور سیاست الگ نہیں	88
32	حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ کی رائے گرامی	89
33	علامہ ابن قیمؒ کی رائے گرامی	90
34	علامہ عبدالقادر عودہؒ کی رائے گرامی	91
35	امام الحسن البناء کی رائے گرامی	92
36	علامہ سید سلیمان ندویؒ کی رائے گرامی	92

37	علامہ سید ابوالحسن علی ندویؒ کی رائے گرامی	93
38	فقیہ الملت مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی رائے گرامی	93
39	شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی کی رائے گرامی	94
40	پروفیسر یاسین مظہر صدیقی کی رائے گرامی	95
41	شاعر مشرق علامہ اقبال مرحوم کی رائے گرامی	96
42	**دلائل اربعہ اور سیاست**	96
43	**ا۔قرآن کریم اور سیاست**	96
44	پہلی آیت	98
45	خلافت کی تعریف امام شاہ ولی اللہؒ کی نظر میں	99
46	دوسری آیت	100
47	تیسری آیت	101
48	چوتھی آیت	102
49	پانچویں آیت	103
50	چھٹی آیت	103
51	ساتویں آیت	104
52	آٹھویں آیت	105
53	نویں آیت	106
54	دسویں آیت	107
55	**۲۔احادیث اور سیاست**	107
56	حدیث اول	108
57	حدیث دوم	110

58	حدیث سوم	111
59	حدیث چہارم	112
60	حدیث پنجم	112
61	حدیث ششم	113
62	حدیث ہفتم	114
63	حدیث ہشتم	114
64	حدیث نہم	115
65	حدیث دہم	116
66	تنبیہ اول	117
67	تنبیہ دوم	118
68	**۳۔اجماع اور سیاست وحکومت**	119
69	امام ابوالحسن علی بن محمد الماوردیؒ (المتوفی:۴۵۰ھ) کا قول	119
70	ابن حزم ظاہریؒ (المتوفی:۴۵۶ھ) کا قول	119
71	ابن حجر الہیتمیؒ (المتوفی:۹۷۴ھ) کا قول	119
72	**۴۔قیاس ودلائل عقلیہ سے سیاست کا اثبات**	120
73	دلیل اول۔نظام امن کا قیام	120
74	دلیل دوم۔اجتماعی نظام	121
75	دلیل سوم۔انسانی فطرت اور خصوصیت	122
76	دلیل چہارم۔انتظامی امر	123
77	دلیل پنجم۔عدالت اور انصاف کا قیام	124
78	دلیل ششم صلحاء کے ساتھ محبت کا ذریعہ	124

79	دلیل ہفتم حفاظت کا ذریعہ	125
80	دلیل ہشتم صحت مند معاشرہ کا قیام	125
81	دلیل نہم خوشگوار گھریلو زندگی	126
82	دلیل دہم مخلوق کی کفالت، ملک کا آباد اور مستحکم ہونا	126
83	**آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیاست**	128
84	امام غزالیؒ کی تحقیق	128
85	علامہ ابن تیمیہؒ کی تحقیق	129
86	امام الہندؒ شاہ ولی اللہؒ کی تحقیق	130
87	حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ کی تحقیق	131
88	ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کی تحقیق	131
89	**صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سیاست**	133
90	امام غزالیؒ کا قول	133
91	امام قرطبیؒ کا قول	133
92	علامہ ابن تیمیہؒ کا قول	134
93	علامہ ابن قیمؒ کا قول	135
94	علامہ ابن کثیرؒ کا قول	135
95	امام الہند حضرت شاہ ولی اللہؒ کا قول	136
96	حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ کا قول	136
97	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کا قول	137
98	جناب محمود احمد غضنفر صاحب کا قول	137
☆	**باب سوم: جمعیت کی تعریف وتعارف**	139

1	جمعیت علماء ہند کا تعارف	139
2	جمعیت کے قیام کے لئے مشاورت	139
3	جمعیت علماء ہند کا قیام اور تشکیل	139
4	صدر جمعیت علماء ہند مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کا پہلے جلسے میں خطاب	140
5	جمعیت علماء ہند کے منصب صدارت پر حضرت شیخ الہندؒ کا فائز ہونا	141
6	جمعیت کے قیام اور تشکیل پر حضرت شیخ الہندؒ کا اظہارِ مسرت	142
7	جمعیت کے قیام کی افادیت حضرت شیخ الہندؒ کی زبانی	143
8	قیام جمعیت کے وقت ملکی اور عالمی حالات	143
9	قیام جمعیت کا پسِ منظر	144
10	حضرت شیخ الہندؒ کے چھ اصول	145
11	جمعیت علماء ہند کی اغراض و مقاصد	146
12	جمعیت علماء ہند کی خدمات	147
13	اکابر دیو بند کی انقلابی تحریکات	147
14	متحدہ قومیت	149
15	متحدہ قومیت کے بارے میں حضرت گنگوہیؒ کا فتوی	150
16	متحدہ قومیت اور شیخ الہندؒ	151
17	متحدہ قومیت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی نظر میں	152
18	متحدہ قومیت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی نظر میں	152
19	متحدہ قومیت حضرت قاری محمد طیبؒ کی نظر میں	154
20	متحدہ ہندوستان کے بارے میں جمعیت علماء ہند کا سیاسی فارمولا	154
21	جمعیت علماء ہند پُر امن تحریک	156

22	حضرت شیخ الہندؒ کی عدم تشدد کی پالیسی	156
23	حضرت نانوتوی اور پُرامن تحریک	157
24	پرامن تحریک کے پانچ ہتھیار	158
25	جمعیت علماء ہند کی صدارت ونظامت	160
26	جمعیت علماء ہند کے بارے میں مشاہیر کے تاثرات	161
27	حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے تاثرات	161
28	حضرت مولانا محمد میاں صاحبؒ کے تاثرات	161
29	**جمعیت علماء اسلام کی تعریف وتعارف**	162
30	قیام جمعیت علماء اسلام کا پہلا دور	162
31	جمعیت علماء اسلام کا دوسرا دور اور تنظیم نو	164
32	جمعیت علماء اسلام کی تنظیم نو	165
33	جمعیت علماء اسلام کا تیسرا دور احیاء جمعیت	166
34	جمعیت علماء اسلام کا چوتھا دور نوجوان قیادت	167
35	دوقومی نظریہ	168
36	جمعیت علماء اسلام کے اغراض ومقاصد	169
37	دستور جمعیت علماء اسلام	170
38	جمعیت علماء اسلام کا منشور	170
39	جمعیت علماء اسلام کا پروگرام	171
40	جمعیت علماء اسلام کی پالیسی	171
41	**جمعیت علماء اسلام کا کردار اور مساعی**	172
42	۱۹۴۷ء سے ۱۹۶۰ء تک	172

43	۱۹۷۰ء سے ۱۹۹۰ء تک	177
44	۱۹۹۰ء سے ۲۰۱۸ء تک	180
45	پرچم جمعیت	186
46	اکابرین جمعیت کا طرز سیاست	186
47	**جمعیت طلباء اسلام کی تعریف وتعارف**	188
48	جمعیت طلباء اسلام کے عہدیداران	188
49	جمعیت طلباء اسلام کیوں بنی؟	189
50	جمعیت طلباء اسلام کے اغراض ومقاصد	191
51	جمعیت طلباء اسلام کا نظریہ	191
52	جمعیت طلباء اسلام کے اصول و پروگرام	192
53	جمعیت طلباء اسلام کا مونوگرام	192
54	جمعیت طلباء اسلام کی خدمات	193
55	کارکنان جمعیت کے اوصاف	193
56	سیاسی اور مذہبی جماعتوں کے منشور کے لئے دس لازمی نکات	195
☆	**باب چہارم: دارالعلوم دیوبند کی سیاسی وتحریکی خدمات**	197
1	دارالعلوم دیوبند اور تحریکات کا ربط	197
2	دارالعلوم دیوبند اور تحریک آزادی	199
3	**علماء اور سیاست**	203
4	مفسر اور فقیہ کے لئے سیاست کا علم ضروری ہے	203
5	علم فقہ سیاست کو بھی شامل ہے	204
6	امام ابو حنیفہؒ اور سیاست	205

7	امام الہند شاہ ولی اللہؒ اور سیاست	206
8	حضرت شاہ ولی اللہؒ کا اصلاحی وتجدیدی طریقہ کار	208
9	حضرت شاہ ولی اللہؒ کے سیاسی نظریات وفرمودات	210
10	جانشین امام ولی اللہ سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی سیاسی افکار	214
11	حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے تجدیدی کارنامے	215
12	مسلمانوں کی آزادی کے لئے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی جدوجہد	215
13	حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اور رجال کار کی تربیت	216
14	وطن کی آزادی کے لئے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کا فرمان	217
15	حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے ہاں تربیت کے طریقے	217
16	حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے مقاصد تربیت	218
17	مولانا عبدالحئ بڑھانویؒ	219
18	حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ	221
19	دارالعلوم دیوبند کے سیاسی وعملی اقدامات	222
20	علماء نماز کے بھی امام اور سیاست کے بھی امام	226
21	علماء کو سیاسی میدان میں کام کرنے کی ضرورت	228
22	دینی سیاست اہم عبادت ہے	229
23	علماء ہی سیاست کے اہل ہیں	229
24	علمائے دیوبند کا سیاسی میدان میں عملی حصہ	229
25	سیاست سے علماء کا علیحدہ رہنا درست نہیں	230
26	**سیاست سے علماء کی لاتعلقی اور دوری پر مشاہیر کے شکوے**	231
27	علامہ ابن خلدونؒ کا شکوہ	231

28	حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کا شکوہ	232
29	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا شکوہ	232
30	علماء کا ملکی سیاست میں حصہ لینے کے فوائد وثمرات	233
31	**مشائخ کراچی کی سیاست سے لاتعلقی اوراس کی وجوہات**	238
☆	**باب پنجم: قیام دارالعلوم دیوبند کا مقصد اور تعلیم**	246
1	**دارالعلوم دیوبند کا مقصد مشاہیر کی نظر میں**	246
2	بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ صاحب کی نظر میں	246
3	حضرت شیخ الہندؒ صاحب کی نظر میں	247
4	حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی نظر میں	248
5	**دارالعلوم دیوبند کا مقصد صرف تعلیم نہیں۔ اکابر کے اقوال کی روشنی میں**	249
6	حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا قول	249
7	حضرت شیخ الہندؒ کا قول	250
8	مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کا قول	250
9	حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کا قول	251
10	حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کا قول	253
11	تعلیم وتعلم کیساتھ سیاست بھی دارالعلوم دیوبند کے مقاصد میں شامل ہے	254
12	مدارس کا سیاست سے تعلق نہ ہونے کا نظریہ اوراس کی تردید	256
13	حضرت شیخ الہندؒ کا قول	256
14	حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ کا قول	257
15	علامہ سید سلیمان ندویؒ کا قول	257

16	امام حسن البناءؒ کا قول	257
17	تعلیم وتعلم کے ساتھ مدارس و جامعات کی سیاسی خدمات وذمہ داریاں	258
18	تعلیم وتعلم کے ساتھ دارالعلوم دیوبند کی سیاسی و مذہبی خدمات	260
19	تقسیم کار کا شبہ اور اس کا ازالہ	261
20	**تدریس اور سیاست**	263
21	حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا معمول	264
22	حضرت شاہ عبد العزیزؒ کا معمول	265
23	حضرت سید احمد شہیدؒ کا پیغام	265
24	حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کا معمول	266
25	حضرت شیخ الہندؒ کا معمول	266
26	حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کا معمول	266
27	حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاریؒ کا معمول	267
28	مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ کا معمول	267
29	حضرت شیخ الہندؒ کے عمل سے استدلال اور اس کا جواب	268
30	عملی سیاست سے تدریسی خدمات متأثر ہونے کا شبہ اور اس کا ازالہ	269
31	جہاد اور سیاسی تحریک سے دارالعلوم دیوبند کو خطرے کا شبہ اور شیخ الہندؒ کا جواب	270
32	مدارس میں سیاسی مشورے	271
33	دارالعلوم دیوبند کا مقصد بانی دارالعلوم کی نظر میں	272
34	دارالعلوم دیوبند کی سیاست کی وجہ سے بعض حضرات کا دارالعلوم دیوبند سے مستعفی ہونا	273
35	**مسجد اور سیاست**	274
36	صاحب ہدایہؒ کا قول	274

37	علامہ ابن تیمیہؒ کا قول	275
38	علامہ عبدالفتاح ابوغدہؒ کا قول	276
39	سید سلیمان ندویؒ کا قول	277
40	مسجد سیاست گاہ	277
41	حضرت علیؓ کی خلافت کا معاملہ مسجد میں طے ہوا	278
42	مساجد کے منبر اور مدارس کے پلیٹ فارم	278
☆	**باب ششم: طلباء اور سیاست**	280
1	طلباء اور علمی وعملی سیاست	280
2	سیاست کو وفاق المدارس کے نصاب میں داخل ہونے کی ضرورت ،	280
3	اکابر کے اقوال کی روشنی میں	280
4	قاری محمد طیب صاحبؒ کا قول	280
5	حضرت مفتی محمد شفیعؒ کا قول	281
6	حضرت مولانا ابن الحسن عباسی مدظلہ العالی کی رائے	282
7	حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی خواہش وتمنا	282
8	دارالعلوم دیوبند کا نصاب	283
9	اورنگ زیب عالمگیرؒ نے نوعمری میں ملکی آئین ودستور کا علم حاصل کرلیا تھا	283
10	**دوران تعلیم اکابر علماء کی عملی سیاست**	284
11	بچپن سے حضرت شیخ الہندؒ کا سیاست سے تعلق	284
12	دوران تعلیم مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ کی عملی سیاست	285
13	دوران تعلیم امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدرؒ کی سیاسی سرگرمیاں	285
14	**سیاسی سرگرمیوں کے لئے تعلیمی تعطیلات**	285

15	جنگ بلقان کے موقع پر دارالعلوم دیوبند کی تعلیمی تعطیل	286
16	دارالعلوم امینیہ کی تعلیمی تعطیل	286
17	جمعیۃ علماء ہند کے جلسے کیلئے دارالعلوم دیوبند میں ایک ہفتہ تعطیلات	286
18	جمعیۃ علماء ہند کے جلسے کیلئے جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی تین دن تعطیلات	287
19	مولانا مدنیؒ کی گرفتاری پر دارلعلوم دیوبند کے طلباء کا پرامن احتجاج	287
20	**اکابرین دارالعلوم دیوبند کی زیر سرپرستی طلباء تنظیموں کا قیام**	287
21	حضرت شیخ الہندؒ کی زیر سرپرستی ثمرۃ التربیت اور جمعیۃ الانصار کا قیام	287
22	جامعہ ملیہ کے قیام کے وقت حضرت شیخ الہندؒ کا طلباء سے خطاب	288
23	علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی زیر سرپرستی جمعیۃ الطلبہ کا قیام	288
24	مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی زیر سرپرستی جمعیت طلباء سندھ کا قیام	289
25	مفتی محمودؒ اور مولانا غلام غوث کی زیر سرپرستی جمعیت طلباء اسلام کا قیام	289
26	بچپن میں حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ کی تنظیمی سرگرمیاں	289
27	طلباء کو سیاست سے بالکلیہ روکنے کے نقصانات	290
28	**طلباء کیلئے سیاست کو شجرہ ممنوعہ کہنے والے اکابر کے اقوال اور انکا تجزیہ**	292
29	حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے قول کا تجزیہ	292
30	حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے قول کا تجزیہ	295
31	حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کے قول کا تجزیہ	296
32	شیخ الحدیثؒ اور رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰنؒ کے صاحبزادہ کا واقعہ	298
☆	**باب ہفتم: دارالعلوم دیوبند کے اصحاب سیاست وعزیمت**	301
1	**ارباب اہتمام اور سیاست**	301
2	**بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ**	301

3	سوانح حیات	301
4	حضرت نانوتویؒ کی قدر و منزلت اکابر و مشاہیر کی نظر میں	301
5	جنگ آزادی میں حضرت نانوتویؒ کا مجاہدانہ کردار	302
6	حضرت نانوتویؒ کی سیاسی خدمات	304
7	حضرت نانوتویؒ کا وارنٹ گرفتاری	304
8	قیام دارالعلوم دیوبند ایک مجددانہ کارنامہ	305
9	**حضرت مولانا حبیب الرحمان عثمانیؒ اور سیاست**	306
10	سوانح حیات	306
11	علمی و عملی مقام مشاہیر کی نظر میں	307
12	سیاسی بصیرت و انتظامی صلاحیت	308
13	جمعیت علماء ہند میں کردار	308
14	**دارالعلوم دیوبند کے شیوخ الحدیث اور سیاست**	309
15	**حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ اور سیاست**	309
16	یاد اور تذکرہ شیخ الہندؒ	310
17	حضرت شیخ الہندؒ کی علمی و سیاسی بصیرت	310
18	حضرت شیخ الہندؒ کی شان جامعیت	311
19	حضرت شیخ الہندؒ کے سیاسی اور فکری اقوال وارشادات	312
20	عصری تعلیم کے بارے میں حضرت شیخ الہندؒ کے احساسات	314
21	حضرت شیخ الہندؒ کے مجاہدانہ جذبات اور استقامت	315
22	انگریزوں سے حضرت شیخ الہندؒ کی نفرت وعداوت	317
23	سیاسی مظاہروں اور جلسوں جلوسوں کے بارے حضرت شیخ الہندؒ کا فتوی	318

24	جیل میں قرآن وحدیث کی خدمت	318
25	حضرت شیخ الہندؒ کے دو اہم سبق	319
26	حضرت شیخ الہندؒ کے بارے میں علماء کے اقوال وتأثرات	319
27	حضرت شیخ الہندؒ کی مجددانہ شان	320
28	منصب تدریس سے میدان سیاست میں قدم رکھنا	320
29	علم وسیاست کے دونوں میدانوں میں حضرت شیخ الہندؒ کی عالمگیر شہرت	321
30	**محقق عصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ اور سیاست**	321
31	مختصر سوانح حیات	321
32	حضرت کشمیریؒ کی علمی شان مشاہیر کی نظر میں	322
33	حضرت کشمیریؒ کی سیاسی زندگی	324
34	جمعیت علماء کے ساتھ حضرت شاہ صاحبؒ کا تعلق	325
35	تحریک ختم نبوت میں حضرت کشمیریؒ کی جدوجہد	326
36	مقدمہ بہاولپور	326
37	حضرت شاہ صاحبؒ کے قابل قدر جذبات	327
38	**شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور سیاست**	328
39	مختصر سوانح حیات	328
40	حضرت مدنیؒ کی شان جامعیت	328
41	بچپن سے جہاد اور تحریکات کی تیاری	329
42	سیاسی جلسوں میں اخلاص نیت کے ساتھ شرکت	329
43	دارالعلوم دیوبند کی صدارت اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہونا	330
44	سیاست کے ساتھ تحقیقی درس	331

45	تقسیم کے وقت مسلمانوں کا پشتیبان بننا	332
46	علماء کی سیاست کے بارے میں حضرت مدنیؒ کا نظریہ	333
47	حضرت مدنیؒ کے خصوصی اوصاف مولانا ابوالحسن ندویؒ کی نظر میں	334
48	ا... اخلاص	334
49	۲... عزم وعالی ہمتی	334
50	۳... دینی انہماک وانصراف	335
51	۴... آدمیت وانسانیت	335
52	۵... باطنی مقام اور عظمت	335
53	۶... اساتذہ وشیوخ سے تعلق اوران کا انقیاد	336
54	۷... عزم واستقلال	337
55	۸... عزیمت وحمیت	337
56	حضرت مدنیؒ کا دارالعلوم دیوبند سے خصوصی تعلق	338
57	حضرت شیخ الہندؒ کی جانشینی	339
58	حضرت مدنیؒ کی جرأت وشجاعت	342
59	حضرت مدنیؒ کی روحانی طاقت	343
60	حضرت مدنیؒ کے رجال کار تلامذہ	344
61	حضرت مدنیؒ کی خاص مقبولیت	346
62	**حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ**	346
63	مختصر سوانح حیات	346
64	حضرت عثمانیؒ کا علمی مقام مشاہیر کی نظر میں	347
65	حضرت علامہ عثمانیؒ کی سیاست کے مختلف ادوار	349

66	۱... حضرت شیخ الہندؒ کی نگرانی ورہنمائی میں علامہ عثمانیؒ کی سیاسی خدمات	349
67	۲... جمعیۃ علمائے ہند میں حضرت علامہ عثمانیؒ کا سیاسی کردار	350
68	۳... جمعیۃ علماء اسلام کی صدارت	350
69	۴... تحریک پاکستان میں سیاسی کردار	351
70	**دارالعلوم دیوبند کے مفتیان کرام اور سیاست**	351
71	**حضرت مفتی رشید احمد گنگوہیؒ اور سیاست**	351
72	سوانح حیات	351
73	حضرت گنگوہیؒ کا علمی وروحانی مقام	352
74	جنگ آزادی میں حضرت گنگوہیؒ کا مجاہدانہ کردار	353
75	حضرت گنگوہیؒ کا سیاسی کردار	354
76	**حضرت مفتی کفایت اللہ دہلویؒ اور سیاست**	355
77	سوانح حیات	355
78	حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کا علمی وسیاسی مقام مشاہیر کی نظر میں	355
79	حضرت مفتی کفایت اللہؒ کی سیاسی بصیرت حضرت شیخ الہندؒ کی نظر میں	357
80	جمعیت علماء ہند کے قیام میں حضرت مفتی صاحبؒ کا بنیادی کردار	357
81	حضرت مفتی صاحبؒ اور تحریکات	358
☆	**باب ہشتم: مختلف دینی طبقات کی خدمت میں گذارشات**	361
1	**تبلیغی جماعت**	361
2	تبلیغ اور سیاست کا تعلق وربط	361
3	حضرت مولانا الیاس صاحبؒ اور جہاد	362
4	تبلیغی اجتماعات میں سیاسی علماء کی شرکت اور ان کے بیانات	362

5	بیک وقت ایک تبلیغی اجتماع اور سیاسی جلسے کی صورت حال	363
6	حضرت مولانا الیاسؒ اور حضرت مولانا مدنیؒ کے خصوصی تعلقات	364
7	حضرت مدنیؒ، مولانا الیاسؒ اور شیخ زکریاؒ کی خوش طبعی کا ایک واقعہ	365
8	حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ اور سیاست	366
9	حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ اور حضرت مولانا مدنیؒ کے خصوصی تعلقات	367
10	بعض حضرات کی ایک غلط فہمی کا ازالہ	369
11	**جہادی تنظیموں کی خدمت میں گذارشات**	371
12	**اہل تصوف وسلوک کی خدمت میں گذارشات**	373
13	اہل تصوف کی دینی جدوجہد اور حق گوئی	374
14	مشائخ ہند کے سیاسی اور مجاہدانہ کارنامے	375
15	**حضرت سید احمد شہیدؒ کے مجاہدانہ عزائم وکارنامے**	376
16	**حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ کی دینی جدوجہد**	378
17	حضرت حاجی صاحبؒ کی مجاہدانہ قیادت وامامت	379
18	حضرت حاجی صاحبؒ کے مجاہدانہ واقعات وکرامات	380
19	**حضرت مولانا عبدالرحیم رائے پوریؒ اور سیاسی جدوجہد**	381
20	تحریک ریشمی رومال کی قیادت	382
21	**حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اور سیاست**	383
22	حضرت لاہوریؒ اور تحریکات	383
23	جمعیت علماء اسلام کی امارت پر فائز ہونا	384
24	درس تفسیر میں سیاست کو موضوع بحث بنانا	384
25	مراجع ومصادر	386

انتساب

بندہ اپنی اس کاوش کو اس شخصیت کی طرف منسوب کرنے کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہے جن کا علمی، تحریکی، انقلابی اور سیاسی سفر دارالعلوم دیوبند کے پہلے طالب علم کے طور پر شروع ہوا۔ پھر آگے جا کر دار العلوم دیوبند کے شیخ الحدیث، صدرالمدرسین، مفسر قرآن، استاذ الکل اور شیخ الہند کے نام سے انہوں نے شہرت پائی۔ ولی کامل، محدث کبیر، مجاہد عظیم، اسیر مالٹا، بانی تحریک ریشمی رومال، مؤسس جمعیت علماء، سالار قافلہ حریت اور بانی دار العلوم دیوبند قاسم العلوم والخیرات حضرت نانوتویؒ کے جانشین کے طور پر ان کا تعارف اور نام ہمیشہ روشن اور چمکتا جھلکتا رہے گا۔

میری مراد حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن۔ نوراللہ مرقدہ۔ ہیں۔

(خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را۔)

احب الصالحین ولست منهم

لعل الله یرزقنی صلاحا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمد لله على ما انعم وعلم من البيان ما لم نعلم، فسبحان الذى لا يحصى امتنانه باللسان ولا بالقلم، والصلوٰة والسلام على رسوله الذى اوتى جوامع الكلم وكرائم الحكم ومكارم الشيم، وعلى اٰله واصحابه الذين هم نجوم طريق الامم۔ اما بعد۔

تمہید

اسلام ایک کامل ومکمل دین اور مذہب ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، آپ کی شریعت آخری شریعت ہے، قیامت تک کامیابی کا یہی ایک صراط مستقیم اور راستہ ہے، اس کے علاوہ تمام ادیان منسوخ اور ناقابل عمل ہیں۔ اس لئے دین اسلام اور شریعت محمدی زندگی کے تمام شعبوں کو جامع ہے، اس میں عبادات سے لیکر معاملات تک اور انفرادی زندگی سے لیکر اجتماعی زندگی تک کے احکام کا بیان ہے۔ یہ تعلیم وتعلم، دعوت وتبلیغ، جہاد وقتال اور سیاست وامارت کے شعبوں پر مشتمل ہے، اس کا میدان مسجد سے لیکر مقام کا زار اور ایوان اقتدار تک وسیع ہے۔

اس کے تمام شعبے اپنی اپنی جگہ اہمیت رکھتے ہیں، ان شعبوں میں ایک شعبہ امارت اور سیاست کا بھی ہے جو اپنی جگہ ایک خاص اہمیت کا حامل ہے، اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیائے فانی سے تشریف لے جانے کے بعد جب تک امارت اور خلافت کا فیصلہ طے نہیں ہوا اس وقت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کو مؤخر کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین نے جس

طرح نماز اور امامت صغریٰ کے منصب کو سنبھالا، اسی طرح ایوان اقتدار اور امامت کبریٰ کی امانت اور ذمہ داری کو بھی احسن طور پر انجام دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد خلفاء راشدین نے کسی بھی شعبہ میں نہ نقص اور کمزوری کو برداشت کیا، اور نہ کسی ایک شعبہ کو صرف اپنا کر دوسروں کو پس پشت ڈالا، بلکہ سب کو پایہ تکمیل تک پہنچا کر اسلام کی کاملیت اور جامعیت کو ثابت کیا۔

علمائے دیوبند۔ **کثر اللّٰہ جماعتھم**۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے حقیقی اور سچے وارث ہیں، انھوں نے وراثت کا حق ادا کرتے ہوئے اسلام کے تمام شعبوں میں کردار ادا کیا۔ انھوں نے تعلیم، تزکیہ، تبلیغ، جہاد اور سیاست کے میدانوں میں نہ صرف اپنی خدمات پیش کیں، بلکہ ان میدانوں میں رہنمائی اور قیادت کی۔ انھوں نے اگر ایک طرف مدارس اور خانقاہوں کو آباد کیا تو دوسری طرف ان کو میدان کارزار اور جیل کی کوٹھیوں میں بھی رہائش پذیر ہونے کا شرف حاصل ہوا، ایک طرف اگر ذکر اللہ اور قال اللہ وقال الرسول سے ان کی آوازیں گونجتی رہیں تو دوسری طرف کلمۃ الحق عند سلطان جائر کے افضل جہاد سے بھی ان کی آوازیں بلند ہوتی رہیں۔ ان کے عزائم، افکار، نظریں اور رارادے مسجد و مدرسے تک محدود نہیں رہے، ان کا پرواز ہمیشہ بلند رہا، ان کی اصلاحی خدمات کا دائرہ عوام سے لیکر خواص اور اصحاب اقتدار تک وسیع رہا۔

انتخاب موضوع

اس کتاب کا موضوع تو اس کے نام ''دارالعلوم دیوبند اور سیاست'' سے ظاہر ہے، کہ اس میں دارالعلوم اور اکابرین دارلعلوم کی سیاسی خدمات اوران کے ہاں سیاست کی اہمیت کا بیان ہے۔ وقت اور حالات کے اعتبار سے مدارس کے ماحول میں

بہت ممکن ہے کہ اس موضوع کو اجنبی سمجھا جائے، اور اس موضوع پر لکھی گئی اس تصنیف اور کتاب کو علمی اور دینی خدمت اور کام نہ سمجھا جائے، لیکن وقت کی ضرورت سمجھتے ہوئے چند اسباب اور وجوہات کی بنا پر بندہ نے اس موضوع کا انتخاب کیا۔ وہ وجوہات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ سیکولر نظریات کے حامل طبقہ کا شروع سے یہ خیال رہا ہے کہ دین اسلام مسجد تک محدود ہے، ملکی سیاست سے اس کا تعلق نہیں ہونا چاہیے۔ ہم نے اس کتاب میں اکابرین کے طرز عمل اور اقوال کی روشنی میں اس خیال کو شد و مد کے ساتھ رد کیا، اور یہ ثابت کیا کہ ہمارے اکابر نے کبھی بھی اس خیال کو قبول نہیں کیا، بلکہ اپنے عمل اور جد و جہد سے اس کا مقابلہ کیا۔

۲۔ بہت سے دیندار اور نمازی حضرات بھی دین اور سیاست کو دو متضاد چیزیں سمجھتے ہیں، اور سیاست سے علماء کو دور اور یکسو رہنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ اس کتاب میں اس طرح کے مشوروں اور عمل کے نقصانات کو آشکارا کیا گیا، اور اس باب میں اپنے اکابرین کے طرز عمل اور کردار کو واضح کیا گیا۔

۳۔ آج کے دور میں دین پسند اور اس کے خادم مختلف شعبوں میں مصروف عمل ہیں، لیکن ہر شعبہ والے اپنے ہی شعبہ اور اس کی خدمت کو دین سمجھتے ہیں، دوسرے شعبوں میں مصروف عمل حضرات کو ضائع اور بیکار سمجھتے ہیں، خصوصًا دینی سیاست اور اس کی خدمت کو دین کا شعبہ اور خدمت تصور نہیں کرتے۔ اس کتاب میں اکابرین کے طرز عمل کی وضاحت کی گئی ہے کہ انھوں نے اپنے اپنے میدان اور شعبوں میں مصروف عمل ہونے کے باوجود دوسرے شعبوں والوں سے بھی تعلق اور تعاون جاری رکھا۔

۴۔ گذشتہ ادوار میں دارالعلوم دیوبند اور دیگر جامعات کے شیوخ الحدیث مثلاً

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مفتی رشید احمد گنگوہیؒ، شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ، مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، علامہ شاہ انور شاہ کشمیریؒ، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ، مفتی کفایت اللہؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا سید فخر الدینؒ وغیرہ اگر ایک طرف شیخ الحدیث کے منصب پر فائز تھے تو دوسری طرف وہ میدان سیاست اور تحریکات کے بھی قائد اور رہنماء تھے۔ جبکہ عصر حاضر میں عموماً جتنا بڑا شیخ الحدیث ہوتا ہے اتنا ہی میدان سیاست اور تحریکات سے یکسو اور دور رہتا ہے۔ ہم نے اس کتاب میں ان مذکورہ اکابر کے اقوال اور جدوجہد پر روشنی ڈالی ہے، تاکہ انہی کے نقش قدم پر چل کر دونوں منصبوں میں ان کے طرز عمل کو اپنایا جائے۔

۵۔ مدارس میں طلباء کے لئے سیاست کو شجرہ ممنوعہ قرار دیا جارہا ہے، یہاں تک کہ سیاست کی وجہ سے مدرسہ سے ان کے اخراج تک کی نوبت آتی ہے۔ اس بارے میں دارالعلوم دیوبند کا عمل کیا رہا؟ اس سوال کا جواب دلائل اور واقعات کے ساتھ اس کتاب میں آپ کو ملے گا۔ اسی طرح ایک عام تأثر یہ ہے کہ قیام دارالعلوم کا مقصد صرف اور صرف تعلیم اور تعلم تھا، اس کتاب میں باریک بینی سے اس تأثر کی جانچ پڑتال کی گئی اور بڑی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ اس کا جائزہ لیا گیا ہے۔

۶۔ اکابرین دارالعلوم دیوبند کی علمی، تصنیفی، دعوتی اور دوسری دینی خدمات کے متعلق رسائل اور کتابیں تصنیف کی گئی ہیں، لیکن ان کی سیاسی خدمات کے بارے میں کوئی مستقل کتاب اور تصنیف اب تک بندہ کی نظر سے نہیں گذری ہے، اس وجہ سے ان کی سیاسی خدمات نظروں سے اوجھل ہوتی جارہی ہیں، اور خدشہ ہے کہ آگے جاکر آئندہ نسل ان کی سیاسی خدمات سے انکاری بن جائے۔ بندہ نے اس کتاب کے ذریعے ان کی سیاسی خدمات کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے، تاکہ دوسری خدمات کی طرح ان کی سیاسی خدمات سے واقفیت برقرار رہے۔

۷۔۔ کراچی اور دوسرے بڑے شہروں کی مساجد میں کمیٹی وغیرہ افراد کی طرف سے مطلقاً سیاسی گفتگو اور بیانات پر پابندی عائد ہوتی ہے۔اس کتاب میں اس پر بحث کی گئی ہے کہ مسجد نبوی علی صاحبہ الصلاۃ والسلام میں سیاسی امور سرانجام دیئے جاتے تھے، لہذا شرعی سیاست پر پابندی عائد کرنا سنت نبوی کے خلاف ہے۔اسی طرح بہت سے علماء ومشائخ منبر ومحراب ہی پر قناعت کرتے ہوئے سیاسی امور سے لاتعلق رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے لئے یہی کافی ہے،جس کا دوسرا مطلب ہے ''ملاّ کی دوڑ مسجد تک''۔ہم نے اپنے اکابرین کے طرزعمل کو واضح کرتے ہوئے مذکورہ محاورہ کے مصداق بننے سے احترازاوراجتناب کرنے کی دعوت دی ہے۔

موضوع سے بندہ کی دلچسپی

ان دونوں امور یعنی تاریخ دارالعلوم دیوبند اور سیاست سے بندہ کو بچپن سے دلچسپی رہی ہے،اوران امور کے متعلق علماء کے بیانات سننے اور کتابوں کے مطالعہ کا بہت رجحان رہاہے،لیکن اس بارے میں خاص طور پر دواسباب کوعمل دخل رہا:

ا۔۔ سب سے بڑااوراہم سبب خاندانی اثرات ہیں، ہماراپوراخاندان دارلعلوم دیوبند کے نظریات کے حامل ہونے کے ساتھ جمعیت علماء اسلام سے سیاسی وابستگی رکھتاہے، اور یہ سب کچھ عم محترم بقیۃ السلف شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا محمد صادق صاحب دامت برکاتہم العالیہ(سابق رکن قومی اسمبلی) کی تربیت اورزیرسایہ ہونے کا اثر ہے،آپ اکابرین علماء دیوبند کے سچے عاشق ہونے کے ساتھ ساتھ باجوڑ میں جمعیت علماءاسلام کی بنیادرکھنے والے بانی اورمؤسس ہیں۔بندہ نے جب سے شعور سنبھالا اس وقت سے اپنے عم محترم اورخاندان کے دیگرافراد سے علماء دیوبند اوراکابرین جمعیت کی سیاسی خدمات اور واقعات کا تذکرہ بار بار سننے کوملا،اس وجہ

سے ان اکابرین سے تعلق اور محبت دل میں پیوست ہوگئی، اور بچپن سے ان کی خدمات، خصوصیات اور کارناموں سے باخبر اور واقف ہونے کی دلچسپی رہی۔

او لٓئک ابائی فجئنی بمثلھم
اذا جمعتنا یا جریر المجامع

۲۔۔ دوسرا سبب دورہ تفسیر کے استاذ محقق عصر سابق رکن قومی اسمبلی حضرت مولانا قاضی فضل اللہ صاحب ایڈووکیٹ (حالاً مقیم امریکہ) کی صحبت اور تلمذ کا شرف حاصل ہونا ہے، بندہ کو ان سے ۱۹۹۲ء کو رمضان المبارک میں دورہ تفسیر کے ساتھ حجۃ اللہ البالغہ کے کچھ حصہ اور نظامہائے معیشت کے کچھ ابواب پڑھنے کا موقع نصیب ہوا۔ان کا درس فلسفہ حضرت شاہ ولی اللہؒ اور فلسفہ حضرت عبیداللہ سندھیؒ کے ساتھ معاشیات، سیاسیات، ملکی اور بین الاقوامی حالات اور تجزیوں پر مشتمل ہوتا تھا، ان موضوعات پر ان کو ید طولیٰ حاصل تھا، ان کے درس اور بیانات سے بندہ کے دل پر بڑے اثرات نقش ہوگئے۔

کتاب کے مباحث

کتاب کے مباحث کی تفصیل تو فہرست سے معلوم ہوگی، البتہ اجمال کے بارے میں عرض ہے کہ یہ کتاب آٹھ ابواب پر مشتمل ہے: باب اول دارالعلوم دیوبند کی تعریف وتعارف، باب دوم سیاست کی تعریف وتعارف، باب سوم جمعیت کی تعریف وتعارف، باب چہارم دارالعلوم دیوبند کی سیاسی وتحریکی خدمات، باب پنجم قیام دارالعلوم دیوبند کا مقصد اور تعلیم، باب ششم طلباء اور سیاست، باب ہفتم دارالعلوم دیوبند کے اصحاب سیاست وعزیمت اور باب ہشتم مختلف دینی طبقات کی خدمت میں گذارشات۔

التماس ودعا

بندہ اس بات کے اعتراف میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا ہے کہ وہ کم علمی کے

ساتھ میدان تصنیف میں کمزور اور نو وارد ہے، لیکن شریعت محمدی علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کی یہ خوبی ہے کہ اس میں تنگی نہیں، جس طرح قادر اور توانا اپنی خدمات پیش کرسکتا ہے، تو اس کے دامن وسیع سے کمزور اور ضعیف بھی مایوس نہیں ہوتا، وہ بھی اپنے بس کے مطابق خدمات پیش کرسکتا ہے۔ اللہ تعالی کا فضل کرم شامل حال رہا اس لئے اس کمی اور کمزوری کے باوجود کچھ معروضات پیش ہونے کا موقع نصیب ہوا۔

ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ ہوا کرم سے تیرے
جو کچھ ہوگا ترے کرم سے ہوگا

اللہ تبارک وتعالی سے دعا ہے کہ بندہ کے اس کاوش کو شرف قبولیت فرمائے، اور یہ کتاب جن مقاصد کے لئے لکھی گئی ہے ان مقاصد کو پورا فرمائے، اور اس خدمت کو بندہ، اس کے والدین، اقرباء واحباب اور اساتذہ کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔
آمین

اگرچہ یہ ہدیہ نہ میرا قابل منظور ہے پر جو ہو کیا رحمت سے تیری دور ہے۔

طالب دعا: محمد اسحاق باجوڑی غفرلہ الباری
خادم الطلبہ جامعہ انوار العلوم مہران ٹاؤن کورنگی کراچی
۲۵ محرم الحرام ۱۴۴۰ھ/۱۶ اکتوبر ۲۰۱۸ء
رابطہ نمبر:
۰۰۳۰:۲۶۴۷۷۹۵
۰۳۴۳:۲۱۰۱۳۰۷

باب اول: دیوبند کی تعریف وتعارف

قیام دارالعلوم دیوبند

دارالعلوم دیوبند کی بنیاد ۱۵محرم الحرام ۱۲۸۳ھ بمطابق ۳۰مئی ۱۸۶۶ء بروز پنجشنبہ چھتے کی قدیم مسجد کے صحن میں انار کے ایک درخت کے سائے میں رکھی گئی۔ بنیاد رکھنے میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے ساتھ حضرت حاجی عابد حسین صاحب، حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحبؒ اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ خصوصی طور پر شریک رہے۔ یہی حضرات ادارہ کے امور چلانے میں مجلس منتظمہ کے بنیادی ارکان تھے، بعد میں حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ بھی اس مجلس کے ارکان میں شامل ہو گئے۔ حضرت مولانا ملا محمودؒ استاذ مقرر کئے گئے اور محمود الحسنؒ (مولانا شیخ الہند) اولین شاگرد تھے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ استاذ اور شاگرد دونوں کا نام محمود تھا۔ 1

دارالعلوم دیوبند کی سنگ بنیاد

ابتداء میں مدرسہ چھتہ کی مسجد میں رہا، اس کے بعد طلبہ کی کثرت اور مسجد چھوٹی ہونے کی وجہ سے قریب میں ایک بڑی مسجد جو ''قاضی مسجد'' کے نام سے مشہور تھی اس میں اور کچھ کرایہ کے مکانات میں مدرسہ قائم رہا، اس کے بعد طلبہ کی مزید کثرت کی وجہ سے مدرسہ کے لئے مستقل بڑی عمارت کی ضرورت پڑ گئی، تو حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تحریک پر یہی جگہ تجویز کی گئی جہاں اس وقت دارالعلوم واقع ہے۔ ۲ ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ بمطابق ۳۰ دسمبر ۱۸۷۵ء بروز جمعہ عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ پہلی اینٹ

1 تاریخ دارالعلوم دیوبند (قاری محمد طیب)، ص ۱۴، تاریخ دارالعلوم دیوبند (سید محبوب رضوی)، ۱۵۵/۱۔

حضرت میاں جی منے شاہؒ (نانا حضرت مولانا محمد میاں اصغر حسین صاحبؒ) نے رکھی۔ ان کے بعد حاجی عابد حسین صاحبؒ اور پھر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے اینٹیں رکھیں، اوران سب کے ساتھ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اینٹیں رکھیں۔ 1

تاریخ دارالعلوم دیوبند میں حضرت سید محبوب رضوی صاحبؒ نے سنگ بنیاد رکھنے والوں میں حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری اور حضرت مولانا محمد مظہر نانوتویؒ کے نام بھی لکھے ہیں۔ 2

سرزمین دیوبند کے بارے میں مکاشفات

بروایت حضرت مفتی عزیز الرحمان صاحبؒ جب مجدد الف ثانیؒ کا دیوبند سے گذر ہورہا تھا تو جب اس مقام پر پہنچے جہاں دارالعلوم کی عمارت ہے تو فرمایا کہ: ''مجھے یہاں سے علم کی مہک آتی ہے''۔ 3 اس سے زیادہ مشہور واقعہ حضرت سید احمد شہیدؒ کا ہے کہ سرحد جاتے ہوئے جب وہ دیوبند سے گذرے تو اس مقام پر قیام کیا جہاں دارالعلوم دیوبند قائم ہے اور فرمایا: ''کہ یہاں سے علم کی خوشبو آرہی ہے''۔ 4

دارالعلوم کا قیام دعائے سحر کا نتیجہ ہے

دارالعلوم دیوبند کا قیام بزرگوں اور اللہ والوں کی دعا کا نتیجہ ہے۔ اس کا اندازہ حضرت حاجی امداد اللہؒ کے ایک واقعہ سے کیا جاسکتا ہے، وہ یہ کہ قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے معتمد خاص حضرت مولانا یاسین صاحبؒ جب حج کو گئے تو حضرت حاجیؒ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے تو رخصت ہونے کے وقت عرض کیا: ''کہ ہمارے مدرسہ کے لئے بھی دعا کریں''۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے تعجب

1 علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے، ص ۹۵، ۹۶۔

2 تاریخ دارالعلوم دیوبند، ۱/۱۸۳، ۱۸۴۔

3 علماء ہند کا شاندار ماضی، ۱/۱۵۱۔

4 علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے، ۲/۹۱، تاریخ دارالعلوم دیوبند (سید محبوب رضوی) ۱/۴۶۔

سے جواب دیکر فرمایا: ”چہ خواب! پیشانیاں تو برسوں سے ہم نے رگڑیں، راتوں بھر سجدے ہم نے کئے، دعائیں ہم نے مانگیں اب جب مدرسہ قائم ہوا تو مدرسہ آپ کا ہو گیا“۔ اور پھر فرمایا: ”کہ ہمارا خیال یہ تھا کہ مدرسہ تھانہ بھون یا نانوتہ میں قائم ہوگا، کیا خبر تھی کہ یہ دولت اور غنیمت دیوبند والے لے اڑیں گے“۔اور ساتھ فرمایا: ”کہ یہ مدرسہ ان ہی سحر گاہی دعاؤں کا ثمرہ ہے“۔ 1 حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ نے اس طرح کا مکالمہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ اور حضرت حاجی رفیع الدین صاحبؒ کے درمیان ذکر فرمایا ہے۔ 2

عطاءہو، رومی ہو، رازی ہو غزالی
کچھ ہاتھ نہیں آتا جز آہ سحر گاہی

الہامی مدرسہ کے بارے میں رؤیا صالحہ

بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے بچپن میں خواب دیکھا تھا کہ میں بیت اللہ شریف کی چھت پر کھڑا ہوں اور میرے ہاتھ پاؤں کی انگلیوں سے دودھ کی نہریں جاری ہیں، اس وقت ان کے ماموں مولانا عبدالسمیع صاحبؒ نے اس کی تعبیر یہ فرمائی کہ تم سے علوم نبوت پھیلیں گے۔حضرت نانوتویؒ نے جب دارلعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی تو سمجھا گیا کہ یہ اس بچپن کے خواب کی تعبیر ہے۔ 3

اسی طرح حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ مہتمم دوم دارالعلوم دیوبند نے خواب میں دیکھا کہ احاطہ میں کنویں کی منڈیر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں اور دودھ تقسیم فرمارہے ہیں، دودھ لینے والوں میں سے بعض لوگوں کے ہاتھ میں گھڑا ہے، بعضوں کے ہاتھ میں لوٹا اور کسی کے ہاتھ میں پیالہ ہے اور بعض حضرات

1 خطبات حکیم الاسلام، الہامی ادارہ، ۴۸۵/۶، ۴۸۶، تاریخ دارالعلوم دیوبند (سید محبوب رضوی) ۱۴۱/۱، سوانح قاسمی ۲۲۳/۲۔ 2 علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے، ص ۹۰۔ 3 خطبات حکیم الاسلام، تعلیم وتدریس، ۱۵۱/۶۔

چلو سے دودھ لیتے ہیں، بیداری کے بعد مراقبہ کرتے ہوئے حضرتؒ اس نتیجے پر پہنچے کہ دودھ علم کی صورت مثالی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم کرنے والے ہیں اور طلبہ فرق مراتب کے ساتھ کچھ زیادہ اور کچھ کم علم حاصل کر رہے ہیں۔ 1 انہوں نے ایک دوسرے موقع پر خواب دیکھا کہ علوم دینیہ کی چابیاں میرے ہاتھ میں دے دی گئی ہیں جو اس طرف اشارہ تھا کہ آپ دارالعلوم کے ذمہ دار بنیں گے۔ 2

دارالعلوم دیوبند کے قیام کے بارے میں الہامات

اس مدرسہ کی تشکیل اور قیام کا فیصلہ الہامی تھا، جب یہ بانیان حضرات اور مقدس شیوخ یکجا ہوتے تو اپنے اپنے مکاشفے ایک دوسرے کے سامنے رکھتے، ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں مدرسہ قائم کرنے کا القاء ہوا ہے دوسرے کہتے کہ میرے دل میں یہی وارد ہوا ہے، تیسرے فرماتے ہیں کہ مجھے خواب میں دکھلایا گیا ہے کہ قیام مدرسہ کی ضرورت ہے گویا سب کا حال اور آواز ایک تھی کہ ایک مدرسہ کا قیام ضروری ہے۔ 3

الہامی سنگ بنیاد

دارالعلوم دیوبند کا سنگ بنیاد بھی الہامی معلوم ہوتا ہے، وہ اس طور پر کہ جب مدرسہ کی عمارت کے لئے ایک خاکہ اور نقشہ تیار کر بنیاد کھدوائی تو اس دوران حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ نے خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اور ان کے ہاتھ مبارک میں عصا (لاٹھی) ہے، اور فرما رہے ہیں کہ تجویز شدہ احاطہ تنگ ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود عصا سے نشانات لگائے اور فرمایا کہ

1 تاریخ دارالعلوم دیوبند (سید محبوب رضوی)، ۱/۵۰، خطبات حکیم الاسلام، مرکز سعادت، ۶/۴۶۸۔

2 تاریخ دارالعلوم دیوبند (قاری محمد طیب)، ص ۱۸۔

3 تاریخ دارالعلوم دیوبند (سید محبوب رضوی)، ۱/۳۹۔

اس جگہ بنیاد کھودی جائے۔ بیدار ہونے کے بعد حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ نے دیکھا کہ نشانات اس طرح لگے ہیں جس طرح انھوں نے خواب دیکھا تھا۔ اور پھر اسی کے مطابق بنیاد کھودنے اور تعمیر کا فیصلہ ہوا۔ 1

دارالعلوم دیوبند کے الہامی طلباء

دارالعلوم دیوبند کو اللہ تعالی نے خاص امتیازی شان عطا فرمائی ہے، بنیاد سے لیکر اساتذہ اور ذمہ دار حتیٰ کہ طلباء بھی الہامی معلوم ہوتے ہیں۔ اس بارے میں ایک واقعہ مشہور ہے، وہ یہ کہ ایک دن مہتمم حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ احاطہ میں کھڑے تھے کہ ایک طالب علم مطبخ سے کھانا لے کر سالن کا پیالہ لایا اور گستاخانہ انداز سے حضرتؒ کے سامنے زمین پر پھینک دیا اور کہا کہ آپ کے اہتمام میں پانی جیسا سالن اور شوربہ ہے، اس میں گھی وغیرہ نہیں۔ حضرتؒ نے نہایت بردباری سے اس طالب علم پر سر سے لے کر پیر تک تین دفعہ نظر ڈالی اور پھر فرمایا: کہ یہ مدرسہ کا طالب علم نہیں ہے، لوگوں نے عرض کیا کہ یہ مدرسہ کا طالب علم ہے اور مقیم ہے، فرمایا: کچھ بھی ہو یہ مدرسہ کا طالب علم نہیں ہے۔ ذمہ دار حضرات کی تحقیق کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ واقعی یہ مدرسہ کا طالب نہیں ہے، بلکہ اس کے ہم نام ایک دوسرے طالب کا داخلہ ہوگیا تھا اور رجسٹر میں اس کا نام درج ہوا تھا، مگر اشتراک نام کی وجہ سے غلطی سے اس گستاخ طالب کو داخل سمجھا گیا تھا، اور اس کے نام کھانا جاری ہوا تھا۔ جب حضرتؒ سے پوچھا گیا کہ آپ کو کس طرح معلوم ہوا کہ یہ مدرسہ کا طالب علم نہیں، تو انھوں نے جواب میں فرمایا: کہ ایک دن میں نے خواب دیکھا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کنویں کے پاس تشریف لاکر دودھ تقسیم فرمارہے ہیں، اور لوگ دودھ لے کر جارہے ہیں کسی کو زیادہ اور کسی کو کم مل رہا ہے۔ جب شوال میں داخلوں کے لئے طلبہ آتے ہیں تو میں ہر ایک کو پہچان لیتا ہوں کہ یہ اس

1 خطبات حکیم الاسلام، مرکز سعادت، ۶/۴۶۹، تاریخ دارالعلوم دیوبند (سید محبوب رضوی)، ۱/۴۶۔

دودھ لینے والوں میں تھا اور یہ نہیں تھا، جب مذکورہ طالب علم سامنے آیا اور میں نے اس پر تین دفعہ اچھی طرح نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ یہ اس مجمع میں نہیں تھا، اس لئے میں نے کہا کہ یہ مدرسہ کا طالب علم نہیں ہے۔ 1

حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ کا ایک دوسرا واقعہ ہے کہ انھوں نے ایک مرتبہ خواب دیکھا تھا کہ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک مدرسہ قائم فرمایا ہے، اس مدرسہ میں حضرت شاہ صاحبؒ کی ایک طالب علم سے ملاقات ہوئی۔ کچھ عرصہ کے بعد جب دارالعلوم دیوبند قائم ہوا اور پھر حضرت شاہ صاحبؒ مہتمم بنائے گئے تو آپ نے ایک روز ایک طالب علم کو دیکھ کر فرمایا: کہ یہ وہی طالب علم ہے جس کو میں نے خواب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مدرسہ میں دیکھا تھا۔ 2

دارالعلوم دیوبند کے اکابر ستہ

جو حضرات ابتداء دارالعلوم کے قیام اور اس کے نظام چلانے میں شریک رہے حصوصی طور پر چھ حضرات تھے، اس وقت ان کی عمریں بھی اتنی زیادہ نہیں تھیں، لیکن اللہ تعالی نے ان سے بہت بڑا کام لیا۔ ان کے اسماء گرامی ان کی عمروں کے ساتھ پیش خدمت ہیں: حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ عمر ۳۴ سال، حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ عمر ۳۳ سال، حضرت مولانا ذوالفقار (والد شیخ الہندؒ) صاحبؒ عمر ۴۵ سال، حضرت مولانا فضل الرحمن عثمانی (والد علامہ شبیر احمد عثمانیؒ) صاحبؒ عمر ۳۵ سال، حضرت حاجی محمد عابد صاحبؒ عمر ۳۲ سال اور حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ عمر ۳۰ سال۔ یہ حضرات دارلعلوم کے ابتدائی منتظم اور ارکان شوری تھے۔ 3

1 خطبات حکیم الاسلام، الہامی ادارہ، ۶/۴۹۲، تاریخ دارلعلوم دیوبند (سید محبوب رضوی)، ۱/۴۹۔

2 علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے، ص ۹۱۔

3 تاریخ دارالعلوم دیوبند (سید محبوب رضوی)، ۱/۱۲۴، ۱۲۵۔

دارالعلوم دیوبند کے سر پرست حضرات

دارالعلوم دیوبند کے ابتدائی سر پرست بانی دارلعلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ تھے، آپ ابتدا سے لیکر ۱۲۹۷ھ/۱۸۷۹ء تک چودہ سال سر پرست رہے۔ ان کی وفات کے بعد حضرت مفتی رشید احمد گنگوہیؒ سر پرست مقرر ہوئے، آپ ۱۳۲۳ھ /۱۹۰۵ء چھبیس سال سر پرست رہے۔ ان کے بعد حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۴ء تک سر پرست سوم رہے، جب آپ تحریک ریشمی رومال کے سلسلہ میں حجاز تشریف لے گئے اور وہاں پر انگریز نے آپ کو گرفتار کر کے مالٹا جیل میں قید کر دیا تو اس دوران حضرت مولانا عبدالرحیم رائے پوری صاحبؒ کو دارالعلوم دیوبند کا سر پرست مقرر کیا گیا۔ ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۸ء میں حضرت شیخ الہندؒ رہا ہو کر دیوبند تشریف لائے تو دوبارہ ان کو سر پرست تسلیم کیا گیا، ایک سال تک آپ سر پرست تھے کہ ۱۹۱۹ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ کچھ عرصہ کے بعد ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۵ء میں حضرت حکیم الامت حضرت اشرف علی تھانویؒ سر پرست مقرر ہوئے، دس سال کے بعد ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء میں آپ نے استعفی دیا، اوران کے استعفی کے بعد اس عہدہ پر کسی اور کا تقرر نہیں ہوا۔ 1

دارالعلوم دیوبند کے ابتدائی مہتممین

بانی دارالعلوم دیوبند حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اگر چہ دارالعلوم کے بانی اور سر پرست تھے لیکن انہوں نے خود اہتمام کا عہدہ قبول نہیں کیا، بلکہ دوسرے حضرات کے سپرد فرمایا۔ سب سے پہلے مہتمم حضرت حاجی سید عابد حسینؒ تھے، ان کے بعد حضرت اقدس شاہ رفیع الدینؒ مہتمم رہے۔ آپ کے بعد تیسرے مہتمم حضرت حاجی محمد فضل حق صاحبؒ تقریبا ایک سال تک مقرر ہوئے، ان

1 تاریخ دارالعلوم دیوبند (قاری محمد طیبؒ)، ص ۹۳۔

کے بعد حضرت مولانا محمد منیر نانوتویؒ دارالعلوم کے چوتھے مہتمم مقرر ہوئے، دو سال کے بعد حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ ابن حضرت مولانا محمد قاسمؒ پانچویں مہتمم بنائے گئے۔۱۳۱۳ھ بمطابق ۱۸۹۶ء سے لیکر ۱۳۴۷ھ بمطابق ۱۹۲۹ء تک تقریباً چونتیس سال تک آپ عہدہ اہتمام پر فائز تھے۔ان کے بعد حضرت مولانا حبیب الرحمان عثمانیؒ دارالعلوم دیوبند کے چھٹے مہتمم مقرر ہوئے ان کے انتقال کے بعد ۱۳۴۸ھ بمطابق ۱۹۳۰ء میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ ساتویں مہتمم بنائے گئے۔ان کا زمانہ اہتمام نصف صدی پر محیط تھا۔ 1

دارالعلوم دیوبند کے صدور المدرسین

دارالعلوم دیوبند کی صدارت تدریس پر سب سے پہلے حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ فائز ہوئے، ان کے بعد حضرت مولانا سید احمد دہلویؒ صدر مدرس مقرر فرمائے گئے، پھر ان کے بعد شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ دارالعلوم دیوبند کے تیسرے صدر مدرس مقرر ہوئے، ان کے بعد حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ صدر مدرس مقرر ہوئے اور پھر ان کے بعد شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ مسند صدارت پر فائز ہوئے، آپ تقریباً تیس سال تک اس مسند پر فائز تھے۔ یہ حضرات مسند صدارت سنبھالنے کے ساتھ ساتھ شیخ الحدیث کے منصب پر بھی فائز تھے۔حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ کی وفات کے بعد یہ منصب دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا، صدر مدرس حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ بنائے گئے اور شیخ الحدیث کا منصب حضرت مولانا سید فخر الدین صاحبؒ کو تفویض کیا گیا۔ 2

1 تاریخ دارالعلوم دیوبند، قاری محمد طیب ص۹۴،۹۶۔

2 تاریخ دارالعلوم دیوبند، قاری محمد طیب ص۹۷،۹۸، تاریخ دارالعلوم دیوبند (سید محبوب رضوی)،۲/۱۱۱۔

دارالعلوم دیوبند کی شان تجدید

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک ہے:" **ان اللــه یبعـث لهذه الامة علی رأس کل مأته سنة من یجدد لها دینها** "۔ 1

" کہ اللہ تعالی اس امت کی اصلاح کے لئے ہر صدی میں کوئی نہ کوئی مجدد پیدا کرتا ہے جو دین میں تجدید اور نکھارت کا کام کرے گا"۔

مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا حبیب الرحمان عثمانیؒ فرماتے تھے: " کہ مجدد کے لئے فرد واحد ہونا شرط نہیں، جماعت بھی مجدد بن سکتی ہے اور فرماتے تھے کہ دارالعلوم کے بانی حضرات ،حضرت نانوتویؒ ،حضرت گنگوہیؒ اور دوسرے حضرات کی حیثیت مجدد کی سی ہے جس نے مجددانہ کام سرانجام دیا ہے، گویا دارالعلوم دیوبند کی حیثیت مجدد کی سی ہے جس نے مجددانہ کام سرانجام دیا ہے۔ اور فرمایا کہ حقیقت میں دارالعلوم آدمیوں کو بناتا ہے آدمیوں نے دارالعلوم کو نہیں بنایا"۔ 2

حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ دارالعلوم دیوبند کی مجددانہ حیثیت کے بارے میں فرماتے ہیں:" سب جانتے ہیں کہ یہ دارالعلوم دیوبند مشرق ومغرب کے مسلمانوں کے لئے کتاب وسنت اوران کے متعلق علوم کی ایک عدیم النظیر درس گاہ ہے جو اس دور تجدد میں اسلاف کی ایک امانت کو سنبھالنے کا کام کرتی ہے، میں نے اپنے متعدد بزرگوں سے سنا ہے کہ یہ درس گاہ بحیثیت مجموعی خود ایک مجدد کی شان رکھتی ہے"۔ 3

1 سنن ابی داود، کتاب الملاحم، باب مایذ کر فی قرن المائۃ، حدیث:۴۲۹۱، ۴/۱۰۹۔

2 خطبات حکیم الاسلام، الہامی ادارہ، ۶/ ۴۸۷، ۴۸۸۔

3 علماء ہند کا شاندار ماضی، ۱/۱۵۱۔

قیام دارالعلوم دیوبند کے اسباب ومقاصد

ا۔تحفظ مذہب اسلام

انیسویں صدی مسلمانوں کے عقائد،افکاراورنظریات کے لئے ایک زبر دست چیلنج تھی ،عیسائی دنیااس جوڑتوڑ میں لگی ہوئی تھی کہ مسلمانوں کی سیاست میں کمزوری پیدا ہواور وہ اس کمزوری سے فائدہ اٹھائے ۔مسلمانوں کا سیاسی زوال و انحطاط کے ساتھ مستقبل میں مسلمانوں کی مذہبی زندگی سخت خطرے میں تھی اس وقت مسلمانوں کے سامنے دواہم مسئلے تھے:ایک مسئلہ سیاسی تھا جس کا مقصد ہندوستان کو سامراجی اقتدار سے نجات دلانا تھا،اوردوسرا مسئلہ اس سے زیادہ اہم وہ مسلمانوں کے عقائدواعمال کا تحفظ تھا۔اس وقت ہندوستان میں عیسائی مشن کی تبلیغی سرگرمیاں اورمسلمانوں کوعیسائی بنانے کی کوششوں نے پورے ملک کواپنی گرفت میں لیا تھا،ایک طرف ایسٹ انڈیا کمپنی نے پوری قوت کے ساتھ عیسائیت کی تبلیغ شروع کردی تھی ، اوردوسری طرف انگلستان اوردوسرے یورپی ملکوں سے پادری آنے لگےاورساتھ ساتھ حکومت کی سرپرستی میں مشنری اسکول قائم کئے گئےجن میں عیسائیت کی تعلیم ہوتی تھی،ایسے سخت اوررنجیدہ حالات میں اکابرعلماء دیوبنداوران کے رفقاء نے میدان میں آنے کا فیصلہ کیا،انہوں نے دین اور مذہب کی ہرممکن طور پرتحفظ اورحفاظت کی کامیاب جدو جہد کی اور مسیحی پادریوں کا تحریرًا وتقریرًا مقابلہ کیا اوران سے مشہور مناظرے کئے ،جن میں پادریوں کوشکست سے دو چار کر دیا ،عیسائی پادریوں کو کامیاب ہونے کا موقع نہیں دیااوران کومیدان سے بھاگنے پرمجبورکردیا۔ان اکابر خاص طور پر مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ اور بانی دارالعلوم دیوبندحضرت مولانا قاسم

نانوتویؒ کو جو کامیابیاں حاصل ہوئیں وہ اظہر من الشمس اور ایک روشن باب ہے۔ دفاعی تحفظ کے ساتھ اس وقت مثبت اقدامات کی بھی ضرورت تھی، اس سلسلے میں اہم قدم مدارس دینیہ کا قیام تھا، دارالعلوم دیوبند اور ملک میں دوسرے مدارس کا قیام ان مثبت اقدامات کا ثمرہ اور نتیجہ تھا اور یہ مدارس مسلمانوں کے عقائد اور مذہب کے تحفظ کے اہم ذرائع ثابت ہوئے اور ہندوستان کے مسلمانوں کو عیسائی بنانے مسیحی مبلغین اور حکومت وقت کے خواب کو شرمندہ تعبیر نہیں ہونے دیا۔ 1

۲۔ اسلامی ذہنیت اور اسلامی فکر کی ترویج

دارالعلوم دیوبند کے قیام کا ایک اہم مقصد اسلامی ذہنیت اور اسلامی فکر کی ترویج ہے۔ ہندوستان میں انگریز حکومت کے قیام اور نظام تعلیم نے یہاں کے باشندوں پر اپنا نظام قائم کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے دل ودماغ بدلنے کی بھرپور کوشش کی، اس وقت انگریزی تعلیم کے یہ مقاصد بیان کئے گئے: (الف) برطانوی حکومت کے لئے وفادار پیدا کئے جائیں۔ (ب) مسلمانوں کو اپنے مذہب سے بیگانہ کیا جائے اور ان میں احترام مذہب، احساس وطن وملت، احترام علماء اور باہمی رواداری سے محروم کردیئے جائیں۔ اس وقت انگریزی تعلیم کے صاحب اختیار شخص لارڈ میکالے نے انگریزی تعلیم کے مقاصد کو بیان کرتے ہوئے کہا تھا: ''ہمیں ایک ایسی جماعت بنانی چاہیے جو ہم میں اور ہماری کروڑوں رعایا کے درمیان مترجم ہو اور یہ ایسی جماعت ہو جو خون اور رنگ کے اعتبار سے ہندوستانی ہو اور سمجھ، فکر اور ذوق کے اعتبار سے انگریزی ہو''۔ بالفاظ دیگر ہماری تعلیم کا مقصد ایسے نوجوان تیار کرنا ہے جو

---

1 تاریخ دارالعلوم دیوبند (سید محبوب رضوی)، ۱/۴۷۸-۴۹۲، بانی دارالعلوم دیوبند، ص ۲۳-۳۸، علماء ہند کا شاندار ماضی، ۴/۴۶۸، ۴۷۱-۸۔

رنگ ونسل کے لحاظ سے ہندوستانی ہوں اورفکرودماغ کے لحاظ سے انگلستانی ہوں۔ 1

اس نظام تعلیم کے مقابل میں ہمارے اکابر نے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی، اوراس کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ یہ نعرہ بلند کیا: ''کہ ہماری تعلیم کا مقصدایسے نوجوان تیارکرنا ہے جورنگ ونسل کے اعتبار سے ہندوستانی ہوں لیکن فکرو دماغ کے لحاظ سے عربستانی اوراسلامستانی ہوں''۔ 2

۳۔اسلامی تہذیب کوفروغ دینا

دارالعلوم دیوبند کا ایک مقصداسلامی تہذیب کو فروغ اور ترویج دینا ہے،معاشرتی زندگی میں مسلمانوں کی امتیازی شان اورحیثیت اسلامی تہذیب اور ثقافت سے منسلک ہے،اسلام ایک کامل دین ہے۔اس نے بندوں کے لئے عقائد اورعبادات سے لیکر معاشرت اورتہذیب تک کے احکام بیان کئے ہیں ۔انگریز حکومت قائم ہونے کے بعد دوسری خرابیوں کے ساتھ سب سے بڑی خرابی وہ مغربی تہذیب کے سیلاب کی صورت میں تھی جس میں سرسید احمد خان اوراس طرح دوسرے لوگ بہہ گئے ،اکابر علماء دیوبنداوران کی جماعت نے عبادات ،معاملات ،اخلاق، معاشرت،سیاست اوراجتماعی امورر میں ایسے ایسے تابناک کردار پیش کئے جن کی وجہ سے مغربی تہذیب کوترویج اورترقی کا موقع نہ مل سکا۔حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اوران کے رفقاء اورشاگردوں نے اعتقادی اور معاشرتی اصلاح کی زبردست جدوجہد کی،ان اکابر نے اسلامی عقائد،دینی تعلیم وتربیت،اسلامی تہذیب وتمدن اور سیاسی جدوجہد کے گوناگوں مقاصدکو بروئے کارلانے کے لئے دینی مدارس کے قیام کوضروری قراردیا،اس سلسلے میں سب سے پہلے دارالعلوم دیوبند منصّہ شہود پرجلوہ گر

1 مجالس مفتی اعظمؒ ،ص۵۵۵،علماءحق کے مجاہدانہ کارنامے،ص۵۸،۵۹،نقش حیات،۱/۱۸۶۔

2 خطبات حکیم الاسلام،ثمرات العلم،ص۲۱۴،۲۱۵۔

ہوا۔ 1 اس موضوع پر حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی کتاب ''التشبہ فی الاسلام'' (اسلامی تہذیب وتمدن)اور حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحبؒ کی کتاب ''مذہب وتمدن'' کا مطالعہ مفید ہے۔)

حضرت مولانا حافظ محمد احمد (سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند) کا سبق آموز واقعہ:

حافظ محمد احمد جو بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے صاحب زادہ اور قاری محمد طیب صاحبؒ کے والد ماجد ہیں، ان کا واقعہ ہے کہ ایک سرکاری پروگرام میں ان کو دعوت مل گئی تھی، چنانچہ یہ شرکت کے لئے تشریف لے گئے جب دربار پہنچے تو اندر جانے سے ان کو روک دیا گیا اور یہ کہا گیا کہ چونکہ آپ نے ہندوستانی جوتا پہنا ہوا ہے اور ہندوستانی جوتا پہن کر اندر جانے کی اجازت نہیں آپ انگریزی بوٹ پہن کر آئیں۔ انہوں نے کہا میں تو یہی جوتا پہنتا ہوں اگر اس جوتے کے ساتھ اندر جانے کی اجازت نہیں تو میں یہیں باہر بیٹھتا ہوں، آپ اندر اطلاع کرادیں کہ فلاں صاحب آئے ہیں، لیکن ہندوستانی جوتا پہنے ہوئے ہیں، چنانچہ جب اندر اطلاع کی گئی تو گورنر خود اٹھ کر دروازے پر آئے اور آکر کہا کہ آپ کا جوتا تو بڑا اچھا ہے اور یہ کہہ کر ان کو عزت واحترام کے ساتھ اندر لی جاکر بٹھایا اور دوسرے لوگ دیکھتے رہ گئے۔ 2

یہ واقعہ ان علماء کے لئے بڑا سبق ہے جن کو سرکاری عہدہ یا کوئی ملازمت مل جاتی ہے، یا سرکاری لوگوں سے میل جول ہو تو اس کی وجہ سے اپنی وضع قطع اور علماء کا لباس چھوڑ کر جدت پسند اور مغربی تہذیب والے لوگوں کی پیروی کرتے ہیں۔ ہمارے اکابر کا شیوہ یہ رہا کہ انھوں نے دوسروں سے کبھی تأثر نہیں لیا، پارلیمنٹ اور وزارتوں تک کے منصب پر فائز ہونے کے باوجود علماء کے لباس، سادگی اور اسلامی تہذیب کو انھوں نے اپنے لئے وقار سمجھا۔

1 تاریخ دارالعلوم دیوبند (سید محبوب رضوی)، ۱/۱۴۱، ۱۴۲۔

2 مجالس مفتی اعظم، ص ۱۴۸، ۱۸۵۔

۴۔علوم دینیہ کی اشاعت

جس زمانے میں دارالعلوم دیو بند قائم ہوااس وقت ہندوستان میں مدارس تقریباً ختم ہو چکے تھے بظاہر ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ اسلامی علوم ہندوستان سے رخصت ہو چکے ہیں،صرف دہلی میں جہاں سلطان محمد تغلق کے دور میں ایک ہزار مدارس قائم تھے،انگریز تسلط کے بعد ایک بھی مدرسہ باقی نہیں رہا تھا جس کی وجہ سے علوم نبوت کا علمی ورثہ گم ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ جو دارالعلوم دیو بند کے سب سے پہلے صدر المدرسین تھے اور جنہوں نے اپنی آنکھوں سے ۱۸۵۷ء کا زمانہ دیکھا تھا،انہوں نے اس وقت کا حال بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"مجموعہ حال کے دیکھنے سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ اب دین کا خاتمہ ہے نہ کوئی پڑھ سکے نہ کوئی پڑھا سکے،بڑے بڑے شہر(جیسے دہلی)جو مرکز اس دائرے کے تھے خراب ہو گئے۔علماء پریشان،کتب مفقود،جمعیۃ ندارد،اگر کسی قلب میں شوق اور طلب علم کی ہمت ہو تو کہاں جائے اور کس سے سیکھے،اور یوں نظر آتا تھا کہ بیس تیس سال میں جو علماء بقید حیات ہیں اپنے وطن اصلی جنت کو سدھار جائیں تب کوئی اتنا بتلانے والا بھی نہ رہے کہ وضو کے کتنے فرائض ہیں اور نماز میں کیا واجب ہے"۔ 1

ایسے حالات میں اکابر دارالعلوم دیو بند نے قلبی الہامات اور باہم مشاورت سے یہ طے کیا کہ موجودہ حالات میں مدارس دینیہ کے قیام سے ہی مغرب اور یورپ سے آئے ہوئے طوفانی الحاد،دہریت اور عیسائیت کے طوفان پر بند باندھا جا سکتا ہے۔اورانہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ مدارس کا قیام لازمی ہے جن کے ذریعے سے قوم کو تعلیم وتربیت سے سنبھالا جائے،کیونکہ جب تک مسلمانوں میں دینی شعور،دینی تعلیم اور دینی جذبات باقی رہیں گے تو دین باقی رہے گا۔ان حالات میں اگر چہ ہندوستان

1 انار کے درخت تلے،ص۲۰۔

میں کسی دینی درسگاہ کو قائم کرنا نئے مصائب کو دعوت دینے کے مترادف تھا،لیکن پھر بھی ان اکابر نے ہمت نہیں ہاری، انہوں نے اپنے مقصد کو عملی جامہ پہنانے کا پختہ عزم کرلیا تھا، انگریزی دور حکومت میں دارالعلوم دیو بند پہلا تعلیمی ادارہ ہے جس کی بنیاد اللہ تعالی کے مقبول بندوں نے اس سرزمین دیو بند پر رکھی اور خلوتوں میں رو رو کر رب العالمین سے التجا کی کہ اسے ہندوستان میں اسلام و ایمان کے تحفظ ،بقا اور اشاعت کتب وسنت کا ذریعہ بنادیا جائے۔

حضرت مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں:''اس درسگاہ کے قیام کا ایک بنیادی مقصد یہ تھا کہ اسلام اور اسلامی علوم کو مٹانے کی جو کوششیں لارڈ میکالے کے نظام تعلیم کے ذریعہ کی جارہی ہے اسے ناکام بنا کر اسلامی علوم کی ٹھیک ٹھیک حفاظت کی جائے ،اور ایسے جان نثار علماء کی ایک کھیپ (جماعت) تیار کردی جائے جو سخت سے سخت حالات میں دین کو نہ صرف محفوظ رکھ سکیں بلکہ اسے دوسروں تک پھیلا اور پہنچا سکیں، اور اس طرح عام مسلمان الحاد اور بے دینی کے فتنوں سے باخبر ہوسکیں جو مغربی طرز فکر اپنے ساتھ لائے گا تا کہ جب مسلمانوں کو مغرب کی سیاسی اقتدار سے آزادی نصیب ہو تو انہیں اسلامی نظام زندگی قائم کرنے کے لئے اسلام کی ہدایات جوں کی توں محفوظ مل جائیں اور وہ ان کی بنیاد پر اپنے مستقبل تعمیر کرسکیں''۔ 1

علوم دینیہ کی اشاعت اور بقا کے لئے بزرگان دیو بند اور بالخصوص حضرت نانوتویؒ کی بڑی سیاست اس وقت یہی تھی کہ مدارس دینیہ قائم کے جائیں ، دارالعلوم دیو بند اور اس طرح کے دوسرے مدارس کے رجال کار اور علماء نے قرآن ،حدیث ،فقہ اور دوسرے علوم دینیہ کی جو تدریسی اور تصنیفی خدمات سرانجام دی ہیں اور دے رہے ہیں وہ تاریخ کا ایک اہم باب ہے، دارالعلوم دیو بند اسلامی علوم کی اشاعت کا

1 مجالس مفتی اعظم ،ص ۵۵۷۔

سب سے بڑا ذریعہ اور امین ثابت ہوا۔ فللّٰہ الحمد علی ذلک۔

۵۔ جذبات حریت کو زندہ و تابندہ رکھنا

قیام دارالعلوم دیوبند کا پانچواں مقصد لوگوں میں جذبات حریت کو زندہ اور باقی رکھنا ہے، دارالعلوم دیوبند کا قیام تحریک آزادی اور اس کے پس منظر کا نتیجہ تھا، یہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد ہونے والے سانحات اور مصائب کا ردعمل تھا۔ انگریز اقتدار سے ہندوستان کی آزادی کے لئے دارالعلوم دیوبند کے اکابر بالخصوص حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مفتی رشید احمد گنگوہیؒ وغیرہ حضرات نے جو سرفروشانہ جدوجہد فرمائی وہ تاریخ دارالعلوم کا صفحہ اولین ہے۔ ۱۸۵۷ء کے بعد یہی جماعت تھی جس نے آزاد کے تصور کو ہندوستان میں زندہ رکھا، آزادی کے جذبہ کے پُر جوش امین حضرت مولانا نوتویؒ اور ان کے جانشین حضرت شیخ الہندؒ اور ان کے رفقاء نے تحریک آزادی اس وقت جاری رکھی جب انگریز کی مخالفت کا تصور بھی نہیں تھا۔ حضرت گنگوہیؒ کے بقول آزادی کے تصور کے بڑے داعی اور حامل حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی تھے۔ 1

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بظاہر ناکامی کے بعد بھی آزادی کی آبیاری کے لئے اکابر کے آپس میں صلاح ومشورے ہونے لگے، بالآخر انھوں نے فیصلہ کیا کہ آزادی کی اس تحریک کو کسی نہ کسی طریقہ سے زندہ رکھا جائے، اور یہ فیصلہ ہوا کہ اس مقصد کے لئے مدرسہ کا قیام ہونا چاہیے جس کی وجہ سے یہ تحریک اور پیغام زندہ ہو۔ 2

حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ فرماتے ہیں: ”گویا جنگ آزادی شاملی کا میدان اور دارالعلوم دیوبند ایک ہی حقیقت کی دو رُخ تھے، فرق تلوار اور زبان کا تھا، وہاں تشدد کے

1 تاریخ دارالعلوم دیوبند (سید محبوب رضوی)، ۱/۱۵۰۔

2 علماء میدان سیاست میں، ص ۳۱۳۔

ساتھ آزادی کا نصب العین سامنے تھا اور یہاں عدم تشدد کے ساتھ علمی ذہن سازی اور اخلاقی رنگ میں وہی منصوبہ پیش نظر تھا، وہاں نام میدان جنگ تھا اور یہاں نام مدرسہ اور دارالعلوم تھا۔ غرض یہ کہ بانی دارالعلوم دیوبند نے میدان شاملی کے نتائج پیش نظر رکھ کر دارالعلوم دیوبند کی تاسیس اور بنیاد رکھی، اور اس کے اصول و نظام کار کو ایسے انداز پر اٹھایا کہ شاملی کے میدان کی تلافی ہو اور جو منصوبہ اس وقت کامیابی سے ہمکنار نہ ہوسکا تھا وہ اب ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دارالعلوم کی تحریک نصب العین صرف تعلیم ہی تک محدود نہیں تھا، بلکہ اس کے ضمن میں آزادی پسندی، غلامی شکنی اور قومی خودمختاری کے ملے جلے جذبات کارفرما تھے، اور یہ آزادی کا خاموش رہنما تھا۔ 1

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ جو دارلعلوم دیوبند کے پہلے طالب علم تھے، دارالعلوم ان کے سامنے قائم ہوا، انھوں نے دارالعلوم دیوبند کے قیام کا مقصد ان الفاظ میں بیان کیا ہے: ”حضرت الاستاذ مولانا نانوتویؒ نے اس مدرسہ کو کیا درس وتدریس، تعلیم و تعلم کے لئے قائم کیا تھا؟ مدرسہ میرے سامنے قائم ہوا، جہاں تک میں جانتا ہوں ۱۸۵۷ء کی ناکامی کے بعد یہ ارادہ کیا گیا کہ کوئی ایسا مرکز قائم کیا جائے جس کے زیر اثر لوگوں کو تیار کیا جائے تا کہ ۱۸۵۷ء کی ناکامی کی تلافی کی جائے“۔ 2

بندہ کو چند سال پہلے ایک اجتماع میں قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمان صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے خطاب سننے کا موقع ملا، انھوں نے اپنے خطاب میں فرمایا: ”کہ جب سوویت یونین ٹوٹ گیا تو امریکہ نے اپنے ماہرین اور سفارت کاروں وغیرہ کا ایک اجتماع منعقد کیا تا کہ اس بات پر غور کیا جائے کہ سوویت یونین کے خاتمہ کے بعد آئندہ ہمارے لئے کون خطرہ بن سکتا ہے؟، اس بارے میں

1 خطبات حکیم الاسلام، آزادی ہند کا خاموش رہنما، ۵۳۱/۶۔

2 احاطہ دارالعلوم دیوبند میں بیتے ہوئے دن، ص ۱۷۰، حیات عثمانی، ص ۱۴۰۔

پہلی رپورٹ یہ سامنے آئی کہ ایشیا کے مسلمان ہمارے لئے خطرہ بن سکتے ہیں، لیکن متعلقہ بورڈ نے اس رپورٹ کو مسترد کیا۔ دوبارہ خوض وغور کے بعد دوسری رپورٹ یہ سامنے آئی کہ برصغیر کے مسلمان خطرہ بن سکتے ہیں، یہ رپورٹ بھی منظور نہیں ہوئی، اس لئے کہ ایشیا اور برصغیر کے بہت سے (برائے نام) مسلمان امریکہ کے مفاد کے لئے کام کرتے ہیں، اس کا آلہ کار بن کر اس کی تقویت کا سبب اور محافظ بنے ہوئے ہیں۔ بالآخر تیسری رپورٹ یہ تیار ہوئی کہ دار العلوم دیوبند اور اس کے متلقین ائندہ میں ہمارے اور ہمارے مفادات کے لئے رکاوٹ اور خطرہ بن سکتے ہیں، یہ رپورٹ منظور کی گئی۔ اس لئے کہ انگریز کو تاریخ سے معلوم تھا کہ انگریز کے خلاف آزادی کی جدوجہد اور تصور کو ان ہی لوگوں نے زندہ رکھا جس کے نتیجے میں انگریز ہندوستان چھوڑنے پر مجبور ہوئے"۔ اس کے بعد قائد جمعیت مدظلہ العالی نے یہ بھی فرمایا: "کہ تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد ہمارے اکابر نے اپنے عزائم اور ارادوں کو مدارس کے قیام کی صورت میں پیش کیا، تو اس وقت انگریز نے بڑی خوشی منا کر مدارس کے قیام کی اجازت دی کہ ہم نے علماء کو میدان جہاد سے نکال کر مدارس کی چار دیواری میں بند اور محدود کر دیا۔ لیکن آج مغربی طاقتیں اپنے بڑوں کے اس فیصلے اور اس وقت کی اجازت پر نادم ہیں اور اس کو اپنے بڑوں کی بڑی غلطی تصور کرتی ہیں، اس لئے کہ میدان جہاد تو ایک خاص میدان ہوا کرتا تھا جبکہ مدارس تمام تحریکات کے مراکز ہیں اور ان کے لئے افراد کو تیار کرنے کی فیکٹریاں ہیں۔ اس کے مقابل میں ہم آج اپنے اکابر واسلاف کے اس کردار اور طرز عمل پر مطمئن ہیں اور اُس وقت مدارس دینیہ کے قیام کے فیصلے کو کامیابی سے تعبیر کرتے ہیں، اور فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ ڈیڑھ سو سال پہلے ہمارے اکابر نے مدارس کے قیام کی صورت میں جو تیر پھینکا تھا وہ جا کر اپنے نشانہ پر پوری طرح صحیح لگا ہے"۔

علماءدیو بندکا مطلب ومراد

علمائے دیو بند سے صرف وہ حلقہ مراد نہیں جو تعلیم وتدریس وغیرہ کے اعتبار سے دارالعلوم دیو بند میں مقیم اور منسلک ہے، بلکہ وہ تمام علماء مراد ہیں جن کا ذہن وفکر بانیان دارالعلوم دیو بند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا مفتی رشید احمد گنگوہیؒ اور حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ وغیرہ کے ذوق ومشرب سے وابستہ ہے، خواہ وہ دارالعلوم دیو بند کے فضلاء ہوں یا دوسرے مدارس کے فضلاء ہوں، خواہ وہ ہندوستان کے باشندے ہوں یا دوسرے ممالک کے باشندے ہوں، خواہ وہ تعلیمی سلسلوں میں مصروف کار ہوں یا تمدن وسیاست اوراجتماعیت کی لائنوں میں کام کررہے ہوں، یا تبلیغی سلسلہ سے دنیا کے ممالک میں پھیلے ہوئے ہوں اور یا تصنیفی سلسلوں میں مشغول ہوں۔ ان سب کو علمائے دیو بند کہلاتے ہیں، دیو بندیت یا قاسمیت کوئی وطنی یا فرقہ واری نسب نہیں، بلکہ صرف تعلیمی نسبت ہے جو مقام تعلیم ''دیو بند'' یا ایک خاص شخصیت حضرت قاسم العلوم مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے معروف ہوگئی ہے۔ 1

علماءدیو بندکا مسلک

علماء دیو بند اپنے دینی رُخ اور مسلکی مزاج کے اعتبار سے اہل السنّت والجماعت ہیں، یہی ایک جماعت ہے جس نے اہل السنّت والجماعت کے عقائد اور ان کے اصول وقوانین کی کما حقہ حفاظت کی اور ان کی تعلیم دی ہے۔ مذکورہ لقب دو کلموں سے مرکب ہے: ایک ''السنّت'' اور دوسرا ''الجماعت'' ہے، السنّت کے لفظ سے قانون، دستور اور صراط مستقیم کی طرف اشارہ ہے، بالفاظ دیگر اس سے قرآن اور اس کی عملی تفسیر حدیث دونوں مراد ہیں، اور الجماعت کے لفظ سے مقدس اور بزرگ شخصیات اور ذوات مراد ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اہل السنّت والجماعت

1 علماءدیو بندکا دینی رُخ اور مسلکی مزاج، ص۲۲،۲۳۔

کا حاصل دو چیزیں ہیں: ایک اصول وقانون اور دوسری چیز شخصیت ہے۔ اصول وقوانین بغیر ذوات وشخصیات کے اور ذوات بغیر اصول وقوانین کے معتبر نہیں، دونوں کی جامعیت معتبر ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں وضاحت فرمائی ہے: ''کہ بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہوگئے اور میری امت تہتّر فرقوں میں بٹ جائے گی، جو سب کے سب جہنم رسید ہوں گے صرف ایک فرقہ نجات والا ہوگا۔ صحابہ کرام نے پوچھا وہ ایک فرقہ کونسا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''**ما انا علیه و اصحابی**'' یعنی وہ فرقہ ہوگا جو اس طریقہ پر ہو جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں''۔ 1

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حق و باطل کو پہچاننے کے لئے معیارِ حق دو ہی چیزوں کا مجموعہ کو قرار دیا ہے، جو کلمہ ''ما'' اور ''انا...واصحابی'' سے ظاہر فرمادیا ہے، اس میں ''ما'' سے السنّت کا عنوان نکلا اور ''انا...واصحابی'' سے جماعت حقہ کا مفہوم معلوم ہوا۔ تو اس حدیث میں اہل السنّت والجماعت ہی کو نجات والا فرقہ قرار دیا گیا۔ اب اگر اس پر غور کیا جائے تو یہی لقب (اہل السنّت والجماعت) اس فرقہ حقہ کی جامعیت کو ظاہر کرتا ہے جو کتاب وشخصیت کے امتزاج سے قائم ہو۔ کوئی دوسرا لقب اس جامع حقیقت کو ادا نہیں کرسکتا ہے، مثلاً اہل القران یا اہل الحدیث ''ما'' کا مفہوم یعنی اصول وقوانین تو ادا کرتا ہے، لیکن ''انا...واصحابی'' کے مصداق یعنی شخصیات مقدسہ کو نمایاں نہیں کرتا ہے۔ اسی طرح عاشقان رسول، حزب اللہ وغیرہ القاب سے ''انا...واصحابی'' کا مفہوم تو ظاہر ہوتا ہے، لیکن ''ما'' کا مفہوم ظاہر نہیں ہوتا، جبکہ اہل السنّت والجماعت کے لقب سے دونوں کا مفہوم ادا ہوتا ہے۔ 2

---

1 جامع الترمذی، ابواب الایمان، باب ماجاء فی افتراق ھذہ الامۃ، ۳۲۳/۴، حدیث ۲۶۴۱۔

2 ماخوذ مختصراً از علماء دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج، ص ۲۲...۳۳، ۸۵...۸۹۔

دیوبندیت کیا ہے؟

دیوبندیت کیا ہے؟ ، دیوبند کسے کہتے ہیں ؟ ان سوالات کے جواب اور وضاحت میں کچھ اکابر اور مشاہیر حضرات کے ارشادات نقل کئے جاتے ہیں، جن سے مذکورہ سوالات کا جواب واضح اور ظاہر ہو جائے گا۔

۱۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کا قول

حضرت قاری صاحبؒ اس بارے میں فرماتے ہیں: ''کہ دیوبندیت کوئی مذہب یا فرقہ نہیں، بلکہ مسلک اہل السنّت والجماعت کا ایک جامع اور مکمل ایڈیشن ہے، جس میں اہل السنّت والجماعت کی ساری شاخیں اپنی اصل سے جڑی ہوئی دکھائی دیتی ہیں ۔ اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ دیوبندیت اوّلاً ولی اللّٰہیت (شاہ ولی اللہؒ کی طرف نسبت)اور ثانیاً قاسمیت (مولانا قاسم نانوتویؒ کی طرف نسبت) کا نام ہے''۔ 1

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں: ''ان اوصاف کا حامل دیوبند اور دیوبندیت ہے، کہ بیک وقت مفسر، محدث ،فقیہ، متکلم، صوفی ، مجاہد، مقلد بھی ہو اور مفکر بھی۔ یہ معتدل اور متوسط مزاج کا نام ہے جس میں نہ غلو ہو نہ مبالغہ، وسعت نظری کی بدولت نہ ان کا مشغلہ تکفیر بازی ہے اور نہ کسی کے حق میں سب وشتم اور تبرّا ہے۔ مقصد احقاق حق اور ابطال باطل ہے، اصلاح امت اور اتحاد المسلمین ہے۔ پس انہی اوصاف واحوال کے مجموعہ کا نام دارالعلوم دیوبند ہے''۔ 2

۲۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا قول

حضرت مفتی محمد شفیعؒ اس بارے میں فرماتے ہیں: ''دیوبند کوئی جداگانہ مذہب نہیں، بلکہ قرآن وسنت کی صحیح تعبیر وتعمیل کا، اور رفض وخروج ، اعتزال وظاہریت، تقلید

1 تاریخ دارالعلوم دیوبند(سید محبوب رضوی)، مقدمہ، ۲۴/۱۔

2 علماء دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج، ۱۹۲، ۱۹۳۔

وعدم تقلید، بزرگان سلف کے اتباع وانکار کے مختلف مسلکوں میں سے ایک نہایت معتدل مسلک کا نام دیوبند ہے۔جس میں تقلیداور تنقید کواپنی اپنی حد میں اختیار کیا گیا‘‘۔ 1

۳۔۔مفکراسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ کاقول

مفکراسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ فرماتے ہیں:’’ دارالعلوم دیوبند نے نہ صرف ہندوستان میں بلکہ تمام دنیامیں علم وہدایت کا نور پھیلایا،اس لئے دارالعلوم دیوبند کاپورے عالم اسلام پراحسان ہے۔دارالعلوم دیوبندایک خاص مکتب فکر کا نام نہیں، حقیقت میں اشاعت اسلام کاجذبہ ہے،اوراس جذبے کانام دارالعلوم دیوبند ہے‘‘۔ 2

۴۔۔حضرت مولانا محمدامین صفدراوکاڑویؒ کاقول

حضرت مولانا محمدامین صفدراوکاڑویؒ فرماتے ہیں:’’ دیوبندیت ان چار عناصر سے مرکب ہے: (الف) فقہ امام ابوحنیفہؒ کی۔(ب) تصوف مجددالف ثانیؒ والا، کہ بدعات سے پاک ہو۔(ج) حدیث پڑھنے کاطریقہ امام شاہ ولی اللہؒ والا کہ حدیث وفقہ میں تطبیق ہو۔(د) جذبہ جہادشاہ اسماعیل شہیدؒ والا۔ان چارچیزوں کانام دیوبندیت ہے‘‘۔ 3

۵۔۔شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی کاقول

حضرت استاذمحترم دامت برکاتہم العالیہ دیوبندیت کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:’’یہ قرآن وسنت کی اس تعبیر کا نام ہے جوصحابہ کرام اوراسلاف امت کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہے، یہ اس علم صحیح کا نام ہے جو بزرگان دین نے پیٹ پرپتھر باندھ کر ہم تک پہنچایا، یہ سیرت وکردار کی اس خوشبوکانام ہے جوصحابہ کرام اورتابعین کی سیرتوں

---

1 مجالس مفتی اعظم،ص۵۹۵،۵۹۶،نقوش وتاثرات،۸۲/۱۔
2 اقوال محمود،ص۱۸۰۔
3 خطبات صفدر،۳۲۲/۲۔

سے پھوٹی ہے، یہ اس عہدو عمل کا نام ہے جس کا سہرا بدر اور احد کے میدانوں تک پہنچتا ہے، یہ اخلاص وتقوی، تواضع، طہارت اور حق گوئی و بے باکی کا نام ہے جو تاریخ اسلام کے ہر دور میں علماءِ حق کا طرہ امتیاز رہی ہے"۔ 1

۶۔ قائد جمعیت مولانا فضل الرحمان مدظلہ العالی کا قول

حضرت فرماتے ہیں :" میں شرح صدر کے ساتھ کہتا ہوں کہ دیوبند کسی فرقے کا نام نہیں، دیوبند ایک مرکز ہے جس نے دین اسلام کو اس حقیقی روح کے ساتھ متعارف کرایا، اور دیوبند کے اس منہج کو دیوبند کے نصاب کو، اسی تعلیم کو جس نے حاصل کیا یا جو اس کی طرف منسوب ہوا اس کو دیوبندی کہتے ہیں...دیوبند کو فرقہ وارانہ لحاظ پر استعمال کرنا یہ اسلام کی آفاقیت کو محدود تر کرنے کی ایک کوشش ہے۔...دیوبند دو عناصر کا مرکب ہے: دارالعلوم اور جمعیت کا، مدرسہ اور جمعیت کا، دارالعلوم اور جمعیت کا امتزاج ہوگا تو دیوبندیت بنے گی۔ اگر دارالعلوم سے وابستہ ہے اور جمعیت علماء سے وابستہ نہیں، یا جمعیت علماء سے وابستہ ہے اور دارالعلوم سے وابستہ نہیں، کم از کم میرے نزدیک وہ کامل دیوبندی نہیں ہوسکتا"۔ 2

۷۔ شاعر مشرق علامہ اقبال مرحوم کا قول

شاعر مشرق علامہ اقبال مرحوم سے کسی نے پوچھا کہ یہ دیوبندی کیا ہے، یہ کوئی خاص مذہب ہے یا کوئی فرقہ؟۔ انھوں جواب میں فرمایا:" یہ نہیں، بلکہ ہر معقول دیندار کا نام دیوبندی ہے"۔ 3

---

1 نقوش وتاثرات،۲/۱۰۴۔

2 افکار محمود،ص ۶۳۔

3 علماء دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج،ص ۱۹۳،۱۹۴،تاریخ دارالعلوم دیوبند (سید محبوب رضوی)،۱/۲۴۔

علمائے دیوبند کی نسبتیں

ا۔۔حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کا ارشادگرامی

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ فرماتے ہیں: ''علمائے دیوبند اور اُن کے اسلاف رحمہم اللہ تعالی ہمیشہ سے جامعین شریعت وطریقت، پکّے حنفی اور متبع اسلاف اہل السنّت والجماعت ہیں، اور سلسلہ تلمذ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجددی ثم المدنی، حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی ثم المکی، حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ اسرارہم سے رکھتے ہیں۔ جس طرح سلسلہ ارادت حضرت قطب عالم حاجی امداد اللہ قدس اللہ سرہ العزیز اور اُن کے مشایخ طریقت چشتیہ، نقشبندیہ، قادریہ اور سہروردیہ سے رکھتے ہیں۔ عقائد میں وہ اہل السنّت اشاعرہ اور ماتریدیہ کے متبع، اعمال اور فروع میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں۔ ان کا علم محض زبانی نہیں، بلکہ ان کے قلوب اور جوارح بھی حقیقۃً تقوی سے مزین اور منصبغ ہیں۔ اسی بناء پر اُن کا اثر محبوبیت اور مقبولیت کا مسلمانوں میں نہایت زیادہ اور گہرا ہمیشہ سے رہا ہے''۔ 1

۲۔۔حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ کا ارشادگرامی

حضرت قاری صاحبؒ نے فرمایا: ''علماء دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج کی نسبتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ دیناً مسلم ہیں، فرقۃً اہل السنّت والجماعت ہیں، مذہباً حنفی ہیں، کلاماً ماتریدی واشعری ہیں، مشرباً صوفی ہیں، سلوکاً جامع سلاسل ہیں، فکراً ولی اللّٰہی ہیں، اصولاً قاسمی ہیں، فروعاً رشیدی ہیں، بیاناً یعقوبی ہیں، اور نسبتاً دیوبندی ہیں۔ والحمدللہ علی ھذہ الجامعیۃ''۔ 2

1 نقش حیات، ۱/۱۲۰، ۱۲۱۔

2 علماء دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج، ص ۱۹۳۔

علمائے دیوبند کے عقائد ونظریات

ا۔۔حیات الانبیاء

علمائے دیوبند انبیاء علیہم السلام کی وفات ظاہری کے بعد ان کی حیات جسمانی اور بقاء علاقہ بین الروح والجسم کے قائل ہیں۔

۲۔۔روضہ اطہر کے سفر

زیارت روضہ مطہرہ کے لئے سفر کو نہ صرف جائز بلکہ افضل المستحبات قرار دیتے ہیں۔اوراسی کو جمہوراسلاف کا مسلک سمجھتے ہیں۔

۳۔۔توسل

توسل بالانبیاء والاولیاء کو بعدالوفاۃ بھی مفیداورارجی للاجابت قرار دیتے ہیں۔یہی ہمارے اکابر کا نظریہ اورتعامل رہا ہے۔

۴۔۔بارگاہ نبوت سے حصول فیض اورسلام وآداب

زیارت قبر مطہراوراس کے ساتھ اظہارعقیدت وعظمت،سلام پیش کرنے، اوراس سے فیض حاصل کرنے کے قائل ہیں۔

۵۔۔تصوف وتزکیہ

علمائے دیوبند تصوف، بیعت اورطریقت کے نہ صرف قائل ہیں ، بلکہ اصلاح باطن کے لئے اس کوضروری سمجھتے ہیں۔

۶۔۔تقلید شخصی

علمائے دیوبند تقلید شخصی کو واجب قرار دیتے ہیں ، اور وہ امام ابوحنیفہؒ کے

مقلد ہیں، اور ساتھ تمام ائمہ کرام اور مجتہدین کی عظمت و ادب کے قائل ہیں۔

۷۔۔ائمہ طریقت کی تعظیم واحترام

علمائے دیوبند ائمہ طریقت حضرت جنید بغدادی، خواجہ بہاء الدین نقشبندی، خواجہ معین الدین چشتی، شیخ عبد القادر جیلانی، شیخ بہاء الدین سہروردی اور شیخ ابن عربی وغیرہ رحمہم اللہ تعالی کی محبت اور تعظیم کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ 1

۸۔۔توحید کامل کے ساتھ توقیر اہل اللہ

علمائے دیوبند اس طرح توحید کامل کے قائل ہیں جس میں شرک، اسباب اور موجبات شرک کا بھی شائبہ نہ ہو، مگر ساتھ ہی درجہ اعتدال میں تعظیم اہل اللہ اور توقیر اہل فضل کے بھی قائل ہیں۔

۹۔۔بشریت انبیاء کرام علیہم السلام

علمائے دیوبند انبیاء کرام علیہم السلام کو افضل المخلوقات سمجھتے ہیں، مگر ساتھ ہی ان کی بشریت کے قائل ہیں۔ خصوصًا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو افضل الکائنات، افضل البشر اور افضل الانبیاء یقین کرتے ہیں، مگر ساتھ ہی آپ کی بشریت کا بھی اقرار کرتے ہیں۔ برزخ میں آپ کی جسمانی حیات کے قائل ہیں، لیکن وہاں معاشرت دنیوی کے قائل نہیں، نہ ان کو حاضر ناظر سمجھتے ہیں۔ اس کے قائل ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اولین وآخرین کا معتد بہ علم سب سے زیادہ عطا کیا گیا لیکن اس کے باوجود آپ عالم الغیب نہیں۔

۱۰۔۔صحابہ کرام کو معیار حق قرار دینے کیساتھ ان کو تنقید سے بالاتر سمجھنا

علمائے دیوبند انبیاء علیہم السلام کے بعد صحابہ کرام کی عظمت اور افضلیت

---

1 نقش حیات، ۱/۱۲۲...۱۲۵۔

کے قائل ہیں، ان میں سے اگرچہ کسی کو معصوم نہیں سمجھتے ہیں، لیکن مغفور اور عادل سمجھتے ہیں، اور ساتھ ان کو قابل تنقید و تبصرہ نہیں سمجھتے ہیں۔ 1

(عقائد علمائے دیوبند کی تفصیل کیلئے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی ''المہند علی المفند'' کا مطالعہ ضرور کریں۔)

علمائے دیوبند کا طریقہ کار اور طرز عمل

ا۔ حدیث کے بارے میں طرز عمل

اس سلسلے میں علمائے دیوبند کا عمل اور طریقہ کار میں بڑی جامعیت اور اعتدال ہے۔ حدیث قرآن کریم کے بعد مصدر شریعت اور اصل دوم ہے، اس لئے کسی ضعیف حدیث کو بھی چھوڑنے کے لئے علمائے دیوبند تیار نہیں ہوتے بشرطیکہ وہ قابل احتجاج اور قابل عمل ہو۔ متعارض روایات میں کچھ ترک اور کچھ اخذ کے بجائے حتی الامکان جمع بین الروایات اور تطبیق کی کوشش اور سعی ہوتی ہے، البتہ جہاں تطبیق کی صورت نہ بن پڑے تو امام اعظم ابوحنیفہؒ کے اصول کی روشنی میں عام طور پر تفقہ راوی کو وجہ ترجیح شمار کرتے ہیں۔

۲۔ فقہی مسائل کے بارے میں طرز عمل

آزادی نفس سے بچنے، خودرائی اور افتراق وتفرق سے دور رہنے کے لئے ایک ہی امام کے مذہب کے دائرہ میں محدود رہنے اور فقہ معین کی پابندی کو علمائے دیوبند ضروری سمجھتے ہیں۔ وہ فقہی مسائل میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں، مگر دوسرے فقہی مذاہب کو باطل ٹھہرانے اور ائمہ کرام پر طعن کرنے کو گمراہی سمجھتے ہیں۔

۳۔ علم کلام کے بارے میں طرز عمل

علمائے دیوبند اس سلسلے میں ماتریدی کی نسبت سے معروف ہیں، لیکن

1 مسلک علمائے دیوبند، ص۲۰...۲۹، علماء دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج، ص۱۱۵، ۱۳۵۔

حقیقت میں وہ جامع بین الماتریدیت والاشعریت نظر آتے ہیں۔ وہ دین مذہب کی اصل وحی خداوندی ہی کو مانتے ہیں، اور حواس خمسہ کی طرح عقل بھی ایک خادم اور آلہ سمجھتے ہیں، نہ کہ اصل اور حاکم۔ کلامی مسائل میں خصوصیت کے ساتھ ان پر قاسمیت کا رنگ غالب ہے جو حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی حکیمانہ تعلیمات سے ماخوذ ہے۔

۴۔ تصوف وتزکیہ کے بارے میں طرز عمل

اصلاح باطن کے لئے تصوف واحسان کو علمائے دیوبند ضروری خیال کرتے ہیں، اسی طرح صوفیائے عظام کی محبت وعظمت کو ضروری سمجھتے ہیں، مگر غلو کے ساتھ ان کی قبروں کو سجدہ وطواف کو جائز نہیں سمجھتے ہیں۔ اہل قبور سے فیض کے تو قائل ہیں مگر استمداد کے قائل نہیں۔ ان کی عظمت کے تو قائل ہیں، لیکن ان کو مشکل کشا ہرگز نہیں سمجھتے ہیں۔ بدعات واختراعات سے الگ رہ کر اتباع سنت اور ادب ہی علمائے دیوبند کا لائحہ عمل ہیں۔ 1

علمائے دیوبند کے امتیازات وخصوصیات، اکابر ومشاہیر کی نظر میں

اکابرین علمائے دیوبند جن سے اللہ تعالی نے دین کا جو کام لیا ہے وہ ایک روشن باب ہے، ان کی قربانیاں اور خدمات اظہر من الشّمس ہیں، انھوں نے دین کے تمام شعبوں اور میدانوں کو سنبھالا۔ ایک طرف اللہ تعالی کا انتخاب ہے اور دوسری طرف اللہ تعالی نے ان میں کچھ ایسی خصوصیات ودیعت رکھیں جن کی بنا پر ان کی دینی خدمات مقبول اور معروف ہیں۔ یہاں پر اکابر کے اقوال کی روشنی میں علمائے دیوبند کی اہم خصوصیات اور امتیازات کا تذکرہ پیش خدمت ہے۔

---

1 علمائے دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج، مختصراً، ص ۱۲۵...۱۶۲۔

علمائے دیوبند کی خصوصیات

مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی نظر میں

ا۔۔جامعیت

علمائے دیوبند کی ایک اہم خصوصیت وہ ان کی جامعیت ہے، اس طرح کہ وہ اصول پسند بھی ہیں کہ قرآن ، سنت ، اجماع اور قیاس کو مانتے ہیں ، اور ساتھ وہ شخصیات پرست بھی ہیں کہ انبیاء کرامؑ ،صحابہ کرامؓ ،فقہاء مجتہدین ومحدثین اور صوفیائے کرام سب کی عظمت واحترام کے قائل ہیں۔ان کے ہاں نہ صرف لٹریچر اور مطالعہ کافی ہے، اور نہ صرف شخصیتوں کی نسبت کافی ہے۔ان کا مسلک جامع عقل وعشق، جامع علم ومعرفت ، جامع عمل واخلاق، جامع جہاد ومجاہدہ، جامع دیانت وسیاست، جامع روایت ودرایت، جامع خلوت وجلوت، جامع عبادت ومدنیت، جامع حُکم وحکمت، جامع ظاہر وباطن اور جامع حال وقال مسلک ہے۔ان کا رنگ تعلیمی ہے، پھیلاؤ تبلیغی ہے، جماؤ معاشرتی ہے، بچاؤ افتائی اور قضائی ہے، چڑھاؤ ریاضت وسپہ گری ہے، ضبط نفس تربیتی ہے، مدافعت مجاہدانہ ہے اور دعوت بین الاقوامی ہے۔

۲۔۔احترام سلف اوران کا ادب وعظمت

علمائے دیوبند کی دوسری خصوصیت احترام سلف ہے، ان کے ہاں جیسے دین کے سارے علمی وعملی شعبے واجب الاعتبار ہیں، ایسے ہی ان شعبوں کی ساری شخصیات واجب العقیدت والعظمت ہیں ۔ان کی محبت وعظمت ہی مسلک علماء دیوبند کی اہم ترین اساس وبنیاد ہے، ذات نبویؐ سے لیکر صحابہؓ، تابعین ، ائمہ مجتہدین اور صوفیائے کرام جس قدر بھی عظیم شخصیتیں ہیں فرق مراتب کے ساتھ ان سب کی عظمت، احترام اور ادب علماء دیوبند کے مسلک کا جوہر ہے۔

حضرت شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کا واقعہ ہے، وہ فرماتے ہیں: ”کہ میں نے ہمیشہ سے اپنی عادت یہ رکھی ہے کہ جب کسی پیغمبر کا اسم گرامی آئے تو علیہ وعلی نبینا الصلوٰۃ والسلام یا علیہ السلام کہوں، اور اگر کسی صحابی کا نام گرامی تنہا آئے تو رضی اللہ عنہ کہوں، اور اگر سند حدیث میں دوسرے اکابر کے ساتھ آئے تو رضی اللہ عنہ وعنہم کہوں، اور اگر ائمہ مذاہب اور علماء واولیاء وسلف کا نام آئے تو تنہا ایک کا نام آئے تو رحمہ اللہ تعالیٰ اور اگر چند کا نام آئے تو رحمہم اللہ تعالیٰ کہوں، خواہ وہ اپنے مذہب کے ہوں یا شافعی، مالکی، حنبلی ہوں بشرطیکہ اہل السنّت والجماعت ہوں۔ افسوس ہے کہ اہل درس وطلباء اس کا خیال نہیں کرتے، حالانکہ یہ امر بہت مہتم بالشان ہے اور کتب اصول حدیث وغیرہ میں اس کی تائید کی گئی ہے“۔ پھر حضرت مدنیؒ نے مدینہ منورہ کے قیام کے دوران اپنے سلسلہ رویائے صالحہ کے تذکرے میں اس خواب کا بھی ذکر فرمایا ہے: ”کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص کہتا ہے کہ ائمہ مذاہب اور یا ائمہ طرق تیرے لئے دعا کرتے ہیں، کیونکہ تو اثناء درس میں جب کسی کا ذکر آتا ہے تو ان کے لئے رحمہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے۔ اور ساتھ میں نے خواب میں دیکھا کہ کچھ لوگ مختلف مقامات پر گردو پیش بیٹھے ہوئے ہاتھ دعا کر رہے ہیں“۔ 1

حضرت مفتی محمد شفیعؒ نے شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے: ”کہ ادوات علم کا ادب اسباب حصول علم میں سے ہے، یعنی علم جن جن ذرائع سے حاصل ہوتا ہے ان سب کا ادب کرنا چاہیئے“۔ 2

۳۔ سند واستناد

حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ کے بقول علمائے دیوبند کی تیسری

1 نقش حیات، ۱/۱۱۱۔

2 مجالس مفتی اعظم، ص ۵۹۵۔

خصوصیت سند واستناد ہے، وہ کتاب وسنت کی مراد فہمی اور سمجھنے میں خود رائی سے بچ کر مستند اساتذہ کے درس وتدریس کو بنیاد سمجھتے ہیں، نیز اخلاق وتزکیہ کے لئے مستند مربیوں کی صحبت اختیار کرتے ہیں، اور ان دونوں شعبوں (علم واخلاق) میں سند متصل کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے استناد قائم کرنا علمائے دیوبند کی اہم خصوصیت ہے۔ محض ورق گردانی اور مطالعہ سے دین سمجھنا ان کے مسلک کے خلاف ہے۔ ان کے ہاں فہم مراد کا طریقہ تعلیم وتربیت ہے، جس کی دو بنیادی رکن ہیں: ایک کتاب اور دوسرا مربی استاذ، اور اس کے ساتھ دو شرطیں ہیں: ایک استناد وسند اور دوسری توارث کے ساتھ تربیت یافتہ ذہنیت اور ذوق۔

۴۔۔ کتاب وشخصیت کا امتزاج

علمائے دیوبند کی چوتھی اہم خصوصیت کتاب وشخصیت کا حَسین امتزاج ہے۔ ہدایت اور رہنمائی کے ان دونوں عنصروں کے امتزاج سے علمائے دیوبند میں اعتدال پسندی، میانہ روی، اور وسعت اخلاقی کی قوتیں نمودار ہوئیں۔ شخصیات کی عقیدت اور پیروی سے تواضع اور خاکساری نمایاں ہوتی ہے جس سے علمی گھمنڈ، تکبر اور فخر وغرور کی راہ نہ ملتی، اور کتاب وسنت کے علم سے حدود شناسی اور معرفت مراتب ومقامات پیدا ہوتی ہے۔ بہر حال علمائے دیوبند کتابی بھی ہیں اور شخصیاتی بھی ہیں۔

۵۔۔ اعتدال ومیانہ روی

پانچویں خصوصیت اعتدال ہے، علمائے دیوبند نے ہر وقت اعتدال ہی سے کام لیا ہے، عبادات، معاملات، اخلاق وملکات، مالیات واقتصادیات، افکار ونظریات اور عام دینیات میں اسلام کا بنیادی مقصد عدل واعتدال ہے۔ علمائے دیوبند نے ہمیشہ اعتدال کا دامن پکڑا ہوا ہے، غلو ومبالغہ اور تشدد وانتہا پسندی ان کے

مسلک ومزاج میں نہیں۔

٦۔۔اہل السنّت والجماعت کا سچا مصداق ہونا

جو رُخ اور مزاج اہل السنّت والجماعت کا ہے وہی علماء دیو بند کا دینی مزاج ہے۔اہل السنّت والجماعت اپنے تمام اوصاف کے ساتھ انہی پر چسپاں ہے،اور علماء دیو بند اس کا ہی سچا مصداق ہے۔ 1

حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ کی نظر میں

ا۔۔دنیا سے بے رغبتی

علمائے دیو بند کی ایک خصوصیت وہ دنیا سے بے رغبتی ہے، غیر سازگار حالات میں انہوں نے دین کی خدمت جاری رکھی،قلیل مشاہرہ پر انہوں نے گذارہ کیا،ان کو بڑی بڑی تنخواہ کی پیشکشیں ہوئیں لیکن انہوں نے فقر وفاقہ کا سامنا کیا اور ان پیشکشوں کو ٹھکرایا۔دارالعلوم دیو بند کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ہر علم وفن میں یکتائے روزگار تھے،ان کی تصانیف آج بھی ان کے علوم کے شاہد ہیں،لیکن ان کا یہ عالم تھا کہ ان کے پاس کبھی کپڑوں کے دو سے زیادہ جوڑے جمع نہیں ہوئے۔ اسی طرح مولانا سید احمد دہلویؒ دارالعلوم دیو بند کے قرن اول کے اساتذہ میں سے تھے اور فلسفہ ریاضی، ہیئت اور دیگر علوم میں اس وقت ان کا ثانی نہیں تھا، انہوں نے ساری عمر دیو بند کے قصبہ میں گذاری اور اس حالت میں دنیا سے تشریف لے گئے کہ دیو بند میں ان کی ذاتی جائیداد تو کجا رہنے کا مکان بھی اپنا نہیں تھا۔حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ حدیث کے اُونچے درجے کے اساتذہ میں سے تھے،لیکن آخر عمر تک ایک کچے مکان میں مقیم رہے، اور صرف اس لئے پختہ مکان نہیں بنوایا کہ محلّہ غریبوں کا تھا اور جب تک سب کے مکان پختہ نہ بن جائیں اپنا مکان پکا کرانے کو دل

1 علماء دیو بند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج، مختصراً ص۹۳...۱۱۲، ۱۷۷، ۱۷۸۔

نہیں مانتا تھا۔

۲۔۔فنائیت وسادگی

حضرت مفتی محمد شفیعؒ کے بقول علمائے دیوبند کی دوسری خصوصیت وہ ان کی فنائیت اورسادگی ہے، چنانچہ حضرت مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں: ’’حقیقت یہ ہے کہ فنائیت اکابرین دارالعلوم دیوبند کے طبقے میں مخصوص تھی، یعنی سب کچھ ہونے کے باوجود اپنے آپ کوفنا کردینا اوراپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھنا۔حضرت حاجی امداداللہ قدس اللہ سرہ اوران کے متعلقین اورمریدین کواللہ تعالی نے خصوصیت سے یہ چیز عطا فرمائی تھی، جس میں یہ چیز (فنا) نہیں توسمجھ لوکہ اس کا اس سلسلے سے تعلق یا توصحیح نہیں یا وہ تعلق بہت کمزور ہے۔تعظیمی القاب کے تکلفات تو بعد میں پیدا ہوئے، حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ جو دارالعلوم دیوبند کے پہلے طالب علم تھے اور بعد میں علم وسیاست دونوں میدانوں میں عالمگیر شہرت حاصل کی جب دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس ہوئے تو انہیں صرف ’’بڑا مولوی صاحب‘‘ کہا جاتا تھا۔مفتی عزیز الرحمان صاحبؒ دارالعلوم دیوبند کے مفتی اعظم تھےلیکن وہ محلے کی بیواؤں، یتیموں اور بے کس افراد کا سودا سلف خوداپنے ہاتھوں سے لاکرانہیں پہنچایا کرتے تھے‘‘۔

۳۔۔کتاب اللہ اوررجال اللہ دونوں سے تعلق ہونا

علمائے دیوبند کی تیسری خصوصیت ہے کتاب اللہ اوررجال اللہ دونوں سے تعلق ہونا، ان کا مسلکی یہ رہا ہے کہ دین صرف کتابی حروف ونقوش کا نام نہیں اور نہ دین محض کتابوں سے سمجھا جاسکتا ہے۔اللہ تعالی نے ہمیشہ کتاب کے ساتھ رسول کواس لئے بھیجا ہے کہ وہ اپنے عمل سے کتاب کی تفسیر کرے۔لہذا دین کوسمجھنے کے لئے کتاب اللہ اوررجال اللہ لازم وملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔

۴۔۔علم وعمل دونوں کا مجموعہ

علمائے دیوبند کی چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ وہ صرف ظاہری علوم ہی سے آراستہ نہیں، بلکہ ان میں اخلاق وعمل اور عشق ومحبت کا سوز وساز بھی شامل تھا۔حضرت مولانا محمد یاسین صاحبؒ (والد ماجد مفتی محمد شفیعؒ) دارلعلوم دیوبند کے قرن اول کے طلباء میں سے تھے،وہ فرمایا کرتے تھے:''کہ ہم نے دارالعلوم دیوبند کا وہ زمانہ دیکھا ہے جب اس کے ایک چپراسی سے لےکرصدر مدرس اور مہتمم تک ولی کامل تھا۔دن کے وقت یہاں علوم وفنون کے چرچے ہوتے تھےاور رات کے وقت اس کا گوشہ گوشہ اللہ کے ذکراور تلاوت قرآن سے گونجتا''۔

۵۔۔مسلک اعتدال

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے بقول علمائے دیوبند کی ایک اہم خصوصیت یہ رہی ہے کہ انہوں نے اپنے مسلک اعتدال کی طرف دوسروں کو دعوت دی اور خود بھی ہمیشہ اس پر کاربند رہے،حتی کہ دوسروں پر تنقید کے سلسلے میں بھی پیغمبرانہ اعتدال والا اسلوب اختیار کیا۔ 1

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی نظر میں

ا۔۔فروعی اختلافی مسائل کی طرف کم توجہ دینا

علمائے دیوبند کی توجہ اصول یعنی توحید وسنت کی طرف مبذول رہی ،توحید کامل اور دینی غیرت وحمیت ان کی خصوصیت ہے،حتی الوسع اختلافی مسائل کی طرف توجہ نہیں دی۔

---

1 ماخوذ از مجالس مفتی اعظم،ص۵۲۲...۵۲۷،۵۵۴...۵۶۳۔

۲۔۔اخلاص اور اتباع سنت

علمائے دیوبند نے دین کی خدمت اور کام صرف اللہ تعالی کی رضامندی اور اخلاص کے ساتھ ادا کیا، شہرت، ریاکاری اور نفسانی تقاضوں سے دور رہے۔ اور ہر چیز کو سنت کے مطابق کرنے کی کوشش کی۔

۳۔۔تزکیہ وصفائی باطن

علمائے دیوبند نے صرف علوم ظاہری پر اکتفاء نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالی والوں کی صحبت میں رہ کر اصلاح باطن کی بھرپور کوشش کی، وہ ظاہر و باطن دونوں علوم سے مالا مال رہے۔

۴۔۔جذبہ حریت و جہاد اور اعلاء کلمۃ اللہ کا جذبہ اور کوشش

علمائے دیوبند کی ایک اہم خصوصیت حضرت ندویؒ کے بقول یہ ہے کہ انہوں نے ہمیشہ اعلاء کلمۃ اللہ اور جہاد و حریت کے لئے جدوجہد اور سعی فرمائی، جذبہ حریت و جہاد کو زندہ رکھا۔ 1

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے ۱۹۸۰ء کو دیوبند میں دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ جلسے کے موقع پر اپنے خطاب میں علماء دیوبند کی مذکورہ چار خصوصیات کا تذکرہ کیا۔ مفکر اسلام حضرت مفتی محمودؒ کی قیادت میں پاکستانی وفد نے اس جلسے میں شرکت کی تھی، حضرت ندویؒ کے بیان کے بعد مفتی صاحبؒ کا بیان تھا، انہوں نے اپنی تقریر میں حضرت ندویؒ کے مذکورہ ارشادات اور گفتگو کی مکمل تائید کرتے ہوئے فرمایا: ''کہ ہم پاکستان جاکر انہی اصولوں اور خصوصیات پر ان شاءاللہ کام کرینگے اور علماء کو ان سے اگاہ کرینگے''۔ لیکن زندگی نے ان کے ساتھ وفا نہ کی، پاکستان واپس

1 مجالس علی میاں، ص ۱۱۶۔

آنے کے چند مہینے بعد ان کا انتقال ہوا، اور اس طرح ان اصولوں اور خصوصیات پر کام کرنے کا موقع ان کو نہ مل سکا۔ 1

مولانا شیخ سلیم اللہ خان صاحبؒ کی نظر میں

ا۔ اہل السنّت والجماعت کا طریقہ کار اپنانا

علمائے دیوبند نے دین کا وہ راستہ اختیار کیا جو ''ما انا علیه و اصحابی'' کا مصداق ہے، وہ حقیقی معنوں میں اہل السنّت والجماعت ہیں۔ ہر دینی معاملے میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور حضرات صحابہ کرامؓ کے طریقے کار پر پابند رہے۔

۲۔ اخلاص وللّٰہیت

ان کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے دین کا جو بھی کام کیا وہ اخلاص وللّٰہیت کی بنیاد پر کیا، اپنی ذات کی شہرت یا دنیاوی غرض کے حصول کے لئے انہون نے دین کا لیبل استعمال نہیں کیا۔ اور اسی وجہ سے اللہ سبحانہ وتعالی نے ان کے کام کو دوام واستحکام بخشا۔

۳۔ اعتدال

علمائے دیوبند کی تیسری خصوصیت وہ ان کا وصف اعتدال ہے، دینی امور، سیاسی معاملات، ذاتی تعلقات اور اختلاف واتفاق میں ہمیشہ افراط وتفریط سے بچتے رہے۔ انہوں نے دینی امور میں نہ بے جا تشدد کا استہ اختیار کیا اور نہ ہی جواز وعدم جواز کے سلسلے میں ایسی چشم پوشی اور تفریط سے کام لیا جس کی شرعاً گنجائش نہ ہو۔

---

1 ماہنامہ القاسم نوشہرہ، جولائی، ۲۰۰۹ء۔

۴۔۔تعلق مع اللہ

ان کی چوتھی خصوصیت تعلق مع اللہ ہے، انہوں نے سبحانہ وتعالی کے ساتھ اپنے معاملات کو درست رکھنے اور اللہ تعالی کے ساتھ خاص تعلق پیدا اور برقرار رکھنے میں کوتاہی نہیں برتی، وہ تعلق مع اللہ پیدا کرنے کی فکر اور اپنی اصلاح وتزکیہ اور محاسبہ نفس سے کبھی غافل نہیں ہوئے۔

۵۔۔مساجد و مدارس سے اپنا ناطہ نہ توڑنا

اکابر علمائے دیو بند نے مساجد و مدارس سے اپنا ناطہ نہیں توڑا، وہ دین کے مختلف شعبوں کے لئے سرگرم رہے ہیں، مختلف قومی وملی تحریکوں اور ملکی سیاست میں بھی انہوں نے سرگرم حصہ لیا، لیکن مسجد ومدرسہ سے ان کا رابطہ کبھی منقطع نہیں ہوا۔ حضرت شیخ الہند، حضرت مدنی، حضرت مفتی کفایت اللہ، حضرت مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک، محدث العصر حضرت محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا مفتی محمود، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہم اللہ تعالی ان سب اکابر نے مختلف تحریکوں اور قومی وملکی سیاست میں بھرپور حصہ لیا اور کئی تحریکوں میں قیادت وسیادت کی زمام بھی ان ہی کے ہاتھوں میں رہی، لیکن دوسری طرف مسجد کے منبر ومحراب اور مدرسہ کے مسند درس وتدریس کو آخر وقت تک مستقل طور پر انہوں نے خیر باد نہیں کہا۔ بارہا ایسا ہوا کہ شیخ الاسلام مدنیؒ نے رات کو کسی جلسے کی صدارت فرمائی اور وہاں سے آتے ہی بخاری شریف کے درس دینے میں مصروف ہوگئے۔ 1

1 ماہنامہ وفاق المدارس العربیہ ملتان، ربیع الثانی، ۱۴۲۵ھ، ص۳...۵۔

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی کی نظر میں

۱۔۔دین کی صحیح تعبیر و تصور

علمائے دیوبند کا خاص وصف وہ دین کی صحیح تعبیر، دین کا صحیح تصور اور دین کے اوپر صحیح اعتدال والا عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو خاک بوریہ نشینوں کو یہ وصف عطا فرمایا ہے وہ بڑے بڑے محققین فصاحت و بلاغت کے شہسواروں میں نظر نہیں آتا۔

۲۔۔تواضع و فنائیت

علمائے دیوبند کی ایک خصوصیت ان کی فنائیت اور تواضع ہے، وہ علم و فضل کے پہاڑ تھے، تحقیق و تدقیق کے شناور تھے لیکن ان کے سراپا کو دیکھو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اپنے علم و کمال کی ہوا بھی نہیں لگی۔ حضرت نانوتویؒ فرماتے تھے: ’’کہ اگر دو حرفِ علم کی تہمت قاسم کے سر پر نہ ہوتی تو لوگوں کو پتہ بھی نہ چلتا کہ قاسم کہاں پیدا ہوا اور کہاں مرگیا‘‘۔ ایک دفعہ حضرت شیخ الہندؒ کے گھر میں شادی تھی، تو حضرت مدنیؒ جو اس وقت شیخ الحدیث تھے وہ اپنے سر پر مٹکا رکھ کر شیخ الہندؒ کے گھر پہنچا رہے ہیں، اتنا بڑا شیخ الاسلام مگر اپنی ذات کا کوئی احساس نہیں۔

۳۔۔حسن معاشرت

ہمارے بزرگوں کا ایک خاص وصف وہ حسن معاشرت ہے، آج کی دنیا میں لوگوں نے دین نام رکھ لیا صرف عقائد اور عبادات کا، معاملات اور معاشرے میں حلال و حرام کی فکر نہیں، معاشرت کو دین سے خاج کردیا گیا ہے، حالانکہ یہ دین کا عظیم حصہ ہے۔ ان بزرگوں کا معاملہ یہ تھا کہ اپنی ذات سے کسی بھی دوسرے انسان کو ادنی تکلیف نہ پہنچے۔ 1

---

1 اصلاحی خطبات، ۱۹/۱۳۴...۱۳۸۔

بہر حال مذکورہ حضرات نے اپنے اپنے ذوق اور نظر سے علمائے دیوبند کی چند اہم خصوصیات کا ذکر کیا، اور در حقیقت علمائے دیوبند ان ساری خصوصیات کے حامل اور ان سب سے متصف تھے۔

دارالعلوم دیوبند کے لئے حضرت نانوتویؒ کے ہشت (آٹھ) بنیادی اصول

بانی دارالعلوم دیوبند حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے دار العلوم کے لئے آٹھ الہامی وصول وضع کئے ہیں جو خود ان کے نوشتہ اور لکھے ہوئے ہیں ۔تحریک خلافت کے زمانہ میں مولانا محمد علی جوہرؒ جب دارالعلوم دیوبند تشریف لائے اور ان اصولوں کو دیکھا تو ان کی آنکھوں میں آنسوں اگئے اور بے ساختہ فرمایا: ”کہ ان اصولوں کا عقل سے کیا تعلق؟ یہ تو الہامی ہیں“۔ 1

ا۔۔تا مقدور کارکنان مدرسہ کو تکثیر چندہ پر نظر رہے، آپ کوشش کریں اوروں سے کرائیں۔خیر اندیش مدرسہ کو یہ بات ہمیشہ ملحوظ رہے۔

۲۔۔ابقاء طعام طلبہ بلکہ افزائش طلبہ میں جس طرح ہو سکے خیر اندیشان مدرسہ ہمیشہ ساعی رہیں۔

۳۔۔مشیران مدرسہ کو ہمیشہ یہ بات ملحوظ رہے کہ مدرسہ کی خُوبی اور اسلوبی ہو، اپنی بات کی پچ نہ کی جائے ، خدانخواستہ جب اس کی نوبت آئے گی کہ اہل مشورہ کو اپنی مخالفت رائے اور اوروں کی رائے کے موافق ہونا ناگوار ہو تو پھر اس مدرسہ کی بنیاد میں تزلزل آجائے گا۔القصہ تہ دل سے بروقت مشورہ اور نیز اس کی پس و پیش میں اسلوبی مدرسہ ملحوظ رہے۔سخن پروری نہ ہو، اور اس لئے ضروری ہے کہ اہل مشورہ اظہار رائے

1 تاریخ دارالعلوم دیوبند (سید محبوب رضوی)،۱/۱۴۸۔

میں کسی وجہ سے متأمل نہ ہو اور سامعین بہ نیت نیک اس کو سنیں، یعنی یہ خیال رہے کہ اگر دوسرے کی بات سمجھ میں آجائے گی تو اگرچہ ہماری مخالف کیوں نہ ہو بدل وجان قبول کریں گے۔ اور نیز اسی وجہ سے یہ ضروری ہے کہ مہتمم امورہ مشورہ طلب میں اہل مشورہ سے ضرور مشورہ کیا کرے، خواہ وہ لوگ ہوں جو ہمیشہ مشیر مدرسہ رہتے ہیں یا کوئی وارد صادر جو علم وعقل رکھتا ہو اور مدرسوں کا خیر اندیش ہو، اور اسی وجہ سے ضروری ہے کہ اگر اتفاقاً کسی وجہ سے کسی اہل مشورہ سے مشورہ کی نوبت نہ آئے اور بقدر ضرورت اہل مشورہ کی مقدار معتد بہ سے مشورہ کیا گیا ہو تو پھر وہ شخص اس وجہ سے ناخوش نہ ہو کہ مجھ کو کیوں نہ پوچھا، ہاں اگر مہتمم نے کسی سے نہ پوچھا تو پھر اہل مشورہ معترض ہوسکتا ہے۔

۴۔ یہ بات بہت ضروری ہے کہ مدرسین مدرسہ باہم متفق المشرب ہوں اور مثل علماء روزگار خود بین اور دوسروں کے درپے توہین نہ ہوں۔ خدانخواستہ جب اس کی نوبت آئے گی تو پھر اس مدرسہ کی خیر نہیں۔

۵۔ خواندگی اس انداز سے جو پہلے تجویز ہو چکی ہے، یا بعد میں کوئی اور انداز مشورہ سے تجویز ہو، پوری ہو جایا کرے ورنہ یہ مدرسہ تو خوب آباد نہ ہوگا اور اگر ہوگا تو بے فائدہ ہوگا۔

۶۔ اس مدرسہ میں جب تک آمدنی کی کوئی سبیل یقینی نہیں جب تک یہ مدرسہ ان شاء اللہ بشرط توجہ الی اللہ اسی طرح چلے گا۔ اور اگر کوئی آمدنی ایسی یقینی حاصل ہوگئی جیسے جاگیر یا کارخانہ تجارت یا کسی امیر محکم القول کا وعدہ، تو پھر یوں نظر آتا ہے کہ یہ خوف ورجا جو سرمایہ رجوع الی اللہ ہے ہاتھ سے جاتا رہے گا اور امداد غیبی موقوف ہو جائے گی اور کارکنوں میں باہم نزاع پیدا ہو جائے گا۔ القصّہ آمدنی اور تعمیر وغیرہ میں ایک نوع کی بے سروسامانی ملحوظ رہے۔

۷۔۔سرکار کی شرکت اور اُمراء کی شرکت بھی مضر معلوم ہوتی ہے۔

۸۔۔تا مقدور ایسے لوگوں کا چندہ زیادہ موجب برکت معلوم ہوتا ہے جن کو اپنے چندہ سے اُمید ناموری نہ ہو، بالجملہ حسن نیّت اہل چندہ زیادہ پائیداری کا سامان معلوم ہوتا ہے۔ 1

1 (خطبات حکیم الاسلام، آزادی ہند کا خاموش رہنما، ۶/۵۳۵، ۵۳۷، تاریخ دار العلوم دیوبند (سید محبوب رضوی)، ۱/۱۵۳، ۱۵۴۔)

باب دوم: سیاست کی تعریف وتعارف

لفظ سیاست کی تحقیق

سیاست: **ساس یسوس سیاسة، قال یقول** کےوزن پر مصدر کا صیغہ ہے،اس کا دوسرا مصدر **ساس یسوس سوسا، قال یقول قولا** کےوزن پر بھی آتا ہے۔ **والسوس : الریاسة ، یقال : ساسوهم سوسا، واذا رأسوه قیل: سوسوه وأساسوه. وساس الامرَ سیاسة : قام به .** 1

''یعنی سیاست عربی لفظ ہے،اس کے معنی ریاست،سرداری اور کسی امر کی نگرانی اوراس کوسرانجام دینے کے بھی ہیں''۔

عام علماء اوراہل لغت تواس کوعربی لفظ مانتے ہیں،لیکن علامہ الوسیؒ کی تحقیق کے مطابق اصلاً یہ عربی لفظ نہیں ، بلکہ یہ ماخوذ ہے''سی ایسا'' عجمی لفظ سے جس کے معنی ہیں تین قوانین ، ذوالقرنین جو دنیا کا بادشاہ گذرا ہے،انہوں نے مملکت کے حصوں کو اپنے تین بیٹوں میں تقسیم کیا تھا اور ہر ایک کے لئے الگ الگ قانون وضع کیا تھا اور تین قوانین بنائے تھے،تو سیاست کا لفظ''سی ایسا'' سے ماخوذ ہےاوراس کے معنی ہیں تین قوانین۔

وفی عامة التواریخ انه ملك الارض وقسمها بین بنیه الثلاثة... ووضع لکلٍ قانونا تحکم به وسمیت القوانین الثلاثة سیاسة ، فهی معربة سی ایسا ای ثلاثة قوانین ۔ 2

1 لسان العرب، فصل السین المھملة، ۱۰۸/۶۔

2 روح المعانی، الکھف، ایات:۸۲...۸۵، ۳۴۶/۸۔

سیاست کے لغوی معنی

۱۔۔علامہ عیاض البستی (المتوفی:۵۴۴ھ) نے فرمایا: والسیاسة القیام علی الشئ و التدبیر له. 1 ''کسی چیز کی نگرانی، دیکھ بھال اوراس کے لئے تدبیر کا نام سیاست ہے''۔

۲۔۔علامہ ابن الاثیر الجزری (المتوفی:۶۰۶ھ) نے فرمایا: والسیاسة القیام علی الشئ بما یصلحه. 2 ''سیاست کہتے ہیں کسی چیز کے مناسب دیکھ بھال کرنا''۔

۳۔۔صاحب المعجم الوسیط فرماتے ہیں: ساس... الناس سیاسة تولی ریاستهم وقیادتهم. 3 ''سیاست کہتے ہیں ملک کی سربراہی اور لوگوں کی قیادت کرنا''۔

۴۔۔علامہ وحید الزمان کیرانوی نے سیاست کے معنی ذکر کئے ہیں: (الف) ملکی معاملات کے تدبیر وانتظام (ب) معاملات کی نگہداشت (ج) حکمت عملی (د) پالیسی، ڈپلومیسی (ط) اصول حکمرانی۔ 4

حدیث شریف میں لفظ سیاست کا استعمال

ان اسماء قالت: کنت اخدم الزبیر خدمة البیت وکان له فرس وکنت اسوسه، فلم یکن من الخدمة شئ اشد علی من سیاسة الفرس، کنت احتش له واقوم علیه وأسوسه، قال: ثم انها اصابت خادما، جاء النبی صلی علیه وسلم سبی فاعطاها خادما، قالت کفتنی

1 مشارق الانوار علی صحاح الآثار، حرف السین، ۲/۲۳۱۔
2 النهایة فی غریب الحدیث والاثر، باب السین مع الواو، ۲/۴۲۱۔
3 المعجم الوسیط، باب السین، ۱/۴۶۲۔
4 القاموس الوحید، ص۸۲۲۔

سیاسة الفرس عنی مؤنته. 1

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ جو حضرت زبیرؓ کے نکاح میں تھیں، وہ فرماتی ہیں: ”کہ میں حضرت زبیرؓ کے گھر میں خدمت کیا کرتی تھی، خصوصاً ان کا ایک گھوڑا تھا، اس کا دیکھ بھال بھی میرے ذمہ تھا، اورس کا دیکھ بھال میرے لئے تمام کاموں میں زیادہ مشقت والا تھا، کہ میں اس کے چارے کا انتظام اور دیکھ بھال کیا کرتی تھی۔ راوی فرماتے ہیں کہ جب اپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ غلام اور لونڈیاں ملیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک لونڈی حضرت اسماءؓ کو عطا فرمائی۔ تو حضرت اسماءؓ نے فرمایا: کہ اب اس گھوڑے کا دیکھ بھال میری جگہ وہ لونڈی سنبھالنے لگی اور یہ بوجھ مجھ سے اتار دیا“۔

تو اس حدیث شریف میں سیاست اپنے لغوی معنی یعنی انتظام اور تدبیر میں استعمال ہوا ہے۔

سیاست کے اصطلاحی معنی اور تعریف

ا۔ امام غزالیؒ (المتوفی: ۵۰۵ھ) کی نظر میں

والسیاسة: وهی للتالیف والاجتماع والتعاون علی اسباب المعیشة وضبطها۔۔۔ والسیاسة فی استصلاح الخلق وارشادهم الی الطریق المستقیم المنجی فی الدنیا والاٰخرة علی اربع مراتب. 2

”سیاست کہتے ہیں: باہمی الفت واجتماع، اور معیشت کے اسباب اور انتظام میں ایک دوسرے سے تعاون کرنے کو، اور حاصل اس کا یہ ہے کہ لوگوں کی اصلاح کا انتظام اور ایسی صراط مستقیم کی طرف ان کی رہنمائی کرنا جس میں دنیا اور آخرت دونوں کی کامیابی ہو“۔

1 صحیح مسلم، کتاب السلام، باب جواز ارداف المرأة الاجنبیة اذا اعیت فی الطریق، ۱۷۱۶/۴۔
2 احیاء علوم الدین، کتاب العلم، الباب الاول فی فضل العلم والتعلیم ۱۳/۱۔

اس تعریف سے سیاست کے فوائد اور مقاصد بھی معلوم ہو گئے کہ قومی وحدت، مضبوط معیشت اور قوم کی صحیح رہنمائی اور قیادت جس کی وجہ سے دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی ہو۔

۲۔ ابوالوفاء ابن عقیلؒ (المتوفی: ۵۱۳ھ) کی نظر میں

فقال ابن عقیل : السیاسة ما کان من الافعال بحیث یکون الناس معه اقرب الی الصلاح وابعد عن الفساد، وان لم یشرّعه الرسول صلی اللہ علیه وسلم ولا نزل به وحی . 1

”سیاست ان اموراور تدبیروں کا نام ہے جن کی وجہ سے لوگ اصلاح کے نزدیک اور فساد سے دور ہوں، اگر چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرانجام نہ دیئے ہوں، اور نہ وحی میں ان کی صراحت ہو“۔

۳۔ امام ابوحفص عمر نسفیؒ (المتوفی: ۵۳۷ھ) کی نظر میں

السیاسة حیاطة الرعیة بما یصلحها لطفا وعنقا. 2

”سیاست کہتے ہیں: حسب ضرورت عوام اور پبلک کے مناسب اصلاح کرنا، نرمی کے موقع پر نرمی سے اور سختی کے موقع پر سختی سے کام لینا“۔

۴۔ علامہ ابن خلدونؒ (المتوفی: ۸۰۸ھ) کی نظر میں

السیاسة المدنیة هی تدبیر المنزل او المدنیة بما یجب بمقتضی الاخلاق والحکمة. 3

”اخلاق اور حکمت کے مطابق گھریلوں اور شہری تدبیروں کا نام سیاست

1 اعلام الموقعین، العمل بالسیاسة ۴/۲۸۳، الطرق الحکمیة، فصل فی العمل فی السلطنة بالسیاسة الشرعیة، ۱/۱۲۔

2 طلبة الطلبة فی الاصطلاحات الفقهیة، کتاب الدیات، ۱/۱۶۷۔

3 تاریخ ابن خلدون، الکتاب الاول فی طبعیة العمران فی الخلیقة، ۱/۵۰۔

ہے"۔

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں: **هی کفالة للخلق و خلافة لله فی العباد لتنفیذ احکامه۔** 1

"مخلوق کی کفالت کرنے کے ساتھ اللہ تعالی کے نائب ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالی کے احکام کو نافذ کرنے کا نام سیاست ہے"۔یعنی سیاست دو چیزوں کا نام ہے: ایک حسب ضرورت اور حکمت مخلوق کی کفالت اور اسباب زندگی کی تدبیر، اور دوسری چیز اللہ تعالی کے احکام کا نفاذ۔ان دونوں کے مجموعہ کا نام سیاست ہے۔

۵۔۔علامہ ابن نجیمؒ (المتوفی:۹۷۰ھ) کی نظر میں

یقال : ساس الامر بمعنی قام به ، وهو سائس من قولهم ساسه وسوّسه القوم جعلوه یسوسهم ، والسوس الطبع والخُلق ، یقال : الفصاحة من سوسه والکرم من سوسه ای من طبعه ، فهذا اصل وضع السیاسة فی اللغة ، ثم رسمت بانها القانون الموضوع لرعایة الآداب والمصالح وانتظام الاموال . 2

"سیاست کے لغوی معنی طبعیت کے ہیں، اور اصطلاح میں ایسے قانون کو کہتے ہیں جس میں انسانی مصلحتوں، آداب اور معیشت و مالی انتظام ہو"۔

۶۔۔محمد بن علی التھانویؒ (المتوفی: بعد۱۱۵۸ھ) کی نظر میں

فالسیاسة استصلاح الخلق بارشادهم الی الطریق المنجی فی الدنیا والاٰخرة. 3

1 تاریخ ابن خلدون، الفصل العشرون، ۱/۱۷۹۔

2 البحر الرائق، کتاب الحدود، ۵/۷۶۔

3 کشاف اصطلاحات الفنون، حرف السین، ۱/۹۹۳۔

''مخلوق کی اصلاحی تدابیر، اور دنیا و آخرت کی کامیابی کی طرف رہنمائی کرنے کا نام سیاست ہے''۔

۷۔ امام الہند شاہ ولی اللہؒ (المتوفی:۱۱۷۶ھ) کی نظر میں

وهى الحكمة الباحثة عن كيفية الربط الواقع بين اهل المدينة. 1

''سیاست اس حکمت کا نام ہے جو شہری زندگی کے افراد کے درمیان موجود اس ربط اور تعلق کی حفاظت کے طریقوں سے بحث کرے''۔

والعدالة اذا اعتبرت باوضاع الانسان فى قيامه، وقعوده، ونومه، ويقظته، ومشيه، وكلامه، وزيه، ولباسه، وشعره سميت ادبا، واذا اعبرت بالاموال وجمعها وصرفها سميت كفاية، واذا اعتبرت بتدبير المنزل سميت حرية، واذا اعتبرت بتدبير المدينة سميت سياسة، واذا اعتبرت بتألف الاخوان سميت بحسن المحاضرة او حسن المعاشرة. 2

''یعنی شہری اور اجتماعی زندگی میں انصاف فراہم کرنے کو سیاست کہتے ہیں''۔ حاصل یہ کہ اجتماعی زندگی میں افراد کے باہمی تعلق کے طریقوں کو بیان کرنے اور انصاف فراہم کرنے کو سیاست کہتے ہیں۔

۸۔ مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ (المتوفی:۱۸۳۱ء) کی نظر میں

''سیاست سے مراد اصلاح معاش و معاد، بندگان کے قوانین اور امامت وحکومت کے آئین ہیں۔ پس سیاست کا مقصود اپنی حکمرانی اور اوران کے لئے معاش

1 حجۃ اللہ البالغۃ، باب سیاسۃ المدینۃ، ۹۲/۱۔

2 حجۃ اللہ البالغہ، من ابواب الاحسان، ۱۰۸/۲۔

اور آخرت میں نفع رسانی سے لوگوں کی اصلاح ہے، نہ کہ اپنے لئے ان کے خدام سے نفع حاصل کرنا''۔ 1 اس تعریف کا حاصل یہ ہوا کہ سیاست نام ہے اصلاح المعاش و المعاد کا۔

۹۔ مؤرخ اسلام حضرت مولانا محمد میاںؒ (المتوفی:۱۳۹۵ھ) کی نظر میں

''اجتماعی زندگی انسان کی فطرت ہے۔ نوع انسان کو ورنہ کم از کم ایک ملک کے انسانوں کو ایک جسم قرار دے کر اس کی صحت کے تحفظ اور ترقی اور اس کی بیماریوں اور خرابیوں کے زائل کرنے کی تدابیر سوچنا اور ان کو نافذ کرنا سیاست یا نظام حکومت کہلاتا ہے۔ اور انہی تدابیر کا نام قانون ہے۔ کسی قوم یا کسی جماعت کو ان تدابیر کے سوچنے اور ان کو نافذ کرنے کا خود اختیار ہو، یہ آزادی ہے''۔ 2

۱۰۔ علامہ شمس الحق افغانیؒ (المتوفی:۱۴۰۳ھ) کی نظر میں

هو النظام المحافظ لحقوق الالهية والبشرية. ''سیاست وہ نظام ہے جو الٰہی اور بشری حقوق کا محافظ ہو''۔ 3

۱۱۔ پروفیسر مولانا محمد انوار الحسن شیر کوٹیؒ (المتوفی:۱۹۷۶ء) کی نظر میں

''سیاست کے لفظی معنی گھوڑوں کے دیکھ بھال یا نگہبانی کے ہیں۔ اصطلاح میں سیاست کے معنی ملکی دیکھ بھال اور ملکی تدابیر کے ہیں۔ اسلامی نقطہ نگاہ سے احکام الہیہ کے ماتحت دنیا میں میزان اعتدال قائم رکھنا اور مہمات ملکی اور حقوق انسانی میں انصاف کے مطابق توازن قائم کرنا خلافت یا نیابت الٰہیہ ہے۔ اور ان اصول وضوابط سے میزان اعتدال کو قائم رکھنا سیاست صالحہ کہلائے گا''۔ 4

---

1 منصب امامت، ص ۱۴۱۔

2 جمعیۃ العلماء کیا ہے، ص ۷۔

3 علماء اور عوام سیاسی میدان میں، ص ۳۳، بحوالہ دروس الفاتحہ، ص ۲۴۴۔

4 کمالات عثمانی (تجلیات عثمانی)، ص ۵۴۹، ۵۵۰۔

۱۲۔ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ (المتوفی:۱۹۹۹ء) کی نظر میں

''سیاست سے مراد کسی کام کو قوت اور اقتدار سے اور کسی ضابطہ اور نظام کے ذریعہ سے کرانا ہے''۔ 1

۱۳۔ شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کے الفاظ میں

''نظام سیاست کہتے ہیں حکومت کی نوعیت، اس کی خصوصیات، طریقہ کار۔ ان امور کی بنیادیں جس نظام میں طے کی جاتی ہیں اسے نظام سیاست کہا جاتا ہے''۔ 2

۱۴۔ شیخ التفسیر قاضی فضل اللہ ایڈووکیٹ مدظلہ کے الفاظ میں

''سیاست نام ہے قوت اور اقتدار کے ذریعے ایک نظام کے تحت کسی کی اصلاح کا، یا سیاست نام اصلاح البلاد والامصار واصلاح الناس. 3 ایک دوسری جگہ فرمایا: رعایة شئون الناس لدنیاھم وآخرتھم. یعنی عام لوگوں کے دنیاوی اور اخروی معاملات کے لئے ایک مفید نظام اور تدبیر اختیار کرنے کو سیاست کہتے ہیں''۔ 4

۱۵۔ قائد جمعیت مولانا فضل الرحمان دامت برکاتہم کے الفاظ میں

''مل جل کر رہنا انسان کی جبلت اور طبعیت ہے، وہ مدنی طبع ہے، اور آج کے زمانے میں جغرافیائی حدود کے اندر ایک مخصوص نظام کیساتھ ایک قوم کی موجودگی کا نام ریاست ہے۔ اس حوالے سے ہماری اس اجتماعیت کو، اجتماعی زندگی میں نظم پیدا کرنے کے لئے، ربط پیدا کرنے کے لئے، حقوق کے تعین کے لئے، حقوق کی ادائیگی کے لئے،

1 حضرت مولانا محمد الیاس اور اُن کی دینی دعوت، ص ۲۵۰۔

2 اسلام اور سیاسی نظریات، ص ۲۵۔

3 اسلام اور سیاست، ص ۵۴، ۵۵۔

4 جمعیت علماء اسلام ایک دینی سیاسی جماعت، تعریف و تعارف، ص ۱۱۔

حق تلفی ہونے کی صورت میں حق رسی کے لئے ایک نظام ہے اور اس نظام کو نافذ کرنا، اس کو چلانا اسی کا نام سیاست ہے۔حاصل سیاست تدبیر وانتظام کا نام ہے"۔ 1

سیاست اور علم سیاست کی تعریف غیر مسلموں کی نظر میں

۱۔۔ارسطو کی نظر میں

ارسطو کے بقول: "علم سیاسیات شہری ریاستوں کا علم ہے"۔

۲۔۔پال جینٹ کی نظر میں

"علم سیاسیات سماجی علوم کا وہ حصہ ہے جو ریاست اور حکومت کے بنیادی اصول سے بحث کرتا ہے"۔

۳۔۔ڈیوڈ ایپٹر کی نظر میں

"علم سیاسیات مجموعی طور پر حکمرانوں اور عوام کے تعلقات اور ان کے ذرائع اور مقاصد سے بحث کرتا ہے"۔

۴۔۔روڈی کی نظر میں

"علم سیاسیات مختلف گروہوں کے حصول اقتدار کے لئے رویئوں اور تنظیم کا مطالعہ ہے"۔ 2

شریعت اور سیاست

اسلام ایک کامل اور مکمل دین ہے، اس میں انفرادی اور اجتماعی احکام موجود ہیں، اس میں دین کے تمام اصولی شعبے شخصی، اخلاقی، عدل، اقتصادیات اور سیاسیات سب جمع ہیں۔ جب اس میں انفرادی احکام عبادات وغیرہ موجود ہیں تو پھر کیسے ممکن

1 ماہنامہ الجمعیۃ راولپنڈی، فروری ۲۰۱۴ء

2 امور سیاسیات (پولیٹکل سائنس)، ص ۲۱۔

ہے کہ اس میں سیاسی اور معاشی احکام نہ ہوں۔ اسلام ایک کامل دین اور کامل شریعت ہے، اس کا تعلق زندگی کے تمام مسائل اور تمام حالات سے ہے، زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس میں اس کی رہنمائی نہ ہو، یہ ممکن نہیں کہ عبادات میں تو اس کی رہنمائی ہو اور انتظام حکومت اور اجتماعی سیاسی مسائل سے وہ بے تعلق ہو۔ یہ دین اسلام انتہائی منظّم اور مکمل دین ہے، اس میں نماز کی صف بندی اور نظم کا حکم ہے، اس میں یہ حکم ہے کہ سفر یا جنگل میں تین آدمی ہیں تو ایک کو ان میں امیر ہونا چاہئے ،تو سفر جو ایک عارضی چیز ہے اس میں امیر اور نظم ضروری قرار دی گئی ہے، تو اس دن میں سیاست اور نظم کے بغیر ملکی اور اجتماعی زندگی گذارنا کیسے روا رہ سکتا ہے۔ دین ایک مکمل شریعت اور ایک مکمل نظام حیات ہے ایک طرف اس میں عبادت اور روحانیت ہے تو دوسری طرف قانون، حکومت اور سیاست بھی ہے۔

امام شافعیؒ کا قول

قال الشافعیؒ :لا سیاسة الا ما وافق الشرع. 1

’’سیاست تو وہی ہے جو شریعت کے موافق ہو‘‘۔یعنی جو سیاست شریعت کے موافق نہیں وہ سیاست کہلانے کا مستحق اور حقدار نہیں، حقیقتاً سیاست صرف وہی ہے جو شریعت کے موافق ہو۔

علامہ ابن تیمیہؒ کا قول

ان ما وافق الشرع هو المعقول الصريح ،وهو الذوق الصحيح ،وهو السياسة الكاملة، وان ما خالف ذلک هو من امور أهل الجهل والظلم . 2

1 الطرف الحکمیۃ۔ فصل فی العمل فی السلطنۃ بالسیاسۃ الشرعیۃ،ص۱۲۔)

2 درأ تعارض العقل والنقل، الوجہ التاسع، ۳۱۹/۵۔

''شریعت کے موافق نظریہ اور عمل ہی سیاست کاملہ ہے، شریعت کے مخالف جہل اور ظلم ہے''۔

علامہ ابن قیمؒ کا قول

فکیف یظن ان شریعته الکاملة التی ما طرق العالم شریعة اکمل منها ناقصة تحتاج الی سیاسة خارجة عنها تکملها ... ومن ظن ذلک فھو کمن ظن ان بالناس حاجة الی رسول آخر بعده .وسبب ھذا کله خفاء ما جاء به علی من ظن ذلک وقلة نصیبه من الفھم الذی وفق اللّٰه له اصحاب نبیه الذین اکتفوا بما جاء به واستغنوا به عما سواه و فتحوا به القلوب والبلاد. 1

''پس یہ سمجھنا کہ شریعت میں سیاست کا بیان نہیں اوراس بارے میں شریعت غیر کا محتاج ہے اس طرح کا نظریہ شریعت کو ناقص سمجھنے کے مترادف ہے، اس طرح سمجھنا کا مطلب یہ ہے کہ لوگ تکمیل دین کے لئے کسی دوسرے رسول کے محتاج ہیں، اس طرح سمجھنا کم فہمی پر بنا ہے، کیونکہ شریعت کامل ومکمل دین ہے اس میں دوسرے احکام کے ساتھ سیاست کا بھی بیان ہے۔ صحابہ کرامؓ جو دین کو ہر اعتبار سے کامل اور مکمل سمجھتے تھے، انھوں نے اسی موقف کو اپنا کر انسانوں کے دلوں اور شہروں کو فتح کیا''۔

علامہ ابن قیمؒ ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں: ''کہ اصحاب علم اور اہل ذوق جانتے ہیں کہ سیاست عادلہ شریعت کا ایک اہم جزء ہے، البتہ سیاست ظالمہ شریعت میں حرام ہے۔ اہل علم اور سمجھدار ان دونوں میں فرق جانتے ہیں، اور دونوں میں فرق نہ کرنا اور دونوں کو خلط ملط کرنا جاہلوں کا کام اور عمل ہے''۔

ومن له ذوق فی الشریعة و اطلاع علی کمالاتھا... تبین له

1 اعلام الموقعین، العمل بالسیاسة، ۲/۲۸۶۔

ان السیاسة العادلة جزء من اجزائها و فرع من فروعها ... فان السیاسة نوعان : سیاسة ظالمة فالشریعة تحرمها ،وسیاسة عادلة تخرج الحق من الظالم الفاجر فهی من الشریعة،علمها من علمها ، و جهلهامن جهلها. 1

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کا ارشاد گرامی

حضرت قاری صاحبؒ نے بڑی جامع بات ارشاد فرمائی ہے، وہ فرماتے ہیں: ''کہ قرآن حکیم کے اصلاحی پروگرام کے تین بنیادی اصول ہیں: تعلیم احکام ،تزکیہ نفس یا تہذیب اخلاق اور تیسرا اصول تنظیم اعمال اور تلقین حکمت ۔عرف عام میں اول کا لقب شریعت ہے، دوسرے کا طریقت اور تیسرے کا سیاست ۔ان تینوں سے دین مرکب ہے،اسلام میں ان تینوں کے بغیر چارۂ کار نہیں اور نہ ایک کے بغیر دوسرے کی تکمیل ہوسکتی ہے۔شریعت سے راہ معلوم ہوتی ہے،طریقت سے اس راہ پر چلنے کی اخلاقی قوت پیدا ہوتی ہے اور سیاست سے راہ کے روڑے صاف ہوتے ہیں اور راستہ کی رکاوٹیں دور ہوتی ہیں۔ ایک منزل تک پہنچنے کے لئے ان تینوں کا ہونا ضروری ہے ،راہ معلوم ہونا ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر مسافت طے کرنا مشکل ہے، طاقت کا ہونا بھی ضروری ہے اگر چلنے کی طاقت نہ ہو خود یا کسی کے ذریعہ تو پھر مقصود تک پہنچنا کیسے ہوگا ؟ اور رکاوٹیں دور ہونا بھی ضروری ہے ورنہ پُر خار اور پُر خطر راستے سے جانا خطرہ سے خالی نہیں ۔پس شریعت راہ ہے، طریقت راہ کی قوت ہے اور سیاست تصفیہ راہ ہے''۔

پھر حضرت قاری صاحبؒ نے تینوں کا آپس میں ربط اور تعلق کو بیان کیا ہے، ''کہ طریقت کی بنیاد خلوت اور یکسوئی پر ہے اور شریعت میں زیادہ جلوت اور تعلقات میں

---

1 الطرق الحکمیة ،الحکم بالقرائن ص۴ ،بدائع الفوائد،۳/۱۱۷۔

کثرت ہے ،لوگوں سے گزر کر بلاد تک اس کا تعلق ہے، اور شریعت ان دونوں کے درمیان ایک رابطہ ہے اس میں خلوت بھی ہے اور جلوت بھی ہے۔اگر طریقت محض ہو اور خشک صوفیانہ مزاج ہو شریعت اور سیاست ساتھ نہ ہو تو اس خشک خلوت سے وحشت پیدا ہوتی ہے اور اگر شریعت محضہ ہو سیاست وطریقت ساتھ نہ ہو تو شدت پیدا ہوتی ہے، اور اگر سیاست کے ساتھ شریعت وطریقت نہ ہو تو تکبر اور جبر وظلم نمایاں ہوں گے۔اور یہ تینوں صفات وحشت (لوگوں سے نفرت) شدت، ظلم وتکبر صفات کمال نہیں ہیں، اس لئے ان سب میں کمال ہونے کی شان جامعیت ہی سے پیدا ہوسکتی ہے کہ شریعت ،طریقت اور سیاست تینوں میں اجتماع ہو، ان تینوں کو الگ الگ شمار نہ کیا جائے‘‘۔ 1

حضرت مولانا قاضی فضل اللہ ایڈوکیٹ صاحب کا ارشاد گرامی

حضرت استاذ محترم قاضی فضل اللہ ایڈوکیٹ صاحب نے عبد بن المعزؒ کا قول نقل کیا ہے کہ ’’الملک بالدین یبقی والدین بالملک یقوی‘‘ یعنی حکومت دین کے ذریعے باقی رہتی ہے اور دین حکومت کے سہارے قوت پکڑتا ہے۔ایک دوسرے مقام پر استاذ محترم نے فرمایا: ’’الدین السیاسۃ اوالسیاسۃ الدین‘‘ دین سیاست ہے یعنی حکمت عملی کا نام ہے اور سیاست دین ہی کا شعبہ ہے‘‘۔ 2

اسلام میں دین اور سیاست الگ نہیں

اسلام مکمل نظام حیات ہے ،اسلام نے دین اور شریعت کو سیاست اور سلطنت سے الگ نہیں رکھا ،حضور صلی اللہ علیہ وسلم شریعت کے مقنن بھی تھے اور حاکم سلطنت بھی تھے۔معلم اخلاق بھی تھے پیغمبر انقلاب بھی تھے اور فاتح حکمران بھی تھے۔

1 خطبات حکیم الاسلام، مذہب اور سیاست، ۵/۴۵۰...۵۵۳، اسلام اور سیاست، ص۵۳، ۵۴۔

2 اسلام اور سیاست، ص۷۸، ۱۱۸۔

حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ کی رائے گرامی

حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ فرماتے ہیں: ''اسلام میں سیاست دین اور مذہب سے علیحدہ نہیں، اگر علیحدہ کیا جائے گا تو نہ حقیقی سیاست قائم رہے گی نہ حقیقی دیانت۔ اگر دیانت نہ ہوتو صرف سیاست سے جور واستبداد ہوگا، اور اگر سیاست نہ ہو تو صرف دیانت کمزور، بے کس اور بے بس ہو جائیگی۔ کوری سیاست سے دنیا کبھی امن وچین کا منہ نہیں دیکھ سکتی اور نہ ہی عالم بشریت کی اصلاح ہوسکتی ہے، یورپ میں نہ سیاست محضہ کی کمی ہے اور نہ قوانین کی پھر بھی وہاں انسانیت کی تباہ کاری، عداوتوں اور درندگی میں روز بروز اضافہ ہوتا ہے اس لئے کہ وہاں اگر چہ سیاست کی کمی نہ ہے لیکن کمی ہے دیانت کی۔ اسی طرح دیانت بلا سیاست کمزوری اور فتنوں کے راستوں پر گامزن ہوتی ہے، مشرقی اور مسلمانوں کے ممالک میں دیانت ہے لیکن سیاست کی کمزوری اور غلامی ذہنیت کی وجہ سے نئے نئے فتنے الحاد، بدعات اور منکرات کی صورت میں پیدا ہوتے ہیں۔ پس اگر مغرب کی سیاست اس کے حق میں اس لئے مہلک ہے کہ اس کے ساتھ دیانت شامل نہیں تو مشرق کی دیانت اس لئے کمزور اور غیر مستحکم ہے کہ اس کی پشت پر سیاسی طاقت نہیں، مغرب میں اگر فقدان دیانت سے مادی مصائب، مہلک امراض وغیرہ کا ظہور ہو رہا ہے، تو مشرق میں فقدان سیاست سے روحانی امراض الحاد، بے دینی، بدعت وغیرہ کا ظہور ہو رہا ہے۔ اس لئے اسلام نے دین کی رہبانیت کو ختم کر کے اس کے ساتھ سیاست وسلطنت ملائی اور سلطنت کی ملوکیت کو ختم کر کے اس کو دیانت اور خلافت الٰہی کا جامہ پہنایا۔ جس سے دیانت و سیاست کا ایک حکیمانہ امتزاج قائم ہوا۔

بہر حال اسلام میں مذہب اور سیاست الگ الگ نہیں، نہ مذہب سے الگ

سیاست کوئی چیز ہے اور نہ سیاست سے الگ مذہب کوئی چیز ہے۔اسلام میں جیسے دیانات مذہب کا جزءاعظم ہے اسی طرح سیاسیات میں بھی مذہب کا جزاہم ہے۔پھر ان دونوں میں دیانت اصل اور مقصود بالذات ہے اور سیاست اس کے بقاء واستحکام کا ذریعہ اور وسیلہ ہے۔اسلام نے جیسے دیانت کی بنیاد پانچ اساسی چیزوں پر کلمہ توحید ،نماز،زکوۃ،صیام اور حج پر رکھی ہے ایسے ہی سیاست کی بنیاد بھی پانچ ہی اصولی چیزوں پر قائم ہے جماعت،سمع،طاعت،ہجرت اور جہاد''۔ 1

دین ایک مکمل شریعت اور مکمل نظام حیات ہے ایک طرف اس میں روحانیت اور دیانت ہے تو دوسری طرف قانون،حکومت اور سیاست بھی ہے،اس کی پُشت پر سیاست اور حکومت کی صورت میں قوت کا ہونا ایک لازمی چیز ہے۔علامہ اقبال مرحوم نے فرمایا:

وہ نبوت ہے مسلمان کے لئے برگ حشیش
جس نبوت میں نہ ہو قوت وشوکت کا پیام 2

علامہ ابن قیمؒ کی رائے گرامی

علامہ ابن قیمؒ نے فرمایا ہے: **ولا نقول ان السیاسة العادلة مخالفة بالشریعة الکاملة ،بل هی جزء من اجزائها و باب من ابوابها و تسمیتها سیاسة امر اصطلاحی ،والا فاذا کانت عدلا فهی من الشرع ... و تقسیم بعضهم طرق الحکم الی شریعة و سیاسة کتقسیم غیر هم الدین الی شریعة و حقیقة و کتقسیم آخرین الی عقل و نقل ،وکل ذلک تقسیم باطل بل السیاسة والحقیقة و الطریقة والعقل کل ذلک ینقسم**

1 خطبات حکیم الاسلام،مذہب اور سیاست،۵/۴۵۴...۴۶۲۔

2 اسلام کا نظام سیاست وحکومت (محسن ندوی)،ص ۲۵۔

الی قسمین : صحیح و فاسد ،فالصحیح قسم من اقسام الشریعة لا قسیم لها ،والباطل ضدها ومنا فیها. 1

''سیاست عادلہ شریعت کا ایک باب اور جزء ہے،شریعت کے منافی نہیں ہے،اس کو سیاست کے نام سے الگ موسوم کرنا امر اصطلاحی کی بنا پر ہے، نہ کہ اس بنا پر کہ یہ شریعت سے الگ چیز ہے۔شریعت اور سیاست کوالگ الگ قسم اور چیز سمجھنا غلط ہے، یہ الگ بات ہے کہ حقیقت اور طریقت وغیرہ کی طرح سیاست کی بھی دو قسمیں ہیں : صحیح اور غلط ،صحیح اور سیاست عادلہ شریعت کے اجزاء واقسام میں سے ہے جبکہ باطل وظالمانہ سیاست شریعت کے منافی اور ضد ہے''۔

علامہ عبدالقادر عودہؒ کی رائے گرامی

علامہ عودہؒ نے فرمایا: **ان الاسلام مزج الدین بالدولة ومزج الدولة بالدین حتی لا یمکن التفریق بینهما ،وحتی اصبحت الدولة فی الاسلام هی الدین واصبح الدین فی الاسلام هو الدولة. فاالاسلام یقیم شؤن الدنیا کلها علی أساس من الدین و یتخذ من الدین سند الدولة ووسیلة لضبط شؤون الحکم وتوجیه الحکام والمحکومین ... الدین فی الاسلام ضروری للدولة والدولة ضرورة من ضرورات الدین ،فلا یقام الدین بغیر الدولة ولا تصلح الدولة بغیر الدین.** 2

''کہ مذہب اسلام نے دین اور حکومت وسیاست کوآپس میں ملایا ہے،ان کے درمیان تفریق کرناممکن نہیں ۔اسلام نے حکومت کو دین اور دین کوحکومت قرار دیا ہے،اسلام دنیا کے تمام امور کو دین کی بنیاد پر سرانجام دے رہا ہےاور دین کوحکومت

---

1 اعلام الموقعین ،العمل بالسیاسة ،۴/۲۸۴، ۲۸۵۔

2 المال والحکم فی الاسلام،ص۱۰۳،بحوالہ اسلام کا نظام سیاست وحکومت (عبدالباقی حقانی) ص۹۴۔

کے لئے سند قرار دے رہا ہے۔ مذہب اسلام میں حکومت کے لئے دین کا ہونا ضروری ہے اور دین کے لئے حکومت کا ہونا لازم ہے، حکومت کے بغیر دین مستحکم نہیں ہوتا اور حکومت دین کے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتی''۔

امام الحسن البناء کی رائے گرامی

امام الحسن البناءؒ مذہب اور سیاست میں تفریق کرنے کی پرزور تردید فرماتے ہیں، انہوں نے ایک جگہ لکھا ہے کہ: ''ہم آج دیکھتے ہیں کہ اکثر و بیشتر لوگ اپنی گفتگو میں سیاست اور اسلام کے بارے میں اس طرح گفتگو کرتے ہیں کہ دونوں ایک دوسرے سے جدا معلوم ہوتے ہیں، کبھی اپنی تنظیم کا تعارف اس طرح کرتے ہیں کہ یہ ایک خالص اسلامی اور غیر سیاسی تنظیم ہے، یا یہ دینی اور غیر سیاسی جلسہ ہے''۔ 1

علامہ سید سلیمان ندویؒ کی رائے گرامی

علامہ سید سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں: ''اسلام دین اور دنیا اور جنت ارضی و جنت سماوی اور آسمانی بادشاہت اور زمین کی خلافت دونوں کی دعوت کو لیکر اول ہی روز سے پیدا ہوا، اس کے نزدیک عیسائیوں کی طرح خدا اور قیصر دو نہیں، ایک ہی شہنشاہ علی الاطلاق ہے جس کی حدود حکومت میں نہ کوئی قیصر ہے نہ کسریٰ، اس کا حکم عرش سے فرش تک اور آسمان سے زمین تک جاری ہے، وہی آسمان پر حکمران ہے وہی زمین پر فرماں روا ہے۔ اسلام کے سارے دفتر میں ایک حرف بھی ایسا موجود نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ قیام سلطنت اس دعوت کا اصل مقصد تھا اور عقائد و ایمان، شرائع و احکام اس کے لئے بمنزلہ تمہید ہے، بل کہ جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ یہ کہ شرائع اور حقوق وفرائض یہ اصل مطلوب ہے اور ایک حکومت صالحہ کا قیام ان کے لئے وجہ اطمینان اور

1 اسلام کا نظام سیاست وحکومت (محسن ندوی)، ص ۲۹۔

سکون خاطر کا باعث ہے تاکہ وہ احکام الٰہی کی تعمیل با آسانی کرسکیں۔اس لئے وہ (حکومت و اقتدار) بھی عرضًا مطلوب ہے۔اس دنیا میں اللہ تعالی کی بڑی نعمت حکومت وسلطنت اور دنیا کی سیاست ہے یہاں تک کہ کتاب ونبوت کی دولت کے بعد اسی کا درجہ ہے''۔ 1

علامہ سید ابوالحسن علی ندویؒ کی رائے گرامی

علامہ سید ابوالحسن علی ندویؒ نے فرمایا ہے: ''میں اپنے بارے میں صراحت کے ساتھ بتا دینا چاہتا ہوں کہ زندگی کے کسی لمحے اور کسی وقفے میں بھی ان لوگوں میں نہیں رہا ہوں جو دین وسیاست کی تفریق کے قائل ہیں، نہ میں ان لوگوں میں ہوں جو دین کی ایسی تعبیر کرتے ہیں جس سے وہ زندگی کے ہر نظام اور حالات کے ہر سانچے میں (خواہ وہ اسلام سے کتنا ہی ہٹا ہوا ہو) فٹ ہو جائے اور ہر رنگ کی سوسائٹی میں جڑ جائے ،اور نہ کبھی میرا تعلق اس گروہ سے رہا ہے جو سیاست کو قرآن کے شجرہ ملعونہ کا مصداق سمجھتا ہے۔میں ان لوگوں کی اگلی صف میں ہوں جو مسلمان قوموں کی صحیح سیاسی شعور کے داعی ہیں اور ہر اسلامی ملک میں صالح قیادت کو بروئے کار دیکھنا چاہتے ہیں، میں ان لوگوں میں ہوں جن کا اعتقاد ہے کہ دینی معاشرہ اس وقت تک قائم نہیں ہوسکتا جب تک دین کو اقتدار حاصل نہ ہو اور حکومت کا نظام اسلامی بنیادوں پر استوار نہ ہو، میں اس کا داعی ہوں اور زندگی کی آخری سانس تک رہوں گا''۔ 2

فقیہ الملت مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی رائے گرامی

حضرت نے فرمایا: ''میں ایسی سیاست پر لعنت بھیجتا ہوں جو دین کے تابع نہ ہو''۔اور دوسرے مقام پر فرمایا: ''ایک مسلمان کی حیثیت سے اسلام کو ہمہ گیر اور

1 سیرت النبی ۷/۵،۶،۷۔

2 نیا طوفان اور اس کا مقابلہ،ص ۳۲،۳۳،بحوالہ اسلام کا نظام سیاست وحکومت (محسن ندوی)،ص ۳۷۔

جامع نظام زندگی سمجھتا ہوں اور اس بات پر ایمان ہے کہ قرآن زندگی کے تمام شعبوں میں انسانیت کی رہنمائی کرتا ہے"۔ 1

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانیؒ کی رائے گرامی

حضرت استاذ محترم دامت برکاتہم العالیہ نے دین اور سیاست کی تفریق کی پرزور اور جامع تردید فرمائی ہے، وہ فرماتے ہیں: "کہ عیسائیت دین اور سیاست کی تفریق کے قائل ہے وہ اس کا پرچار کرتی ہے کہ قیصر کو قیصر کا حق دو اور خدا کو خدا کا حق دو۔عیسائیت میں دین اور سیاست کے آپس میں ربط اور علاقہ نہیں، دونوں الگ الگ چیز ہیں۔اس نظریہ کو سیکولر نظریہ کہا جاتا ہے جو دین کے بارے میں نظام حیات کے قائل نہیں، اس طرح کا نظریہ حقیقت میں ایک طرح شرکی نظریہ ہے اس اعتبار سے کہ اس میں دین کو چند مخصوص عبادتوں کے ساتھ خاص کیا جاتا ہے، گویا کہ اللہ تعالی کو تو عبادت کی حد تک معبود اور خدا مانتے ہیں اور سیاسی امور کا خدا دوسرا ہے، یہ نہیں ہے مگر شرک۔مضبوط اور معتمد مسلمانوں نے ہمیشہ اس نظریہ کو رد کیا ہے اس لئے کہ اسلام جس کی بنیاد عقیدہ توحید پر ہے، اس میں اس طرح کے نظریہ کی قطعا گنجائش نہیں۔ اسلام ضابطہ حیات ہے زندگی کے تمام شعبوں، سیاست اور معاشیات کے احکام کے متعلق ہدایات اس میں موجود ہیں۔اہل علم کی ذمہ داری ہے کہ اس سیکولر نظریہ کو رد کرنے کے لئے اپنا فرض ادا کریں"۔

قد اشتهر عن النصارى انهم يفرقون بين الدين والسياسة بقولهم المعروف:" دع ما لقيصر لقيصر،وما لله لله " فكانّ الدين لا علاقة له بالسياسة ،والسياسةلا ربط لها بالدين، وان هذه النظرية الباطلةقد تدرجت الى ابشع سورها فى العصور الآخيرةباسم

1 اقوال محمود،ص۲۵۹،۲۷۵۔

"العلمانية"او"سیکولر ازم"التی اخرجت الدین من سائر شؤن الحیاةحتی قضت علیه بتاتا.

وان هذه النظرية فی الحقیقة نوع من انواع الاشراک بالله من حیث أنها للدین بسطة فی الحیاة المادیة،وانما تقصر سلطة الدین علی رسوم وعبادات یمارسها المرء فی خلوته او فی معبده .فکأنّ الاله لیس الهاًالا فی العبادات والرسوم،وأما الأمور الدنیویةفلها اله آخر، والعیاذ بالله. ولذلک لم یزل المسلمون الراسخون یردّدون علی هذه النظریّةالزائغةفی کل زمان ومکان ،لأن له لا مجال لهافی الاسلام الذی یؤمن بعقیدة التوحید فی أصح تعبیراتها وأکمل صورها،والذی قرر الأحکام الالهیة فی جمیع شؤن الحیاة بما فیها السیاسةوالاقتصاد. فکان من واجب أهل العلم المسلمین أن یر فضوا هذه النظریة ویردّوا علیها ردّ ا علمیا ناجعا.وقد قاموا بهذا الواجب والحمدلله. 1

پروفیسر یاسین مظہر صدیقی کی رائے گرامی

"اسلام میں دین اور دنیا اور مذہب وسیاست کی تفریق جائز نہیں اور ایک مشہور مقولہ کے مطابق دین ومملکت دوتوام (ہم زاد) ہیں،جن کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔اسلامی عہد کے صدر اول میں سیاسی خدمات عملا بھی دین ہی شمار ہوتی تھیں یہ دوسری بات ہے کہ بعد کے مسلم حکمرانوں نے اپنے شخصی مفادات،گروہی تعصّبات اور غیر مذہبی رجحانات کے سبب دین وسیاست کے درمیان تفریق کی دیوار کھڑی کر کے اسلامی نظریہ سیاست کو نہ صرف نظر انداز کیا بلکہ اسے نا قابل اصلاح

1 تکملۃ فتح الملہم،کتاب الامارۃ،مکانۃ السیاسۃ فی الدین،۳/۲۷۰۔

نقصان بھی پہنچایا۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ خیر و برکت میں بہر حال دین وسیاست، مذہب وحکومت اور اسلام اور ریاست باہم اس طرح ایک دوسرے سے وابستہ تھے کہ ان کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا تھا"۔ 1

شاعر مشرق علامہ اقبال مرحوم کی رائے گرامی

شاعر مشرق علامہ اقبال مرحومؒ نے دین اور سیاست کے درمیان تفریق کو چنگیزی سے تعبیر فرمائی ہے۔انہوں نے اپنے اس نظریے کا اظہار اپنے اشعار میں کیا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا
جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی چنگیزی

اور فرمایا: کلیسا کی بنیاد رہبانیت تھی — سماتی کہاں اس فقیری میں پیری
خصومت تھی سلطانی و راہبی میں — کہ وہ سربلندی ہے یہ سربزیری
سیاست نے مذہب سے پیچھا چھڑایا — چلی کچھ نہ پیر کلیسا کی پیری
ہوئی دین و دولت میں جس دم جدائی — ہوس کی امیری ہوس کی وزیری
2

دلائل اربعہ اور سیاست

ا۔قرآن کریم اور سیاست

امام الہند حضرت امام شاہ ولی اللہؒ کے بقول قرآنی احکام میں جس طرح عبادات شامل ہیں، اسی طرح معاملات اور سیاسی احکام بھی شامل ہیں۔اساسی علوم

1 عہد نبوی کا نظام حکومت، ص۹۱۔
2 بال جبریل، ص۴۰، ۱۱۸

قرآنی میں سیاست ،اور علم سیاست بھی داخل ہے اور قرآن کریم میں اس کا ذکر بھی ہے۔

العلوم الخمسة الأساسية التى يشتمل عليها القرآن ،ليعلم ان المعانى التى يشتمل عليها القرآن لا تخرج عن خمسة علوم : علم الاحكام : كا لواجب و المندوب والمباح ولامكروه والحرام ،سواء كانت من قسم العبادات او المعاملات ،أو الاجتماع او السياسة المدنية. 1

حضرت شاہ ولی اللہؒ آگے فرماتے ہیں: ''کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے انسانیت کی انفرادی ،خاندانی اور اجتماعی و سیاسی زندگی میں خلل اور عظیم مفاسد واقع ہو چکے تھے۔قرآن کریم نے ان سب مفاسد کے خاتمہ اور روک تھام کے لئے ضوابط ،حدود اور احکام بیان کئے۔اسی طرح مملکت اور سیاست کے امور میں خلل اور عظیم مفاسد رائج ہو گئے تھے ان کے خاتمہ کے لئے بھی قرآن کریم نے اصول و احکام وضع کئے ہیں''۔

وبالجملةفان العبادات من الطهارة والصلاة والصوم والزكاة والحج والاذكار كانت قد تعرضت للاهمال والتساهل العظيم فى ادائها والقيام بها،ولاختلاف الناس- لجهل اكثرهم و غفلتهم - فى مشروعيتها وتسرب التحريفات الجاهلية اليها ،فنزل القرآن العظيم وقضى على هذه الفوضى والاختلال ،وأقام اعوجاجها وعدلها وسواها ،وكانت الحياة الاجتماعية والعائلية فيها كثير من التقاليد المجحفة والطقوس الجائرة وعوامل البغى والعدوان وهكذا شان الحكم والسياسة من الاختلال والاضطراب والفوضى .فضبط القرآن العظيم اصول هذه القضايا وحدد لها حدود و شرع لها

1 الفوز الکبیر، الباب الاول فی العلوم ،ص ۲۹۔

تشریعات خاصة . 1

پہلی آیت

واذ قال ربک للملٰئکة انی جاعل فی الارض خلیفةقالوا أتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفک الدماء ونحن نسبح بحمدک و نقدس لک قال انی اعلم ما لا تعلمون . 2

ترجمہ: اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں، فرشتوں نے کہا کیا آپ پیدا کریں گے زمین میں اس کو جو فساد کرے گا اور خون بہائے گا اور ہم برابر آپ کی تسبیح کرتے ہیں حمد کے ساتھ اور تیری پاکی بیان کرتے ہیں۔ حق تعالی نے کہا بے شک میں جانتا ہوں اس بات کو جس کو تم نہیں جانتے۔

قاضی بیضاویؒ (المتوفی :۶۸۵ھ) اور علامہ آلوسیؒ (المتوفی :۱۲۷۰ھ) کے بقول اس آیت میں آدم علیہ السلام کی خلافت کا ذکر ہے، اور ہر نبی جو اللہ تعالی کا خلیفہ ہوتا ہے اس کی ذمہ داری ہے زمین کی تعمیر وآبادی، لوگوں کی سیاست، دینی رہنمائی کر کے نفوس کی تکمیل، اور اللہ تعالی کے احکام کا نفاذ۔

والمراد به آدم علیه الصلوة و السلام لانه کان خلیفة فی أرضه ،و کذلک کل نبی استخلفهم الله فی عمارة الارض و سیاست الناس و تکمیل نفوسهم و تنفیذ امره فیهم . 3

امام قرطبیؒ (المتوفی :۶۷۱ھ) کے بقول یہ آیت امام اور خلیفہ کے تقرر اور منصب میں اساس اور بنیاد ہے۔ خلیفہ اتحاد امت اور اجتماعیت کا ذریعہ ہے، اسی طرح

1 الفوز الکبیر، غرض القصۃ فی القرآن، ص۲۷۔

2 البقرۃ:۳۰

3 تفسیر بیضاوی (انوار التنزیل وأسرار التاویل) ۱/۶۸، روح المعانی ۱/۲۲۲۔

اللہ تعالی کے احکام کے نفاذ کا سبب ہوتا ہے۔امام اور خلیفہ کا تقرر واجب ہے اس بارے میں ائمہ میں کوئی اختلاف نہیں۔

الرابعة: هذه الاية اصل فی نصب امام و خلیفة یسمع له ویطاع لتجتمع به الكلمة و تنفذبه احكام الخلیفة ،ولا خلاف فی وجوب ذلک بین الامة ولا بین الائمة الامار وی عن الاصم حیث كان عن الشریعة اصم . 1

استاذ محترم حضرت مولانا قاضی فضل اللہ ایڈوکیٹ صاحب دامت برکاتہم العالیہ خلیفہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:''**انی جاعل فی الارض خلیفة ای یخلفنی فی تنفیذ الاحكام والحدود او یسعی فی اقامة الخلافة .** اور خلیفہ کے معنی کرتے ہوئے فرماتے ہیں **الذی یخلف احدا و یأتی بعده فیاخذ مسؤلیة''.** 2

''خلیفہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ کسی اور کے بعد آتا ہے اور اس کی ذمہ داری لیتا ہے۔آدم علیہ السلام کے خلیفہ ہونے کا مطلب یہ تھا کہ وہ احکام اور حدود کے نفاذ میں اللہ تعالی کا نائب اور خلیفہ ہے اور خلافت کے قیام میں سعی وکوشش کرنا ان کی ذمہ داری تھی''۔

خلافت کی تعریف امام شاہ ولی اللہؒ کی نظر میں

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ خلافت کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:''**هی الرئاسة العامة فی التصدی لاقامة الدین باحیاء العلوم الدینیة و اقامة اركان الاسلام ،والقیام بالجهاد وما یتعلق به من ترتیب**

1 تفسیر قرطبی،۱/۲۶۴۔

2 اسلام اور سیاست،ص۲۱،۵۳۔

الجیوش ،والفرض للمقاتلة ،واعطائهم من الفئ والقیام بالقضاء واقامة الحدود ،ورفع المظالم ،والأمر بالمعروف والنهی عن المنکر، نیابة عن النبی صلی الله علیه وسلم" . 1

''خلافت عبارت ہے اس اقتدار اعلی سے جو اقامت دین کے لئے ہو،اس طرح کہ دینی علوم کو زندہ کیا جائے ،ارکان اسلام کو قائم کیا جائے ،جہاد اور اس سے متعلق امور فوجوں کی تنظیم ،مجاہدین کی بھرتی اور ان پر مال غنیمت کی تقسیم کے انتظامات کئے جائیں،مظالم کا قلع قمع کیا جائے اور امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کا قیام عمل میں آئے اور یہ سب کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کے طور پر انجام دیا جائے''۔پھر فرماتے ہیں'' کہ خلافت کے ان سب مقاصد اور شعبوں کو اگر ایک جملہ میں بیان کرنا چاہیں جو ان جزئیات کے لئے کلیہ کی حیثیت رکھتا ہے اور ان انواع واجناس کی جنس اعلی ہے تو وہ ''اقامت دین'' ہے۔

دوسری آیت

ربنا وابعث فیهم رسولا منهم یتلوا علیهم اٰیٰتک ویعلمهم الکتٰب والحکمة ویزکیهم انک انت العزیز الحکیم . 2

ترجمہ: اے ہمارے رب !اس جماعت کے اندر انہی میں سے ایک پیغمبر بھیج دیجئے ،جو ان لوگوں کو آپ کی آیات پڑھ کر سنایا کرے،اور ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں سکھلائے ،اور ان کو پاک کرے۔بلاشبہ آپ ہی ہیں بہت زبردست اور بڑی حکمت والے۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ محمد مصطفیٰ ابوزہرہؒ (المتوفی:۱۳۹۴ھ) حکمت کی

1 ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء،ص۲۔

2 البقرۃ:۱۲۹۔

وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”کہ حکمت سے مراد حسن تدبیر، دین کی سمجھ اور دین کے اسرار کی معرفت ہے۔الحاصل یہ معنی صفت اسلام، سیاست اور حل امور کو شامل ہے“۔

وان الحكمة معناها حسن التدبير للأمور وفهمها وفقه الدين.و معرفة اسراره وفي الجملة هي المعنى الجامع لصفة الاسلام، وادراک غاياته ،وسياسة الناس ،وتصريف الامور معهم . 1

حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ اور استاذ محترم حضرت مولانا قاضی فضل اللہ ایڈوکیٹ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی نظر میں اس آیت میں چار چیزوں کا ذکر ہے ،تلاوت کتاب ،تعلیم کتاب اس سے مراد شریعت ہے ،حکمت اس سے مراد سیاست ہے،تزکیہ نفوس اس سے مراد طریقت ہے۔ 2

تیسری آیت

وقال لهم نبيهم ان الله قد بعث لكم طالوت ملكا قالو ا انى يكون له الملک علينا ونحن احق با لملک منه ولم يؤت سعة من المال قال ان الله اصطفه عليكم وزاده بسطة في العلم والجسم و الله يؤتي ملكه من يشاء والله واسع عليم. 3

ترجمہ: اور ان لوگوں سے ان کے پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے تم پر طالوت کو بادشاہ مقرر فرمایا، وہ کہنے لگے ان کو ہم پر حکمرانی کا حق کیسے ہوسکتا ہے ہم ان کی نسبت حکمرانی کے زیادہ حق دار ہیں،ان کو کچھ مالی وسعت نہیں دی گئی۔پیغمبر نے کہا

---

1 زهرة التفاسیر ۱/۴۱۰۔

2 خطبات حکیم الاسلام، مذہب اور سیاست،۴۵۰/۵، اسلام اور سیاست،ص ۵۳۔

3 البقرۃ:۲۴۷۔

اللہ تعالی نے تمہارے مقابلے میں ان کو منتخب فرمایا اور زیادتی دی ہے ان کو علم اور جسامت میں، اور اللہ تعالی اپنا ملک دیتا ہے جس کو چاہے اور اللہ تعالی وسعت دینے والے ہیں اور جاننے والے ہیں۔

امام راغب اصفہانی (المتوفی :۵۰۳ھ) کے بقول:''اس آیت سے معلوم ہوا کہ بادشاہت اور حاکمیت کا مدار علم سیاست اور جسمانی قوت اور صلاحیت ہے، نہ کہ جاگیرداری، سرمایہ داری، قومیت اور خاندانی وراثت''۔

کان بنو اسرائیل اعتقدوا ان الملک یستحق بالوراثة و کثرة المال .و کان فیهم أسباط ملوک ،فلما انبأهم نبیهم أن الله بعث لهم طالوت ملکا ،ولم یکن من بیت الملک ،ولا کان ذا مال ... و بیانه ان الملک یستحق فی أن یکون الانسان من عنصر صالح سواء کان من بیت الملک او لم یکن ،وان یکون ذا علم بسیاسة نفسه و اهله من رعیته ،وان یکون فی جسمه کامل الخلقة شدید القوة ذا سلامة من العاها ت الشائنه. 1

چوتھی آیت

وقتل داود جالوت و اٰته الله الملک والحکمة وعلمه مما یشاء .الاٰیة. 2

ترجمہ: اور داوٗدؑ نے جالوت کو قتل کرڈالا اور اللہ تعالی نے ان کو سلطنت اور حکمت عطا فرمائی، اور سکھایا ان کو جو چاہا۔

علامہ ابوزہرہؒ کے قول کے مطابق داود علیہ السلام جو اللہ کے نبی تھے اللہ تعالی

1 تفسیر الراغب الاصفہانی، ۱/۵۰۷، قرآن اور سیاست، ص۵۰۴۔

2 البقرة:۲۵۱۔

نے ان کوعلم کا ایک بڑا وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔اس میں ملکی سیاست کا علم ،لوگوں کے احوال اورمنازعات کاعلم،آبادی کے احوال کاعلم وغیرہ کاعلم داخل تھا۔

ولقد ذکر سبحانه انه علّم داود مما یشاء... فعلمه سبحانه سیاسة الملک ،وأحوال الناس ،ومنازع النفوس ،وأحوال البلدان وما تنتجه عن خیرات ،وغیر ذلک ،وکان تعلیم الله سبحانه و تعالی له بالنبوة التی آفاضها سبحانه و تعالی علیه . 1

پانچویں آیت

ویعلمه الکتٰب والحکمة والتورٰة والانجیل . 2

ترجمہ: اور اللہ تعالی حضرت عیسیٰؑ کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیں گے بالخصوص تورات اورانجیل کی۔

اس آیت میں حکمت سے مراد سیاست وغیرہ ہے۔تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسی علیہ السلام نبوت کے ساتھ سیاست اورقیادت کے اوصاف سے متصف تھے۔

واماالعلم الثانی ،وهو الحکمة ،فهو العلم الذی یحکم صاحبه فی القول والعمل ، وسیاسة الناس فی القول والعمل ،ولذا یقول العلماء : ان الحکمةهی العلم النافع ،فهی العلم الذی تظهر ثمرته فی القول والعمل وهدایة للناس ،وقیادة نفوسهم . 3

چھٹی آیت

قال اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم 4

ترجمہ: یوسف علیہ السلام نے کہا مجھے ملکی خزانوں پر مقرر کریں، بلا شبہ میں

1 زہرۃ التفاسیر،۲/۹۰۹۔

2 ال عمران:۴۸۔ 3 زہرۃ التفاسیر،۳/۱۶۸۔ 4 یوسف:۵۵۔

حفاظت کرنے والا اور جاننے والا ہوں۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اقامت دین اور عادلانہ سیاست کے لئے حکومتی منصب اور عہدہ طلب کیا تھا۔اور اس طرح کرنا جائز ہے کیونکہ اقامت دین اور عادلانہ سیاست حکومتی عہدہ کے بغیر نہیں ہوسکتی۔

وفیہ دلیل علی جواز طلب التولیة واظهار أنه مستعد لها، والتولی من ید الکافر اذا علم أنه لا سبیل الی اقامة الحق و سیاسة الخلق الا بالاستظهار به ،وعن مجاهد أن الملک اسلم علی یده . 1

ساتویں آیت

رب قد اٰتیتنی من الملک وعلمتنی من تأویل الاحادیث ، فاطر السموٰت والارض انت ولی فی الدنیا و الاٰخرة توفنی مسلما و الحقنی بالصٰلحین . 2

ترجمہ: یوسف علیہ السلام نے کہا: ’’اے میرے رب آپ نے مجھ کچھ سلطنت کو دی ہے اور خوابوں کی تعبیر سکھائی ہے،اے پیدا کرنے والے آسمانوں اور زمینوں کے۔آپ میرے کارساز ہیں دنیا اور آخرت میں،مجھ کو اسلام پر موت دیجئے اور نیک بختوں میں شامل کردیجئے‘‘۔

یوسف علیہ السلام نبی تھے اور ساتھ ساتھ ان کو خوابوں کی تعبیر اور اقتدار وسیاست کا بھی علم تھا۔

(وعلمتنی من تأویل الاحادیث) أی من معرفة مآل الاحادیث سواء کانت رؤیا فی المنام ام کانت احادیث الناس ،فمعرفة احادیث

1 تفسیر بیضاوی،۱۶۸/۳۔

2 یوسف:۱۰۱۔

الناس، شعوبا و دولا و جماعات ،من علم سياسة الدولة . 1

اس آیت میں ’’من الملک‘‘ سے مراد ہے ایک مدبر اور سیاسی شخص کے لئے مقدور چیز میں وسعت ہونا ،تو یوسف علیہ السلام جو ایک سیاسی اور مدبر انسان اور نبی تھے انہوں نے اپنے لئے مملکت اور قدرت میں وسعت کا اقرار کیا۔

’’والملک عبارة عن الاتساع فی الشئ المقدور لمن له السياسة و التدبير . 2

آٹھویں آیت

ولقد اتينا داوٗد وسليمٰن علما و قالا الحمد لله الذى فضلنا على كثير من عباده المؤمنين . 3

ترجمہ: اور ہم نے داود اور سلیمان (علیہما السلام) کو علم دیا اور ان دونوں نے کہا: ’’شکر ہے اللہ تعالیٰ کا جس نے ہم کو اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت دی‘‘۔

حضرت داود اور حضرت سلیمان علیہما السلام کو علم دین ،قضاء اور سیاست کا علم عطا کیا گیا تھا، وہ دونوں نبی بھی تھے اور ساتھ قاضی اور سیاسی قائد بھی تھے۔

(علماً) التنوين اما للنوع اى طائفة من العلم ،او للتعظيم اى علما كثيرا ،قيل المراد علم الدين والحكم ،و قيل علم القضاء والسياسة . 4

---

1 زهرة التفاسير ،٧/ ٣٨٦٣.

2 فتح البیان فی مقاصد القرآن،٦/ ٤٠٦،تفسیر البغوی،٢/ ١٦۔

3 النمل:١٥۔

4 فتح البیان فی مقاصد القرآن،١٠/ ١٩۔

نویں آیت

یٰداؤد انا جعلناک خلیفة فی الارض فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھوی فیضلک عن سبیل اللہ.ان الذین یضلون عن سبیل اللہ لھم عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب . 1

ترجمہ:اللہ تعالی نے فرمایا:''اے داود ہم نے تم کو زمین پر نائب وحاکم بنایا، لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے رہنا اور نفسانی خواہش کی پیروی مت کرنا ورنہ وہ خدا کے راستے سے تم کو بھٹکا دے گی اور جو لوگ خدا کے راستے سے بھٹکتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہوگا کہ انہوں نے حساب کا دن بھلا دیا''۔

امام فخر الدین رازیؒ (المتوفی:٦٠٦ھ) کی تفسیر کے مطابق داود علیہ السلام خلیفہ تھے،یعنی سیاسی اور دعوتی امور میں انبیاء سابقین کے نائب اور حاکم تھے۔اور اس سے معلوم ہوا کہ انسان مدنی الطبع ہے،اس کے افراد میں منازعت اور مخاصمت ہوسکتی ہے،ان خصومات اور منازعات کے خاتمہ کے لئے ایک صاحب قدرت انسان کی ضرورت ہے۔اور یہ صاحب قدرت شخص ایک حاکم کی صورت میں ہوسکتا ہے جس کا حکم اور فیصلہ سب پر نافذ ہو۔اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک سیاسی غالب حاکم کے بغیر انسانی مصالح قائم نہیں ہوتی ہیں۔

ثم نقول فی تفسیر کونہ خلیفة وجھان : الاول: جعلناک خلیفة تخلف من تقدمک من الانبیاء فی الدعاء الی اللہ تعالی و فی سیاسة الناس لان خلیفة الرجل من یخلفہ ... الثانی : انا جعلناک مالکا للناس و نافذ الحکم فیھم فبھاذا التاویل یسمی خلیفة ... فثبت أن الانسان مدنی بالطبع وعند اجتماعھم فی الموضع الواحد یحصل

---

1 صٓ، ٣١.

بینھم منازعات و مخاصمات .ولا بد من انسان قادر قاھر یقطع تلک الخصومات ،وذلک ھو السلطان الذی ینفذ حکمه علی الکل ،فثبت انه لا ینتظم مصالح الخلق الا بسلطان قاھر سائس . 1

دسویں آیت

ردّوھا علی فطفق مسحا بالسوق و الاعناق . 2

ترجمہ: سلیمان علیہ السلام نے کہا: ''پھر ان گھوڑوں کو میرے پاس لاؤ''۔سو انہوں نے ان گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا۔

علامہ صدیق خان قنوجیؒ (المتوفی :۱۳۰۷ھ) کی رائے میں اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیمانؑ باوجود نبی ہونے کے سیاسی اور مملکتی امور خود سرانجام دیا کرتے تھے۔

والثانی : انه أراد أن یظھر أنه فی ضبط السیاسة والمملکة یبلغ الی انه یباشر الأمور بنفسه. 3

۲۔احادیث اور سیاست

مذکورہ بحث میں سیاست کا اثبات قرآن کریم سے ہوا جو شریعت کی اصل اول ہے، اب سیاست کا اثبات حدیث اور سنت سے کیا جاتا ہے جو شریعت کی اصل دوم ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ کے بقول قرآن وسنت میں اصول دین ،فروع دین اور سیاست وغیرہ کا بھی بیان ہے۔

---

1 تفسیر کبیر ، ۳۸۶/۲۶.

2 صٓ:۳۳۔

3 فتح البیان فی مقاصد القرآن،۴۱/۱۲۔

بل لفظ الشرع فی هذه الازمنة ثلاثة اقسام :احدها الشرع المنزل وهو الکتاب والسنة ،واتباعه واجب من خرج عنه وجب قتله،ويدخل فيه اصول الدين و فروعه ،وسياسة الأمراء وولاة المال، وحکم الحکام ومشيخة الشيوخ وغير ذلک فليس لأحد من الاولين والآخرين خروج عن طاعة الله ورسوله . 1

حدیث اول

کانت بنو اسرائيل تسوسهم الانبياء کلما هلک نبی خلفه نبی، وانه لا نبی بعدی ،و سيکون خلفاء فيکثرون ،قالوا فما ذا تأمرنا ؟ قال: فو ببيعته الاول فالاول ،اعطوهم حقهم ،فان الله سائلهم کما استرعاهم. 2

”بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاء کرتے رہے جب بھی ایک نبی کی وفات ہو جاتی تو اس کے بعد دوسرا آجاتا، اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے البتہ خلفاء بکثرت ہوں گے۔ صحابہ کرام نے پوچھا پھر اس وقت آپ کا کیا حکم ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس صورت میں ان میں سے جو پہلا ہوگا اس کی بیعت کو پورا کرو اور ان کے حق بھی ادا کرلیا کرو، ان سے اللہ تعالی ان کی مسؤلیت اور ذمہ داریوں کے بارے میں پوچھے گا“۔

علامہ بدر الدین عینیؒ (المتوفی: ۸۵۵ھ) اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **(تسوسهم الانبياء) ای تتولی امورهم کما تفعل الامراء والولاة بالرعية ،والسياسة القيام علی الشئ بما يصلحه**

1 مجموع الفتاوی، باب القضاء، ۳۵/۳۹۵۔

2 صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ماذکر عن بنی اسرائیل، ۴/۱۶۹۔

،وذلک لانھم کانوا اذا ظھروا الفساد بعث اللہ نبیا یزیل الفساد عنھم ویقیم لھم امرھم و یزیل ما غیروامن حکم التوراۃ. 1

’’اس کے معنی ہیں کہ انبیاءعوام کے امور سرانجام دیا کرتے تھے جس طرح امراءاور حکام اپنی رعایا کے امور سرانجام دیا کرتے ہیں۔اور سیاست کا مطلب ہے کسی چیز کی مناسب دیکھ بھال کرنا،اور بنی اسرائیل میں جب کوئی فساد ظاہر ہوتا تو اللہ تعالیٰ کسی نبی کو مبعوث فرماتے اور وہ ان کی نگرانی اور دیکھ بھال کرتا اور تورات میں تحریف کا ازالہ کرتا‘‘۔

اس حدیث میں انبیاء کی سیاست ان کی ذمہ داریوں کا ذکر ہے اور معلوم ہوا کہ دین اور سیاست الگ الگ چیز نہیں ۔علامہ ابن تیمیہؒ (المتوفی : ۷۲۸ھ) کے بقول شرعی سیاست اور دین میں تفریق نہیں۔ان کے درمیان تفریق عباسی خلفاء نے پیدا کردی تھی ،کیونکہ ان کے پاس سیاست شرعی کا علم نہیں تھا اس لئے انہوں نے شریعت اور سیاست میں تفریق کر کے دونوں کو الگ الگ نوع قرار دیا۔

وفی الصحیح انہ قال: ان بنی اسرائیل کانت تسو سھم الانبیاء .. فلما صارت الخلافۃ فی ولد العباس واحتاجوا الی سیاسۃ الناس وتقلدھم القضاء من تقلدہ من فقھاء العراق ،ولم یکن ما معھم من العلم کافیا فی السیاسۃ العادلۃ ،احتاجوا حینئذ الی وضع ولایۃ المظالم وجعلوا ولایۃ حرب غیر ولایۃ شرع ،وتعاظم الامر فی کثیر من امصار المسلمین حتی صار یقال: الشرع و السیاسۃ ،وھاذا یدعو خصمہ الی الشرع ،وھذا یدعو الی السیا سۃ سوّغ حاکما ان یحکم بالشرع و الاخر بالسیاسۃ . 2

1 عمدۃ القاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ماذکر عن بنی اسرائیل، ۱۶/۴۳۔

2 مجموع الفتاوی، قتل اللوطی۔۲۰/۳۹۲۔

علامہ ابن قیم جوزیؒ (المتوفی:۷۵۱ھ) کی تحقیق کے مطابق یہ امت کامل اور بہترین امت ہے، اس امت کے نبی آخری نبی ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ تو اب اس امت کی رہنمائی کی ذمہ داری علماء کی ہے اگر ایک عالم انتقال کر جائے تو اب دوسرا اس کا جانشین بن کر دینی اور سیاسی رہنمائی اس کی ذمہ داری بنتی ہے، کیونکہ حدیث کے مطابق اس امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء جیسے ہیں اور انبیاء بنی اسرائیل قوم کی سیاست کیا کرتے تھے، اگر ایک نبی کا انتقال ہو جاتا تو اس کے بعد دوسرا آکر اس ذمہ داری کو سنبھال لیتا۔

فان هذه الامة اكمل الامم وخير امة اخرجت للناس ،ونبيها خاتم النبيين لا نبى بعده، فجعل الله العلماء فيها كلما هلك عالم خلفه عالم لئلا تطمس معالم الدين و تخفى اعلامه، وكان بنو اسرائيل كلما هلك نبى خلفه نبى فكانت تسوسهم الانبياء ،والعلماء لهذه الامة كالانبياء فى بنى اسرائيل . 1

حدیث دوم

عن ابن عباس .عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: من كره من اميره شيئا فليصبر فانه من خرج من السلطان شبرا مات ميتة جاهلية . 2

”اگر کوئی شخص اپنے امیر کو ایسی بات کرتے دیکھے جو اسے پسند نہ آئے تو پھر بھی صبر کرے، کیونکہ جو سلطان کی اطاعت سے بالشت بر (معمولی) بھی باہر ہو اور اسی حالت میں مر گیا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوئی“۔

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہؒ (المتوفی:۱۱۷۶ھ) کے بقول: ”امام اور خلیفہ

1 مفتاح دار السعادۃ ومنشور ولایۃ العلم والارادۃ، ۱/۴۳۔

2 صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم سترون بعدی امورا تنکرونھا، ۹/۴۷ واللفظ لہ، صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب الامر بلزوم الجماعۃ عند ظھور الفتن ۳/۱۴۷۸۔

چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوتا ہے تو اس کی اطاعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت شمار ہوگی اور اس کی نافرمانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی شمار ہوگی۔ اسلام مصالح کے اعتبار سے جاہلیت سے ممتاز ہے، اور خلیفہ نائب رسول ہوتا ہے لہذا اس سے بغاوت جاہلیت سے مشابہت ہے"۔

اقول لما كان الامام منصوبا بالنوعين من المصالح الذين بهما نظام الملة والمدن، وانما بعث النبى صلى الله عليه وسلم لاجلهما والامام نائبه ومنفذ امره كانت طاعته طاعة رسو ل الله ومعصيته معصية رسول الله ... وقال صلى الله عليه وسلم :" من رأى من اميره شيئا يكره فليصبر ،فانه ليس احد يفارق الجماعة شبرا فيموت الا مات ميتة جاهلية " اقول : وذلک لان الاسلام انما امتاز من الجاهلية بهذين النوعين من المصالح .والخليفة نائب رسول الله صلى الله عليه وسلم فيهما ،فاذا فارق فارق منفذهما ومقيمهما اشبه الجاهلية. 1

حضرت ابن عباسؓ کی مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ خلیفہ سے بغاوت کی صورت میں اگر موت واقع ہوئی ہے تو وہ جاہلیت کی موت ہے اس لئے کہ خلافت اور اسلامی حکومت کا قیام فرض ہے، اور یہ خلیفہ کے تقرر اور پھر اس کی اطاعت کے بغیر ادا نہیں ہوسکتا۔ اس لئے خلیفہ کی عدم موجودگی میں واقع ہونے والی موت کو جاہلیت کی موت کے مشابہ قرار دیا گیا۔ 2

حدیث سوم

عن معاويةؓ قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من

1 حجۃ اللہ البالغۃ، الخلافۃ ۲/۲۳۲۔

2 اسلامی نظام خلافت اور ہماری ذمہ داری، ص ۲۷۴۔

مات بغیر امام مات میتة جاهلیة . 1

”جو شخص اس حال میں کہ اس پر کوئی امام (خلیفہ کی حکومت) نہیں تو وہ جاہلیت کی موت مرا“۔

حدیث چہارم

من خلع یدا من طاعة ،لقی الله یوم القیامة لا حجة له،ومن مات ولیس فی عنقه بیعة مات میتة جاهلیة . 2

”جس نے خلیفہ کی اطاعت سے ہاتھ کھینچا (اطاعت نہ کی)،تو قیامت کے دن وہ اللہ کے سامنے حاضر ہوگا اور اس کے لئے کوئی حجت (بچاؤ) نہ ہوگی، اور جو مسلمان دنیا سے اس حالت میں گیا کہ خلیفہ کی بیعت واطاعت کے حلقہ سے اس کی گردن خالی ہو تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوئی“۔

حدیث پنجم

اوصیکم بتقوی الله والسمع والطاعة ،وان عبد حبشی ،فانه من یعش منکم یری اختلافا کثیرا ،وایاکم و محدث الامور فانها ضلالة فمن ادرک ذلک فعلیه بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین عضوا علیها بالنواجذ . 3

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو، اور اپنے امام اور حاکم کا حکم سنو اور مانو اگر چہ وہ ایک حبشی غلام ہوا، ورمیرے

---

1 مسند احمد، حدیث معاویة بن ابی سفیان، ۸۸/۲۸، صحیح ابن حبان، ذکر الزجر عن ترک اعتقاد المرء الامام الذی یطیع اللہ جل وعلا فی اسبابہ، ۴۳۴/۱۰۔

2 صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب الامر بلزوم الجماعة عند ظهور الفتن، ۱۴۷۸/۳۔

3 جامع الترمذی، ابواب العلم، باب ماجاء فی الاخذ بالسنة واجتناب البدع، ۳۴۱/۴ واللفظ لہ، سنن ابی داود، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة، ۲۰۰/۴۔

بعد لوگوں کو بڑے سخت اختلافات نظر آئیں گے، بدعات سے بچو کیونکہ بدعات گمراہی ہے۔ جو یہ زمانہ پائے اس کو چاہئے کہ میری سنت اور میرے بعد کے جانشینوں کی سنت پر کاربند ہو اور اس کو اس طرح مضبوطی سے پکڑ لو جیسے کوئی شخص دانتوں سے کوئی چیز پکڑ لیتا ہے"۔

اس حدیث میں تقوی کے ساتھ ساتھ مسلمان حاکم وقت کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، اس سے حاکمیت سلطنت، سیاست اور اقتدار کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

حدیث ششم

ان بایعنا علی السمع والطاعة فی منشطنا ومکرهنا وعسرنا ویسرنا وان لا ننازع الامر اهله الا ان تروا کفر ابواحا ،عندکم من الله فیه برهان . 1

حضرت عبادہ بن الصامتؓ کی روایت ہے کہ: "ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر بیعت لی کہ ہر حال اور ہر طرح کی زندگی میں امام کی اطاعت کریں گے، پسند اور ناپسند کی صورت میں بھی اور خوشی اور تنگی کی صورت میں بھی، حکومت کے بارے میں حکومت کرنے والوں سے کوئی جھگڑا نہیں کریں گے الا یہ کہ بالکل کھلم کھلا کفر امام سے ظاہر ہو اور ایسی بات جس کے لئے اللہ کی طرف سے دلیل موجود ہو"۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب تک امام سے صریح کفر سرزد نہ ہو ہر حال میں اس کی اطاعت واجب ہے۔ 2

1 صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ستروں بعدی امورا تنکرونھا، ۹/۴۷۔

2 مسئلہ خلافت، ص ٦٦۔

حدیث ہفتم

خیار ائمتکم الذین تحبونهم ویحبونکم وتصلون علیهم ویصلون علیکم وشرار ائمتکم الذین تبغضونهم ویبغضونکم، وتلعنونهم ویلعنونکم ،قالوا: قلنا : یا رسول الله !افلا ننابذهم عند ذلک ؟قال : لا ،ما اقاموا فیکم الصلوة،لا ،ما اقاموا فیکم الصلوة.الا من ولی علیه والٍ فرأه یأتی شیئاً من معصیة الله ،فلیکره ما یأتی من معصیة الله ولا ینزع یدا عن طاعته. 1

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تمہارے بہتر حاکم وہ ہیں کہ ان کی محبت تمہارے دلوں میں ہواور تمہاری ان کے دلوں میں، تمہاری زبان سے ان کے لئے رحمت کی دعا نکلے اوران کی زبانوں سے تمہارے لئے۔ اور بدترین حاکم وہ ہیں کہ تمہارے دلوں میں ان کے ساتھ بغض اور دشمنی ہواوران کے دلوں میں تمہارے ساتھ بغض اور دشمنی ہو، تم ان پر لعنت بھیجو اور وہ تم پر۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ایسے حاکموں سے ہم نہ جھگڑیں؟ فرمایا نہیں جب تک وہ تم میں نماز قائم رکھیں، ان کی اطاعت ہی کرو، ہاں جو بات گناہ کی دیکھو اسے پسند نہ کرو، مگر امام کی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچو“۔

حدیث ہشتم

یکون بعدی ائمة لا یهتدون بهدای ،ولا یستنون بسنتی. وسیقوم فیهم رجال قلوبهم قلوب الشیاطین فی جثمان انس ،قال: قلت: کیف اصنع یا رسول الله ! ان ادرکت ذلک ؟ قال : تسمع وتطیع للامیر وان ضرب ظهرک واخذ مالک فاسمع واطع . 2

1 صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب خیار الائمۃ وشرارھم، ۱۴۸۲/۳۔
2 صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب بلزوم الجماعۃ عند ظہور الفتن، ۱۴۷۶/۳۔

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کہ میرے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو نہ میرا طریقہ اپنائیں گے اور نہ میری سنتوں پر چلیں گے، عنقریب تم پر ایسے حکمران ہوں گے کہ ان کا جسم انسانوں کا ہوگا مگر دل شیطان کا سا، حضرت حذیفہؓ نے پوچھا اگر ہم نے ایسا زمانہ پایا تو کیا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو اور اطاعت کرو اگر چہ وہ تمہاری پیٹھ ماریں اور تمہارا مال چھین لیں تب بھی ان کی سنو اور اطاعت کرو''۔

اس حدیث سے بھی حکومت، خلافت اور اس کی اطاعت کی اہمیت معلوم ہوتی ہے، کہ حاکم وقت جیسا بھی ہو تو اس کی اطاعت سے ہاتھ کھینچ لینا جائز نہیں۔

حدیث نہم

من اطاعنی فقد اطاع اللہ ،ومن عصانی فقد عصی اللہ .ومن یطع الامیر فقد اطاعنی ومن یعص الامیر فقد عصانی ،وانما الامام جنة یقاتل من ورائہ ویتقی بہ فان امر بتقوی اللہ وعدل فان لہ بذلک اجرا ،وان قال بغیرہ فان علیہ منہ . 1

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے میری اطاعت کی تو اس نے اللہ تعالی کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی تو وہ اللہ تعالی کی نافرمانی کا مرتکب ہوا، اور جس نے امیر اور حاکم کی اطاعت کی تو اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری بھی نافرمانی کی۔امام اور حاکم ڈھال ہے، ان کی معیت میں قتال کیا جاتا ہے اور بچاؤ کا ذریعہ بنتا ہے اگر امام تقوی اور انصاف کا حکم دے تو اس کو اجر ملے گا اور اگر اس کے علاوہ کا امر کرے تو اس پر اس کا وبال پڑے گا''۔

اس حدیث میں امام کی اطاعت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قرار دی

1 صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر ، باب یقاتل من وراء الامام ویتقی بہ، ۴/۵۰۔

گئی ہے،اور امام کی نافرمانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی قرار دی گئی ہے۔اس سے امام کے تقرر اور اس کی اطاعت کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

مذکورہ روایات میں خلافت ،امارت اور امارت وغیرہ کے الفاظ ہیں۔خلافت اور استخلاف فی الارض اور ولایت وتمکن فی الارض سے مقصود زمین،قوموں اور ملکوں کی سلطنت ہے۔ 1 اسلامی نظام حیات میں حکومت وریاست کو تین اصطلاحوں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ خلافت،امامت اور امارت ،قرآن وسنت میں یہ تنوں اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں۔قرآن میں حکومت اور متعلقات حکومت سے متعلق بیس سے زیادہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں ،امانت ،وراثت، خلافت، امامت ،ولایت ،امارت،نعمت ،عہد، رشد،عزت اور قوت وغیرہ سب کا مفہوم ایک ہے یعنی ریاست وحکومت۔ 2 تو احادیث مذکورہ خلافت اور امامت کی طرح حکومت ریاست اور سیاست کے متعلق بھی ہیں۔

حدیث دہم

الا ان رحی الاسلام دائرة ،فدور وامع الکتاب حیث دار ،الا ان الکتاب والسلطان،سیفترقان فلا تفارقو الکتاب ،الا انه سیکون امراء یقضون لانفسهم مالا یقصون لکم ،ان عصیتموهم قتلوکم وان اطعتموهم اضلوکم ،قالوا:یا رسو ل الله کیف نصنع؟ قال کما صنع اصحاب عیسی بن مریم نشروا بالناشیر وحملوا علی الخشب .موت فی طاعة الله خیر من حیاة فی معصیة الله . 3

1 مسئلہ خلافت،ص ۱۹۔

2 اسلامی نظام خلافت اور ہماری ذمہ داری،ص ۱۲۹۔

3 المعجم الکبیر،یزید بن مرشد عن معاذ بن جبل،۹۰/۲۰۔

''اسلام کی چکی گھوم رہی ہے تو تم قرآن اور اسلام کے ساتھ گھومو، یادرکھو کہ قرآن اور سلطنت وحکومت میں عنقریب تفریق ہوگی، اللہ تعالی کی کتاب کو کسی حال میں نہ چھوڑنا، تمہارے درمیان ایسے حاکم ہوں گے جو تمہارے لئے وہ فیصلہ نہیں کریں گے جو اپنے لئے کریں گے اگر تم نے ان کی نافرمانی کی تو وہ تم کو قتل کردیں گے، اور اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو وہ تم کو گمراہ کردیں گے۔ صحابہؓ نے پوچھا ایسی حالت میں ہم کیا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم وہی کرنا جو عیسیٰؑ کے اصحاب نے کیا تھا انہیں آرے سے چیر دیا گیا اور سولی پر اٹھائے گئے۔ اللہ تعالی کی نافرمانی میں زندگی گذارنے سے اللہ تعالی کی اطاعت میں موت بہتر ہے''۔

اس حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند فتنوں کا ذکر فرمایا، ان میں ایک فتنہ اسلام وقرآن اور سلطنت وحکومت میں تفریق کا ہے۔ اسلام کا اصل حکم یہ ہے کہ قرآن اور سلطنت وسیاست میں تفریق درست نہیں ان دونوں میں تفریق پیدا کرنا فتنہ اور ناپسندیدہ چیز ہے۔ 1

تنبیہ اول

ایک روایت جو لوگوں میں مشہور ہے، علامہ صغانیؒ کے بقول وہ حدیث موضوع ہے، لہذا وہ روایت کسی بزرگ کا قول تو ہوسکتا ہے لیکن اس کو حدیث قرار دینا درست نہیں۔ وہ روایت یہ ہے: **الاسلام والسلطان اخوان توأمان لا یصلح واحد منهما الا بصاحبه فالاسلام اس والسلطان حارس، وما لا اس له یهدم وما لا حارس له ضائع .الدیلمی عن ابن عباس ۔** 2

والملک و الدین تو أمان فالدین اصل والسلطان

1 اسلام کا نظام سیاست وحکومت (محسن ندوی)، ص ۲۱۔

2 کنز العمال، الباب الاول فی الامارۃ، الفصل الاول فی الترغیب فیها، ۱۰/۶۔

حارس،وما لا اصل له فمهدوم وما لا حارس له فضائع. 1

''دین اور حکومت دو جڑواں بھائی ہیں ایک کی اصلاح دوسرے کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ دین اساس اور بنیاد ہے اور حکومت محافظ ہے، جس کی بنیاد نہ ہو وہ عمارت منہدم ہوتی ہے اور جس کا محافظ نہ ہو وہ ضائع ہوتا ہے۔

فمن الاحاديث الموضوعة ..قولهم :الملک و الدين توأمان. 2

تنبیہ دوم

اسی طرح ایک اور روایت بھی بعض علماء کی زبان سے سنی گئی ہے اور کتابوں میں بھی ہے ،لیکن علامہ ابن تیمیہؒ کے نزدیک اس روایت کی اصل وسندنہیں ،وہ روایت یہ ہے: **من لم يعرف امام زمانه مات ميتة جاهلية .**

جو اپنے زمانہ کے امام اور حاکم کو نہیں جانتا اور اس صورت میں اس کی موت واقع ہو تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔

قوله :فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من مات ولم يعرف امام زمانه مات ميتة جاهلية ،يقال له اولا: من روى هذا الحديث بهذااللفظ ،واين اسناده ؟وكيف يجوز ان يحتج بنقل عن النبى صلى الله عليه وسلم من غير بيان الطريق الذى به يثبت ان النبى صلى الله عليه وسلم قاله ؟هذا ولو كان مجهول الحال عند اهل العلم بالحديث ،فكيف وهذا الحديث بهذا اللفظ لا يعرف ؟. 3

---

1 احیاء علوم الدین، بیان العلم الذی ھو فرض کفایۃ، ۱/۱۷۔

2 الموضوعات للصغانی، ۱/۳۵،۳۶۔

3 منھاج السنۃ النبویۃ، ابطال کلام ابن المطھر، الوجہ السادس، ۱/۱۱۰۔

۳۔ اجماع اور سیاست وحکومت

امام ابوالحسن علی بن محمد الماوردیؒ (المتوفی: ۴۵۰ھ) کا قول

الامامة موضوعة لخلافة النبوة فی حراسة الدین وسیاسة الدنیا ،لمن یقوم بھا فی الامة واجب بالاجماع . 1

"امامت دین کی حفاظت اور سیاست میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی سے عبارت ہے،اور امامت کا عقد اس شخص کے لئے جو امت میں اس کا قیام کر سکے بالاجماع واجب ہے"۔

ابن حزم ظاہریؒ (المتوفی: ۴۵۶ھ) کا قول

اتفق جمیع اھل السنة وجمیع المرجئة وجمیع الشیعة وجمیع الخوارج علی وجوب الامامة . 2

تمام اہلسنت ،مرجئہ ،شیعہ اور خوارج سب کا اتفاق ہے کہ نصب امام اور تقرر امام واجب ہے۔

ابن حجر الہیتمیؒ (المتوفی: ۹۷۴ھ) کا قول

ابن حجر الہیتمیؒ کے بقول: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد امام کے تقرر اور اس کے وجوب پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہوا ہے۔ اور امام کا تقرر اہم واجبات میں سے ہے، حتی کہ صحابہ کرامؓ نے جب تک امام کا تقرر طے نہیں کیا اس وقت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین مؤخر کر دی"۔

انّ الصحابة رضوان اللہ تعالی علیھم اجمعین اجمعوا علی ان

1 الاحکام السلطانیۃ ،الباب الاولی فی عقد الامامۃ ،۱/۱۵۔

2 الفصل فی الملل والاھواء والنحل ،الکلام فی الامامۃ والمفاضلۃ بین الصحابۃ ،۴/۷۲۔

نصب الامام بعد انقراض زمن النبوة واجب بل جعلوه اهم الواجبات حيث اشتغلوا به عن دفن رسول الله صلى الله عليه وسلم . 1

۴۔قیاس ودلائل عقلیہ سے سیاست کا اثبات

دلیل اول۔نظام امن کا قیام

حضرت امام غزالیؒ (المتوفی:۵۰۵ھ) فرماتے ہیں:

”واما المقدمة الثانية وهو ان الدنيا والأمن على الأنفس لا ينتظم الا بسلطان مطاع ،فتشهد له مشاهدة اوقات الفتن بموت السلاطين والائمة، وان ذلک لو دام ولم يتدارک بنصب سلطان آخر مطاع دام الهرج وعم السيف وشمل القحط وهلكت المواشى وبطلت الصناعات، وكان كل غلب سلب ولن يتفرع احد للعبادة والعلم ان بقى حيا ،والاكثرون يهلكون تحت ظلال السيوف ،ولهذا قيل الدين والسلطان توأمان ولهذا قيل الدين اس والسلطان حارس وما لا اس له فمهدوم وما لا حارس له فضائع ... وهذا داء لا علاج له الا بسلطان قاهر مطاع يجمع شتات الآراء ،فبان ان السلطان ضرورى فى نظام الدنيا ونظام الدنيا ضرورى فى نظام الدين ،ونظام الدين ضرورى فى الفوز سعادة الدارين وهو مقصود الانبياء قطعا ،فكان وجوب نصب الامام من ضروريات الشرع . 2

”مضبوط بادشاہ اور سیاست کے بغیر نظام امن قائم نہیں ہوسکتا ،اس کا

1 الصواعق المحرقة علی أھل الرفض والضلال والزندقة ،المقدمة الثانیة ،۱/۲۵۔

2 الاقتصاد فى الاعتقاد ،الباب الثالث فى الامامة ، ۱/ ۱۲۸ .

مشاہدہ اس وقت کیا جا سکتا ہے جب کوئی بادشاہ مر جاتا ہے اور اس کی جگہ دوسرے کا تقرر نہ ہو تو قتل و غارت گری اور لوٹ مار کا بازار گرم ہو جاتا ہے جس سے انسان اور مویشیوں کی قیمتی جانیں ضائع ہوتی ہیں اور کاروبار کو زبردست نقصان پہنچ جاتا ہے حتی کہ عبادت اور حصول علم کا موقع میسر نہیں آتا، اس لئے کہا گیا کہ دین اور حکومت دو جڑواں بھائی ہیں، دین اساس ہے اور حکومت محافظ ہے دونوں کے بغیر کام نہیں چلتا، چونکہ نقص امن ایک ایسی بیماری ہے جس کا علاج اور خاتمہ مضبوط بادشاہ کے بغیر نہیں ہوسکتا اس لئے مضبوط حکومت نظام دنیا اور نظام امن کے لئے ضروری ہے اور نظام دین کے لئے نظام سیاست اور نظام امن ضروری ہے، آخرت کی سعادت جو انبیاء کا مقصود اصلی ہے وہ نظام دین سے حاصل ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ امام کا تقرر اور سیاست شرعیہ از روئے شرع ضروری اور واجب ہے''۔

دلیل دوم ۔ اجتماعی نظام

امام ابن تیمیہؒ (المتوفی: ۷۲۸ھ) کے بقول: ''انسان کی مصلحتیں اجتماعی زندگی سے مربوط ہیں، اور اجتماعی زندگی میں انسان کے لئے قائد اور حاکم کی ضرورت ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کہ سفر میں تین آدمی ہوں تو ان میں ایک کو امیر ہونا چاہئے''۔ تو سفر جو عارضی طور پر ایک اجتماعی زندگی ہے اس میں امیر کا ہونا ضروری ہے تو اصل اجتماعی زندگی اور ریاست چلانے کے لئے تو ضرور ایک امیر کا ہونا بطریق اولی ضروری ہے۔ اس کے علاوہ شرعی احکام مثلا امر بالمعروف و نہی عن المنکر، جہاد، عدل، مظلوم کی نصرت، اقامت حدود وغیرہ قوت اور امارت کے بغیر قائم ہونا مشکل ہے۔ اس لئے ولایت اور امارت کا قیام اہم واجبات اور فرائض میں سے ہے۔

فصل: یجب ان یعرف ان ولایة امر الناس من اعظم واجبات

الـديـن ،بـل لا قيـام لـلـديـن ولا لـلدنيـا الا بهـا ،فـان بنى آدم لا تتم مـصـلـحتهم الا بالاجتماع لحاجة بعضهم الى بعض ،ولا بد لهم عند الاجتمـاع من رأس حتى قال النبى صلى الله عليه وسلم : ''اذا خرج ثـلاثة فـى سـفـر فـليؤمروا احدهم'' ... فاوجب صلى الله عليه وسلم تـأميـر الـواحـد فى الاجتماع القليل العارض فى السفر تنبيها بذلك عـلـى سائر انواع الاجتماع .ولان الله تعالى اوجب الامر بالمعروف والـنهى عن المنكر ولا يتم ذلک الا بقوة و امارة ،وكذلک سائر ما اوجبـه مـن الـجهـاد والـعـدل واقـامة الـحج والجمع والاعياد ونصر المظلوم ،واقامة الحدود لاتتم الا بقوة والامارة . 1

دلیل سوم۔انسانی فطرت اور خصوصیت

علامہ ابن خلدونؒ (المتوفی : ۸۰۸ھ) کے بقول:'' حکومت اور سیاست انسانی فطرت اور طبعیت میں داخل ہے۔انسان اصل فطرت کے اعتبار سے بنسبت صفت شر کی صفت خیر کے زیادہ قریب ہے،شر اس میں قوت حیوانی کی وجہ سے ہے نہ کہ اصل فطرت کی وجہ سے، اپنی اصل فطرت کے اعتبار سے سیاست اور حکومت انسان کی خاصیت ہے اور حکومت اور سیاست کرنا انسان کی بہتر صفات میں سے ہے''۔

لـمـا كان الملک طبعيا للانسان لما فيه من طبعية الاجتماع كما قلناه وكان الانسان أقرب الى خلال الخير من خلال الشر باصل فـطـرتـه وقـوتـه الـنـاطـقه العاقلة ،لان الشر انما جاءه من قبل القوى الـحيـوانية التـى فيها ،واما من حيث هو انسان فهو الى الخير وخلاله

1 مـجـمـوع الـفتـاوى ،فـصـل ولاية الأمـر مـن اعظم واجبات الدين ،۲۸/ ۳۹۰،السياسة الشرعية فى اصلاحى الراعى والرعية ،فصل فى منزلة الولاية ،ص ۱۲۹

اقـرب ، والـمـلـک والسيـاسة انما كانا له من حيث هو انسان لانهما لـلانسـان خـاصة لا لـلـحيـوان، فاذا خلال الخير فيه هي التي تناسب السياسة والملک ،اذا الخير هو المناسب للسياسة . 1

دلیل چہارم۔انتظامی امر

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہؒ (المتوفی:۱۱۷۶ھ) کے بقول:''شہری زندگی کی ایک بڑی اجتماعی زندگی ہوتی ہے،سب شہریوں کا ایک بات پر متفق ہونا ممکن نہیں اور یہ بھی ممکن نہیں کہ منصب کے بغیر ایک رائے دوسرا رد نہ کرے یعنی امام کے بغیر ایک ہی رائے پر اتفاق ہوجاتا ہو،اس لئے اس میں اختلاف ہوسکتا ہے۔ایک امیر کے تقرر کے بغیر انسانی زندگی میں اجتماعی نظم قائم نہیں ہوسکتا ہے، بلکہ قتل وقتال کی نوبت آسکتی ہے۔پس ایک امیر کا ہونا ضروری ہے جس پر جمہور کا اتفاق ہو،اس لئے اجتماعی زندگی میں سیاست اور امارت کا قیام ضروری ہوا،خصوصًا جہاں قتل وغارتگری اور بدنظمی کا امکان ہو''۔

ولـمـا كـانـت الـمـدينة ذات اجتماع عظيم لايمكن ان يتفق رأيهم جميعا على حفظ السنة العادلة ،ولا ان ينكر بعضهم على بعض مـن غيـر ان يمتاز بمنصب ،اذا يفضى ذلک الى مقاتلا ت عريضة لم يـنـتـظم امرها الا برجل اصطلح على طاعته جمهور اهل الحل والعقد لــه اعـوان و شـوكة ،وكـل مـن كـان أشـح وأحـد وأجرا على القتل والغضب فهو اشد حاجة الى السياسة. 2

1 تاریخ ابن خلدون، الفصل العشرون فی ان علامات الملک التنافس فی الخلال الحمیدۃ وبالعکس،۱۷۸/۱۔

2 حجةالله البالغة ،باب سياسة المدينة ، ۹۲/۱ .

دلیل پنجم۔عدالت اورانصاف کا قیام

عدل اورانصاف کا قیام عقلاً ضروری ہے ورنہ نظام زندگی میں بڑا خلل واقع ہوسکتا ہے،اورعدل کی تعریف بقول امام الہندشاہ ولی اللہؒ یہ ہے:''کہ عدل ایک ایسے نظام کا نام ہے جس میں انسان کی خاندانی اورسیاسی واجتماعی زندگی کے متعلق مصلحتوں کا صدورانسان سے باآسانی ہوسکے''۔

والرابع العدالة :وهى ملكة يصدر منها اقامة النظام العادل المصلح فى تد بير المنزل وسياسة المدينة ونحو ذلک بسهولة . 1

دلیل ششم صلحاء کے ساتھ محبت کا ذریعہ

امام غزالیؒ (المتوفی:۵۰۵ھ)کے بقول:''صدیقین کی وہ صفات جن کی وجہ سے طبعًا دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے یہ صفات تین قسم کی ہیں: پہلی صفت عقائد ہیں یعنی اللہ تعالی ،فرشتوں ،آسمانی کتابوں ،انبیاء کرام اوران کی شریعتوں پرایمان و عقیدہ رکھنا،دوسری صفت رہنمائی اورسیاسی طورپرانسان کی اصلاح کرنا،تیسری صفت رذائل اورگناہوں سے اجتناب کرنا۔انہی صفات کی وجہ سے انبیاء کرام،علماء،خلفاء اور عادل حکمرانوں سے انسان کے دل میں محبت پیدا ہوتی ہے''۔الحاصل سیاسی اصلاح ورہنمائی بھی محبت کا سبب وذریعہ ہے۔

فاذن جمال صفات الصديقين الذين تحبهم القلوب طبعا ترجع الى ثلاثة امور : أحدها علمهم بالله تعالى و ملائكته و كتبه ورسله و شرائع انبيائه،والثانى قدرتهم على اصلاح انفسهم و اصلاح عبا دالله بالارشاد والسياسة ،والثالث تنزههم عن الرذائل والخبائث والشهوات الغالبة الطارفة عن سنن الخير الجاذبة الى طريق الشر، و

1 حجۃ اللہ البالغۃ،من ابواب الاحسان ۲/۱۰۷۔

بمثل هذا یحب الانبیاء والعلماء والخلفاء والملوک الذین هم اهل العدل والکرم . 1

دلیل ہفتم حفاظت کا ذریعہ

امام غزالیؒ کے بقول: ’’جس طرح طب اور علاج انسان کی داخلی بیماری سے حفاظت کا ذریعہ ہے اسی طرح عادلانہ سیاست انسان کی خارجی بیماری وہلاکت سے حفاظت کا ذریعہ ہے‘‘۔

وبالطب یحفظ الاعتدال فی الاخلاط المتنازعة من داخل ، وبالسیاسة والعدل یحفظ الاعتدال فی التنافس من خارج ،وعلم طریق اعتدال الأخلاط طب،وعلم طریق اعتدال احوال الناس فی المعاملات والافعال فقه. 2

دلیل ہشتم صحت مند معاشرہ کا قیام

امام غزالیؒ کے بقول: ’’صحت مند معاشرہ کا قیام اور ملک کا پُر امن ہونا جو اللہ تعالی کی بڑی نعمت ہے یہ عادلانہ سیاست پر موقوف ہے، پس حاکم کو خلیفۃ اللہ ہونے کی حیثیت سے اپنے ملک میں نظام عدل قائم کرنا چاہیئے، اور اس کے لئے سیاست اور عادل ہونا ضروری ہے، ورنہ اگر کوئی حاکم سیاسی اور رعب والا نہ ہوتو دینی اور دنیاوی دونوں کے نظم میں بڑا خلل اور نقص پیدا ہوگا‘‘۔

اوما سمعت ان اجل النعم بعد نعمة الاسلام الصحة والأمن.والأمن انما یکون مع سیاسة السلطان ،فیجب علی السلطان ان یعمل بالسیاسة،وان یکون مع السیاسة عادلا، لأن السلطان خلیفة الله

1 احیاءعلوم الدین، کتاب المحبۃ والشوق والأنس والرضا، ۳۰۴/۴۔

2 احیاءعلوم الدین، کتاب العلم، الباب الخامس فی آداب المتعلم والمعلم، ۵۵/۱۔

ویجب ان تکون ھیبة بحیث اذا رأتہ خافوا ولو کانوا بعیدا ... واذا کان السلطان منھم ضعیفا او کان غیر سیاسة وھیبة فلا شک أن ذلک یکون سبب خراب البلاد، وان الخلل یعود الی الدین والدنیا . 1

دلیل نہم خوشگوار گھریلو زندگی

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہؒ (المتوفی :۱۱۷۶ھ) کے بقول :''خوشگوار گھریلو زندگی موقوف ہے اس بات پر کہ گھر کا سربراہ طبعًا سیاسی، رفاہی اور اقتصادیات کی مہارت کے ساتھ ہوشیار بھی ہو''۔

واوجب اختلاف استعداد بنی آدم ان یکون فیھم السید بالطبع وھو الاکیس المستقل بمعیشة ذو سیاسة ورفاھیة جبلتین . 2

اور حضرت امام الہند حضرت شاہ ولی اللہؒ نے یہ بھی فرمایا:''کہ عورت کی بنسبت مرد کی عقل تام ہے اوراس کو سیاست میں مہارت زیادہ ہوتی ہے،اس لئے شریعت نے مرد ہی کو گھر کا سربراہ قرار دیا ہے''۔

قال اللہ تعالی الرجال قوامون علی النساء ... اقول :یجب ان یجعل الزوج قواما علی امرأتہ ،وان یکون لہ الطول علیھا با لجبلة فان الزوج اتم عقلا واوفر سیاسة . 3

دلیل دہم مخلوق کی کفالت، ملک کا آباد اور مستحکم ہونا

علامہ ابن خلدونؒ (المتوفی: ۸۰۸ھ) کے بقول:''حاکمیت اور سیاست نہ صرف مخلوق کی کفالت ہے، بلکہ یہ اللہ تعالی کی خلافت بھی ہے،جس کی وجہ سے اللہ

---

1 التبر المسبوک فی نصیحة الملوک، الباب الاول اصول الایمان، فی ذکر العدل والسیاسة،ص۶۲۔

2 حجۃ اللہ البالغہ، باب تدبیر المنزل،۸۹/۱۔

3 حجۃ اللہ البالغۃ،حقوق الزوجیۃ،۲۱۰/۲۔

تعالیٰ کے احکام کی تنفیذ ہوتی ہے“۔

والسیاسة الملک هی کفالة للخلق وخلافة لله فی العباد لتنفیذ احکامه فیهم ،واحکام الله فی خلقه وعباده انما هی بالخیر ومراعاة المصالح کما تشهد به الشرائع ،وأحکام البشر انما هی من الجهل والشیطان . 1

اورآگے فرمایا:”مستحکم اور عادلانہ سیاست کا معدوم ہونا ملک کی بربادی اور عدم تحفظ کا سبب ہے،اس صورت میں غارت گری اورلوٹ مارکا بازارگرم ہوتا ہے“۔

فمتی اقتدروا علیها بفقد ان الحامیة وضعف الدولة فهی نهب لهم وطمعة لآکلهم یرددون علیها الغارة والنهب والزحف لسهولتها علیهم الی أن یصبح أهلها مغلبین لهم ،ثم یشاورونهم باختلاف الأیدی وانحراف السیاسة الی أن ینقرض عمرانهم . 2

مزید فرماتے ہیں:”عادلانہ اور شرعی سیاست ریاست کی عظمت مضبوط ہونے اور ملک کے آباد ہونے کا سبب ہے ،جبکہ دینی سیاست کا معدوم ہونا زوال، جہالت اور وحشت کا سبب ہے۔علامہ ابن خلدونؒ نے عرب کے زوال کا نقشہ یوں کھینچا ہے کہ عرب میں جب تک دین اورسیاست پرعمل ہورہا تھا اس وقت ان کی ریاست میں قوت پیدا ہورہی تھی اوران کی مملکت عظیم تر بن رہی تھی،لیکن جب دین اورسیاست پرعمل چھوڑ دیا اورانصاف ختم ہوا اوران میں وحشت پیدا ہوئی ان میں خلافت ختم ہوئی صرف نام باقی رہا اور یہ کہ وہ خلفاء کی اولاد میں سے ہیں تو ایک دم معاملہ ان کے ہاتھ سے نکل گیا اورعجم ان پرغالب آگئے“۔

لما شید لهم الدین أمر السیاسة بالشریعة وأحکامها

1 تاریخ ابن خلدون،الفصل العشرون،۱۷۹/۱

2 تاریخ ابن خلدون،الفصل الخامس العشرون،۱۸۶/۱۔

المراعية لمصالح العمران ظاهرا و باطنا وتتابع فيها الخلفاء عظم حينئذ ملكهم وقوى سلطانهم ... ثم انهم بعد ذلک انقطعت منهم عن الدولة أجيال نبذواالدين فنسو االسياسة ورجعوا الى قفرهم وجهلوا شأن عصبيتهم مع اهل الدولة ببعدهم عن الانقياد واعطاء النصفة فتوحشوا كما كانوا ولم يبق لهم من اسم الملک الا انهم من جنس الخلفاء ومن جيلهم ،ولما ذهب أمر الخلافة وامحى اسمها انقطع الأمر جملة من ايديهم وغلب عليهم العجم . 1

اور علامہ ابن خلدونؒ کے بقول:'' شرعی اور دینی سیاست دنیا اور آخرت دونوں کی کامیابی کا سبب ہے۔

فاذا كانت هذه القوانين مفروضة من العقلاء وأكابر وبصرائها كانت سياسة عقلية ،واذا كانت مفروضة من الله بشارع يقررها ويشرعها كانت سياسة دينية نافعة فى الحياة الدنيا و الآخرة. 2

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیاست

امام غزالیؒ کی تحقیق

امام غزالی ؒ (المتوفی:۵۰۵ھ) کے بقول:'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح اخلاق حسنہ اور اوصاف حمیدہ کے مالک تھے اسی طرح باوجود یتیم ہونے کے آپ سیرت فاضلہ کے بھی مالک تھے،اور ساتھ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیاست پر اچھی طرح عبور حاصل تھا''۔

1 تاریخ ابن خلدون،الفصل الثامن والعشر ون،۱/۱۹۰۔

2 الفصل الخامس والعشر ون،۱/۲۳۸۔

قد جمع الله تعالی له السيرة الفاضلة والسياسة التامة وهو امی لا يقرأ ولا يكتب نشأ فی بلاد الجهل والصحاری فی فقره وفی رعاية الغنم يتيما لا اب له ولا ام ،فعلّمه تعالی جميع محاسن الاخلاق والطرق . 1

علامہ ابن تیمیہؒ کی تحقیق

علامہ ابن تیمیہؒ کی تحقیق کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم عقل ،علم اور سیاست میں سب سے بڑھ کر تھے ۔قرآن کی دعوت کو لیکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے لوگوں تک اس کو پہنچانے اور تبلیغ ودعوت کا حکم دیا''۔

انه كان من اعظم الناس عقلا وسياسة وخبرة ،وكان مقصوده دعوة الخلق الی طاعته واتباعه ،وكان يقرأ القرآن علی جميع الناس ، و يأمر بتبليغه الی جميع الامم . 2

اور آگے فرمایا:''آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو بڑے سیاستدان تھے ،ان کی بڑی چاہت تھی کہ لوگ ان کی اطاعت واتباع کریں ،اوراس کے لئے آپ نے لوگوں کے سامنے معجزات مثلاً شق قمر کا بھی ذکر کیا''۔

فمعلوم ان محمدا صلی الله عليه وسلم كان من اخرص الخلق علی تصديق الناس له واتباعهم اياه ،مع انه كان اخبر الناس بسياسة الخلق ،فلو لم يكن القمر انشق لما كان يخبر بهذا . 3

مزید فرماتے ہیں:''دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کوئی سیاستدان پیدا نہیں ہوا ،یعنی سیاست میں وہ لاثانی تھے''۔

---

1 احیاء علوم الدین ، کتاب آداب المعیشۃ واخلاق النبوۃ ،۳۶۴/۲۔

2 الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح ،فصل شبہات النصاری علی رسالۃ النبی والرد علیھا ،۳۷۴/۱۔

3 الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح ،فصل :معجزات محمد صلی اللہ علیہ وسلم ،۴۱۹/۱۔

مع اتفاق الامم المؤمن بمحمد والکافر به علی کمال عقله ومعرفته وخبرته اذ ساس العالم سیاسة لم یسسهم احد بمثلها . 1

امام الہندؒ شاہ ولی اللہؒ کی تحقیق

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں: ''منصب نبوت کے فرائض میں سے عادلانہ اور احسن سیاست اور قوم کی سیاسی رہنمائی بھی اہم فریضہ ہے۔

المرتبة الرابعة معصیة الشرائع والمناهج المختلفة باختلاف الاسم والأمصار ،وذلک أن الله تعالی اذا بعث نبیا الی قوم لیخرجهم من الظلمات الی النور ،ولیقیم عوجهم ویسوسهم أحسن السیاسة کان بعثة مقتضیا لا یجاب ما لا یمکن اقامة عوجهم وسیاستهم الا به . 2

انبیاء کرام کی سیرت اور فرائض منصبی ان امور کو بیان کرنا ہے جن کا تعلق انسان کی تربیت اور امت کی سیاست سے ہے،ان کے علاوہ سائنسی مباحث جن کا انسانی تربیت اور سیاست سے تعلق نہیں ایسے امور کا بیان اور تبلیغ انبیاء کرام کے فرائض منصبی میں داخل نہیں۔

ومن سیرتهم الا یشتغلوا بما لا یتعلق بتهذیب النفس و سیاسة الامة کبیان حوادث الجو من المصر والکسوف والهالة،وعجائب النبات و الحیوان ومقادیر سیر الشمس والقمر واسباب الحوادث الیومیة . 3

سیاستدان ہونے کی حیثیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لازم تھا کہ ان کے دین وشریعت سے تمام شرائع منسوخ ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو آخری

1 الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح فصل: جلاء آیات النبوۃ وتنوعها وکثرتھا،۴۰۹/۵۔

2 حجۃ اللہ البالغۃ، باب طبقات الاثم،۱۴۶/۱۔

3 حجۃ اللہ البالغۃ، باب حقیقۃ النبوۃ وخواصھا،۱۵۸/۱۔

نبی ہیں ان کا دین وشریعت تحریف وغیرہ سے محفوظ ہو۔

لا بد لصاحب السياسة الكبرى الذى يأتى من الله بدين ينسخ الاديان من ان يحكم دينه من ان يتطرف اليه تحريف . 1

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں سے یہ بات بھی ہے کہ انہوں نے تدبیر منزل ،صحابہ کی رعایت واصلاح کی ، اور ساتھ ساتھ ملکی سیاست کی اصلاح کا فریضہ بھی اعلی اورکامل درجہ پرسرانجام دیا۔

"وكان الزمهم باصلاح تدبير المنزل ورعاية الاصحاب وسياسة المدينة بحيث لا يتصور فوقه يعرف لكل شئ قدره . 2

حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ کی تحقیق

حضرت قاری صاحبؒ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان جامعیت اوردین کے شعبوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایمانی سے عقائد کا شعبہ پیدا ہوا جس کا فنی اور اصلاحی نام علم کلام ہے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اسلامی سے عملی احکام کا شعبہ پیدا ہوا جس کا اصطلاحی نام فقہ ہے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت احسانی سے تزکیہ نفس اور تکمیل اخلاق کا شعبہ پیدا ہوا جس کا اصطلاحی نام تصوف ہے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اعلاء کلمۃ اللہ سے سیاست وجہاد کا شعبہ پیدا ہوا جس کا عنوانی لقب امارت وخلافت ہے‘‘۔ 3

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کی تحقیق

حضرت ڈاکٹر صاحبؒ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی کی وضاحت

---

1 حجۃ اللہ البالغۃ، باب احکام الدین من التحریف، ۲۱۰/۱۔

2 حجۃ اللہ البالغۃ، سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۳۱۷/۲۔

3 علماء دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج ،ص ۱۰۸۔

کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’انسانی زندگی کے دو بڑے شعبے ہیں ایک معاش اور دوسرا معاد، دوسرے الفاظ میں ایک تو انسان کے تعلقات انسان اور دیگر مخلوق کے ساتھ اور دوسرے انسان کے تعلقات اپنے خالق و مالک جل شانہ کے ساتھ۔ پہلی قسم میں اعلیٰ ترین مرتبہ حکمرانی تو آخرالذکر میں عقائد و عبادات کی رہنمائی و پیغمبری، رسول عربی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیک وقت دونوں کمالات حاصل تھے، رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر نظر ڈالئے، ان کی ہمہ جہاتی حیثیت، قول وفعل کی یکسائی تعلیم میں نا قابل عمل مطمحیت کی جگہ معتدل عملیت اور سب سے بڑھ کر یہ زندگی ہی میں کامیابی کے لحاظ سے ایک بے نظیر چیز ہے۔ سیاسی حیثیت کو لیجئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سال کے قلیل عرصے میں جزیرہ نما عرب کی لاحکومتی میں جہاں زیادہ خودسر خانہ بدوش قبائل میں خانہ جنگیاں ہی رہا کرتی تھیں، ایک بڑی مستحکم اور بڑی مملکت قائم کردی۔ انتظامی حیثیت لیجئے جس ملک میں کبھی حکومت قائم نہیں ہوئی تھی اس میں پیدا ہونے اور پرورش پانے کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دستور مملکت مرتب اور جو نظام حکمرانی مرتب فرمایا اس پر عمل دنیا کی ایک عظیم الشان مملکت کے لئے نہ صرف ہر طرح کارآمد و کافی ثابت ہوا۔ بلکہ جب تک اس پر عمل رہا تو دنیا کی مہذب ترین حکومت بنی رہی‘‘۔ 1

’’اس میں بھی شبہ نہیں رہتا کہ مسلمانوں کے لئے سخت ترین نازک زمانے میں حدیبیہ میں قریش کا اس صلح پر آمادہ ہوجانا اسلامی سیاست خارجہ کی ایک واقعی ’’فتح مبین‘‘ اور ’’نصر عزیز‘‘ تھی جس کے باعث ان کے ہاتھ کھل گئے اور فوری خطرات سے نجات ملنے پر انہوں نے آزادی کے ساتھ تین ہی سال میں پرامن ذرائع سے اپنی مملکت کو تقریباً دس گنا پھیلا کر پورے جزیرہ نما عرب کو اپنا مطیع بنالیا... یہی وہ صلح

1 رسول اللہ کی سیاسی زندگی، ص۱۴، ۱۵، ۱۰۹۔

حدیبیہ ہے جسے عہد نبوی کی سیاست خارجہ کا شاہکار کہنا چاہئے، مدینہ پہنچتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اپنے بے خانماں ساتھیوں کی رہائش کا انتظام کیا، پھران مہاجرین اور مدنی مسلمانوں اور ہمدردوں میں تنظیم پیدا کر کے ایک شہری مملکت کی بنیاد ڈالی۔شہر میں اب مہاجرین مکہ،مدنی مسلمان،ان کے رشتہ دار غیر مسلم عرب اور یہودی قبائل تھے،ان سب کو اپنی سرداری میں ایک مرکز پر جمع کیا اور ایک وفاقی شہری مملکت قائم کی،خوش قسمتی سے اس وفاق کا دستور جو ۱ھ میں مرتب ہوا تھا اور پچاس ایک دفعات پر مشتمل ہے تاریخ نے محفوظ رکھا ہے''۔ 1

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سیاست

امام غزالیؒ کا قول

امام غزالیؒ کے بقول:'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خصوصیات میں سے سیاست میں ان کی شہرت،علمی مقام اور لوگوں کے ساتھ انصاف اور شفقت کا معاملہ کرنا اور اس کے ذریعہ سے اللہ تعالی کا قرب حاصل کرنا تھا۔

وكان شهرة عمر رضى الله عنه بالسياسة،وكان فضله بالعلم الذى مات تسعة اعشاره بموته ،وبقصده التقرب الى الله عز وجل فى ولايته وعدله وشفقته على خلعة وهو امر باطن فى سره . 2

امام قرطبیؒ کا قول

امام قرطبیؒ (المتوفی:۶۷۱ھ) کے بقول اس آیت '' **وعد الله الذين اٰمنوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم** '' کا مصداق خلفاء راشدین

1 رسول اللہ کی سیاسی زندگی،ص ۹۶،۱۰۰۔

2 احیاءعلوم الدین،کتاب العلم،بیان العلم الذی ھوفرض کفایۃ،۱/۲۳۔

ہیں ۔کیونکہ وہ دینی امور میں بھی ممتاز درجے پر فائز تھے اور سیاسی میدان کے بھی شہسوار تھے۔

وعدالله الذين اٰمنوا منكم و عملو الصا لحات ...قال علماؤنا هذه الآية دليـل عـلـى خلافة الخلفاء الاربعة رضى الله عنهم ،وان الله استخلفهم ورضى امانتهم .وكانوا على الدين الذى ارتضى لهم،لانهم لم يتقد مهم احـد فـى الـفـضـيـلة الـى يـومـنا هذا ،فاستقر الأمر لهم، وقاموا بسياسة المسلمين ،وذبوا عن حوزة الدين ،فنفذ الوعد فيهم 1

علامہ ابن تیمیہؒ کا قول

علامہ ابن تیمیہؒ کے بقول:" خلفاء راشدین سیاست نبوی کے حامل تھے،اور ان کے زمانہ میں اہل مدینہ بڑی اچھی اور خوشحال حالت میں تھے،اور اللہ تعالی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اور اللہ تعالی کی نعمتوں میں زندگی بسر کر رہے تھے"۔

وكـان أهـل الـمـديـنة عـلـى عهد رسو ل الله صلى الله عليه وسـلـم وعهـد خـلـفائه الراشدين ابى بكر وعمر وعثمان أحسن اهل المدائن حالا ، ونعمة الله عليهم اعظم النعم لكونهم كانوا مطيعين لله ورسوله ،وكانت الخلفاء تسوسهم سياسة نبوية . 2

"خلفاء راشدین علم،عدل،سلطنت اور سیاست میں کامل مرتبے اور درجے پر فائز تھے"۔

وقـولـه تـعـالـى :يايها الذين اٰمنوا اطيعو الله واطيعو الرسول واولـى الامـر مـنكم ،فد فسر بالامراء بذوى القدرة كامراء الحرب .

---

1 تفسیر قرطبی (الجامع لأحکام القرآن) ۱۲/ ۲۹۷۔

2 الاخنائیۃ ص ۱۹۴۔

وفسر باھل العلم و الدین ،وکلاھما حق .وھذان الوصفان کانا کاملین فی الخلفاء الراشدین ،فانھم کانوا کاملین فی العلم ،والعدل ، والسیاسة و السلطان. 1

علامہ ابن قیمؒ کا قول

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں: ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حسن سیاست کی وجہ سے صحابہ کرام ان کی اطاعت اور موافقت کیا کرتے تھے''۔

وعلم الصحابة .رضی الله عنھم حسن سیاسة عمر وتادیبه لرعیته فی ذلک فوافقوه علی ما الزم به . 2

° ''حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی حسن سیاست ،علمی مقام اور ذکاوت وغیرہ کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو غزوہ ذات السلاسل میں امیر مقرر کیا تھا''۔

وامّر عمر وبن العاصؓ فی غزوه ذات السلاسل لانه کان یقصد اخواله بنی عذرة فعلم انھم یطیعون مالا یطیعون غیر ه للقرابة، وایضا فلحسن سیاسة عمرو وخبرته وذکائه ودھائه فانه کان من ادھی العرب ،وذھادة العرب اربعة ھو احدھم . 3

علامہ ابن کثیرؒ کا قول

علامہ ابن کثیر (المتوفی :۷۷۴ھ) کے بقول: ''عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بڑے عالم اور عابد ،کثیر الصیام والصلاۃ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بڑے

1 منھاج السنۃ النبویۃ فی نقض الکلام الشیعۃ القدریۃ ،کلام الرافضی فی عصمۃ الائمۃ والردعلیہ،۱۰۷/۴۔

2 اعلام الموقعین عن رب العالمین،فصل :جمع الطلقات الثلاثۃ بلفظ واحد،۳۵/۳۔

3 اعلام الموقعین عن رب العالمین،صفات الحاکم ومایشترط فیہ،۸۳/۱۔

سیاستدان بھی تھے“۔

وکان ابن الزبیر عالما عابدا مهیبا وقورا کثیر الصیام والصلاة شدید الخشوع جید السیاسة . 1

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہؒ کا قول

امام الہندؒ فرماتے ہیں: ”سیاست کبری (ملکی سیاست) خلفاء راشدین کا وظیفہ اور طریقہ تھا، اس بارے میں ان کی تابعداری اور ان کے طریقوں پر چلنے کی ضرورت ہے“۔

قوله صلی الله علیه وسلم فی الموعظة البلیغة :” فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین “ اقول انتظام الدین یتوقف علی اتباع سنن النبی ،وانتظام السیاسة الکبری یتوقف علی الانقیاد للخلفاء فیما یأمرونهم بالاجتهاد فی باب الارتفاقات واقامة الجهاد، وامثال ذلک ما لم یکن ابداعا لشریعة او مخالفا لنص . 2

حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ کا قول

حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ فرماتے ہیں: ”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہر رنگ اور ہر طبقہ کے افراد جمع تھے۔مگر ایک دوسرے کی عظمت ومحبت اور ادب واحترام میں بھی انتہائی مقام پر تھے اس لئے امت کے اہل علم وفضل افراد میں افضل ترین مقبول ترین اور اعلی ترین افراد وہی سمجھے گئے ہیں جن میں ان تمام شعبہ ہائے دین کے اجتماع سے جامعیت کی شان پیدا ہوگئی ہو اور وہ بیک دم قرآن وحدیث، فقہ واصول تصوف وکلام روایت ودرایت، پھر راہ اخلاق وعمل کے مقامات، فقر وامارت زہد و

1 البدایۃ والنہایۃ، سنۃ ثلاث وسبعین، ترجمۃ امیر المؤمنین عبداللہ بن الزبیر، ۳۳۹/۸۔

2 حجۃ اللہ البالغۃ، من ابواب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ۲۸۹/۱۔

مُدنیت، عبادت وخدمت، خلوت پسندی وجلوت آرائی، بوریہ نشینی وحکمرانی کے ملے جلے احوال وکیفیات سے سرفراز ہوئے ہوں، جیسا کہ حضرات صحابہؓ کی پاکیزہ زندگی اسی جامعیت کا نکھرا ہوا نمونہ تھی‘‘۔ 1

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کا قول

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے فرمایا: ’’حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کی وسیع فتوحات ان کی اہلیت خلافت اوران کے تدبر اور سیاست کے شاہد عدل ہیں، حضرت ذی النورینؓ کی چند سالہ فتوحات سے اسلامی مملکت کا دائرہ اس قدر وسیع ہوا کہ آج امریکہ اور برطانیہ دونوں کامل کر بھی دائرہ سلطنت اتنا وسیع نہیں ہوا۔اب بھی کسی نادان کو حضرت ذی النورینؓ کے تدبر اور سیاست میں شبہ ہے‘‘۔ 2

جناب محمود احمد غضنفر صاحب کا قول

حکمران صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفات بیان کرتے ہوئے حضرت فرماتے ہیں: ’’علم وعمل، امن واشتی اور عدل وانصاف کے پیامبر، محبت ومودت، شفقت ورافت اور نجابت وشرافت کے خوگر، عزم وہمت، جرأت وشجاعت اور جوش ولولہ کے پیکر، عدلیہ انتظامیہ اور قانون سازی کے ماہر، صدق وصفا، جود وسخا اور مہر وفا سے انسانوں کے دل موہ لینے والے، عادلانہ، حکیمانہ اور مدبرانہ طرز حکومت اختیار کرنے والے، امت مسلمہ کی سیاسی، علمی، اخلاقی، روحانی، عسکری، تمدنی، اجتماعی اور انفرادی زندگی میں نکھار پیدا کرنے والے گلیم فقیری میں خلعت سلطانی رکھنے والے، مملکت اسلامیہ کے بوریہ نشین تاجدار، جہانگیر وجہانبان، جہاندار وجہان آراء حکمران

1 علماء دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج، ص ۱۱۱، ۱۱۲۔

2 خلافت راشدہ، ص ۱۲۴۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا دل آویز، دل پذیر اور دل نشین علمی، ادبی اور تاریخی مرقع پیش خدمت ہے۔ اس (حکمران صحابہ) میں اکیس عدد ایسے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا تذکرہ کیا گیا ہے، جنھوں نے مسند اقتدار پر جلوہ افروز ہو کر امت مسلمہ کی گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ جن کی طرز حکمرانی سے انسانی معاشرہ میں آسودہ حال کی بہار پیدا ہوئی، جنھوں نے اقوام عالم میں حکومت کو عبادت کے روپ میں متعارف کرایا، جن کا مقصد حیات اللہ تعالی کے دین کو روئے زمین پر سرفراز و سر بلند کرنا تھا۔ ان مثالی حکمرانوں کی پاکیزہ زندگیاں اور میدان سیاست میں ان کے حیرت انگیز کارنامے ہر دور کے مسلم حکمرانوں کے لئے مشعل راہ ہیں، ان قدسی نفوس سربراہاں مملکت اسلامیہ کے نقش قدم پر چل کر موجودہ مسلم حکمران سرفرازی و سربلندی کی زندگی بسر کر سکتے ہیں''۔ 1

1 حکمراں صحابہ، ابتدائیہ، ص ۷، ۸۔

باب سوم: جمعیت کی تعریف وتعارف

جمعیت علماء ہند کا تعارف

جمعیت کے قیام کے لئے مشاورت

نومبر ۱۹۱۹ء میں خلافت کانفرس کے جلسہ میں ہند کے علماء کی ایک معتد بہ جماعت دہلی میں جمع ہوگئی تھی، خلافت کانفرس کے اجلاسوں سے فارغ ہونے کے بعد علماء نے ایک جلسہ منعقد کیا، حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی صاحبؒ اس جلسہ کے صدر قرار پائے، اسی جلسہ میں یہ بات زیر بحث آئی کی علماء کو چاہیے کہ ایک مضبوط اور مقتدر جماعت قائم کریں، اسلئے کہ ہندوستان کے مختلف گروہوں اور مختلف اقوام کی متحد انجمنیں قائم ہوچکی ہیں جو متفقہ کوشش اور اتحاد سے قوم اور ملک کی خدمت کرتی ہیں، لیکن آج تک علماء ہند کی کوئی متفقہ جماعت قائم نہیں ہوئی۔ بحث ومباحثہ کے بعد تمام علماء حاضرین نے اس بات پر اتفاق کرلیا کہ علماء کی بھی ایک جماعت ہونی چاہیے جو مشترکہ مذہبی وسیاسی امور میں اہل اسلام کی رہنمائی کا فرض ادا کرے۔ اور اسی جلسہ میں باتفاق میں یہ بھی طے کیا گیا کہ اس جماعت کا نام جمعیت علماء ہند رکھا جائے گا۔

جمعیت علماء ہند کا قیام اور تشکیل

مذکورہ اجتماع وجلسہ میں یہ بھی طے کیا گیا کہ دسمبر ۱۹۱۹ء میں بمقام امرتسر میں جمعیت کا جلسہ منعقد ہوگا، چنانچہ ۲۸ دسمبر ۱۹۱۹ء میں بمقام امرتسر جمعیت علماء ہند کا پہلا جلسہ زیر صدارت حضرت مولانا عبدالباری صاحبؒ منعقد ہوا، اور اس میں اصحاب

علم وفضل کی ایک بڑی تعداد نے شرکت فرمائی، اور مختلف حضرات نے جمعیت علماء ہند کے قیام کی اہمیت اور ضرورت اور اس کے مقاصد پر روشنی ڈالی، یہ جلسہ تین دن جاری رہا۔ 1

نومبر کے اجتماع میں مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحبؒ کی تحریک پر یہ بھی طے کیا گیا کہ چونکہ حضرت شیخ الہند محمود الحسنؒ اپنے رفقاء کے ساتھ مالٹا کی قید میں ہیں، لہذا اب جمعیت علماء ہند کے لئے بالفعل کوئی عارضی صدر اور عارضی ناظم مقرر کیا جائے اور مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے صدارت کے لئے حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کا نام اور نظامت کے لئے سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ کا نام پیش کیا، اور دوسرے حضرات نے اس کی تائید فرمائی۔ اگر چہ ابتداء میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے کچھ عذر کیا لیکن دوسرے حضرات کے اصرار پر انہوں نے عارضی طور پر جمعیت علماء ہند کی صدارت اور مولانا احمد سعیدؒ نے نظامت قبول فرمائی، اور جمعیت علماء ہند کی با قاعدہ تشکیل اور قیام عمل میں آیا۔ 2

صدر جمعیت علماء ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کا پہلے جلسے میں خطاب

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ نے جمعیت علماء ہند کے پہلے اجلاس میں اپنے خطاب میں خصوصی طور پر دو باتوں کا ذکر فرمایا: پہلی بات جمعیت علماء ہند کے قیام کی ضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا: ’’کہ جمعیت علماء ہند کے قائم کرنے سے کسی دوسری مذہبی یا سیاسی جماعت سے مصادمت یا مزاحمت مقصود نہیں ہے، بلکہ علماء اپنی آواز کو وقیع اور مؤثر بنانے کے لئے جمعیت قائم کرتے ہیں۔ دنیا مین ہمیشہ سے یہ

1 جمعیۃ العلماء کیا ہے، ص۹۲...۹۹، علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے ص۲۲۶... ۲۳۶۔

2 جمعیۃ العلماء کیا ہے، ص۹۴، علماء ہند کا شاندار ماضی، ۸۵۹/۴۔

قاعدہ چلا آتا ہے کہ افراد کی آواز اتنی وقعت اور مؤثر نہیں ہوتی جتنی کہ جمعیت اور انجمن مؤثر ہوتی ہے"۔ دوسری بات خصوصی طور پر یہ فرمائی: "کہ یہ صحیح ہے کہ علماء کے لئے اقتصادیات وشخصی اصلاح کے وسیع میدان کھلے ہوئے ہیں، لیکن یہ صحیح نہیں ہے کہ اقتصادیات وشخصیات کی اصلاح کرنے میں علماء کی انفرادی حیثیت ہی مفید ہو اور قیام جمعیت اس میں خلل انداز ہو۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ انفرادی حیثیت کے اعتبار سے جمعیت علماء کی متفقہ طاقت زیادہ اصلاح کرسکتی ہے۔ اسی طرح یہ بھی صحیح نہیں کہ اقتصادیات وشخصیات کی اصلاح تو علماء کا فرض ہو، اور سیاسیات کو مذہبی دائرہ سے خارج سمجھ کر ان لوگوں کے لئے چھوڑ دیا جائے جو مذہبی معلومات پر چنداں عبور نہیں رکھتے"۔ 1

جمعیت علماء ہند کے منصب صدارت پر حضرت شیخ الہندؒ کا فائز ہونا

مذکورہ بالا تحریر سے معلوم ہوا کہ جمعیت علماء ہند کا سنگِ بنیاد نومبر ۱۹۱۹ء میں بمقام دہلی رکھا گیا اور حضرت شیخ الہندؒ کی عدم موجودگی کی وجہ سے مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ عارضی طور پر صدر چُنے گئے، اور ۲۸ دسمبر ۱۹۱۹ء میں بمقام امرتسر تین دن پہلا اجلاس منعقد ہوا۔

اب کچھ عرصہ بعد حضرت شیخ الہندؒ مالٹا جیل سے رہا ہوکر ہندوستان پہنچے تو انہیں کو جمعیت علماء ہند کا صدر بنایا گیا، اور جمعیت علماء ہند کا دوسرا سالانہ اجلاس ۱۹ نومبر ۱۹۲۰ء میں بمقام دہلی انہیں کی صدارت میں تین دن جاری رہا جس میں حضرت شیخ الہندؒ کو مستقل صدر اور مفتی کفایت اللہؒ نائب صدر اور مولانا احمد سعیدؒ کو ناظم چنا گیا۔ لیکن اس اجلاس کے دس دن بعد ۳۰ نومبر کو حضرت شیخ الہندؒ کا انتقال ہو گیا، ان کے انتقال کے بعد حضرت مفتی کفایت اللہؒ کو مستقل صدر بنا دیا گیا، اور وہ ۱۹۳۹ء تک اس

1 جمعیۃ العلماء کیا ہے، ص۹۷... ۹۸، علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے ص۲۳۱۔

منصب پر فائز رہے۔ 1

جمعیت کے قیام اور تشکیل پر حضرت شیخ الہندؒ کا اظہارِ مسرت

جمعیت علماء ہند کے دوسرے اجلاس کے موقع پر صدر جمعیت علماء ہند حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے خطبہ میں چند امور کا ذکر فرمایا: سب سے پہلے اللہ تعالی کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا: ''میں اوّلاً جمعیت کی تمام کاروائیوں کے باحسن اسلوب انجام پانے پر خدائے قادر وتوانا کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اور ثانیاً یہ عرض ہے کہ اگر چہ نا قابل انکار عذر کی وجہ سے میں آپ کے جلسوں کی شرکت سے بظاہر محروم رہا، لیکن آپ یقین کیجئے کہ میرا دل آپ کے مجمع سے بہت کم غائب ہوا ہے، اور مجھے یہ معلوم ہو کر نہایت مسرت ہوئی کہ جس قوم کی روح یعنی جمعیت علماء نے سیاسی میدان میں پھر ایک مرتبہ اپنی زندگی کا ثبوت پیش کیا جس میں وہ بالکل مردہ سمجھی جا رہی تھی، اور جس میں اگر وہ مردہ ثابت رہتی تو اسلامی عزت و وقار کا بالکل ہی خاتمہ تھا۔ ثالثاً حضرت شیخ الہندؒ نے علماء کو سیاسی جماعت اور سیاسی میدان میں کام کرنے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا: آپ رنجیدہ نہ ہوں تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ کا علم و تدین اگر اب بھی عالمِ اسلامی کے خوفناک مصائب سے آنکھ بند رکھنے کی اجازت دیتا تو آج دنیا ہماری غیرتِ ایمانی اور شرافتِ انسانی دونوں کے بیک وقت دفن کئے جانے پر ماتم کناں ہوتی، اور اب بھی اگر ہم چند تجاویز پاس کر کے اور صرف چند ساعتوں کی گرم محفل کو اپنی تمام تقریروں اور خطبوں کا حاصل سمجھ کر منتشر ہو گئے، تو ہماری مثال ٹھیک اُس مریض کی سی ہوگی جو ایک اکسیر شفا کی تکرار زبان سے بار بار کرتا رہے، لیکن اس کا استعمال ایک دفعہ بھی نہ کرے۔ 2

---

1 علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے ص ۲۴۲۔

2 جمعیۃ العلماء کیا ہے، ص، ۱۲۷، علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے ص ۲۶۰۔

جمعیت کے قیام کی افادیت حضرت شیخ الہندؒ کی زبانی

جمعیت علماء کو صراطِ مستقیم قرار دیتے ہوئے اور اس سیاسی جماعت کی افادیت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت شیخ الہندؒ فرمایا: ’’کہ ہم سب مل کر متوکلاً علی اللہ ان طے شدہ تجاویز پر عمل کرنا اور عمل کرانا شروع کر دیں، جن سے ہمارا ایمان، ہمارا کعبہ، ہماری خلافت، ہماری عزت وآبرو، ہمارے مقاماتِ مقدسہ اور ہمارے وطنی اور قومی حقوق کا تحفظ ہوسکتا ہے اگر اس وقت بھی ہم نے غفلت اور تن آسانی اختیار کی تو شاید عاقبت حاصل کرنے کا یہ آخری موقع ہوگا جس کو جان بوجھ کر ہم ہاتھ سے کھوئیں گے، جو صراطِ مستقیم آپ نے معلوم کرلیا ہے قرآن وسنت کی روشنی میں اس پر سیدھے چلے جایئے اور یمین وشمال کی طرف بالکل التفات نہ کیجئے، جو لوگ اس وقت آپ سے علیحدہ ہیں ان کو بھی حکمت اور موعظت حسنہ سے اپنی جماعت کے اندر جذب کیجئے اگر اس میں مجادلہ کی نوبت آئے تو ’’باللتی ھِیَ اَحسن‘‘ ہونا چاہیے۔ 1

حضرت شیخ الہندؒ کے مذکورہ فرمودات کی روشنی میں جمعیت علماء اسلام آج بھی مدارس، مساجد، مقامات مقدسہ، قومی مفاد کے تحفظ اور خلافت واسلامی نظام کے قیام کا عہد کر کے سیاسی طور پر میدانِ عمل میں کوشاں ہے۔

قیام جمعیت کے وقت ملکی اور عالمی حالات

جس وقت جمعیت علماء ہند کی تشکیل ہو رہی تھی اس وقت کا عالمی منظر نامہ یہ تھا کہ پہلی جنگِ عظیم اپنی تمام تر تباہ کاریوں کے ساتھ اختتام کو پہنچی تھی اور دنیا میں زبردست سیاسی وجغرافیائی تبدیلیاں رونماں ہو رہی تھیں۔ پہلی جنگِ عظیم کے دوراں بہت سی قوموں نے نقصان اٹھایا مگر سب سے زیادہ خسارہ عالم اسلام کے حصے میں آیا

1 علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے ص ۲۶۰، ۲۶۱۔

، کہ امّتِ مسلمہ کی وحدت کی علامت خلافتِ عثمانیہ کی کمزوری اور خاتمہ کے آثار ظاہر ہونے لگے اور وہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہی تھی۔ ادھر متحدہ ہندوستان اور برّصغیر کی صورتِ حال یہ تھی کہ ۱۹۱۵ء کے آس پاس تحریک ریشمی رومال کی ناکامی اور آزادی کی جدوجہد کی قیادت کرنے والے رہنماؤں کی گرفتاری وجلاوطنی نے مسلمانوں کو سخت بے حوصلہ کر دیا تھا، اس وقت ہندوستان میں انڈین نیشنل کانگریس کے نام سے سیاسی قوت ضرور موجود تھی جس کا مسلمان بھی حصّہ تھے، مگر اس کی قیادت چونکہ ہندوؤں کے ہاتھ میں تھی اس لئے اس سے زیادہ توقعات نہیں رکھی جا سکتی تھیں، اسی طرح مسلمانوں کی تنظیم آل انڈیا مسلم لیگ کے نام سے ایک الگ پلیٹ فارم بھی موجود تھا مگر اس کی قیادت ان افراد کے ہاتھ میں تھی جو زیادہ تر انگریز سرکار سے مرعات یافتہ طبقے کے تھے۔ ان حالات مین ایک ایسی انقلابِ آفریں دینی وسیاسی قوّت کی تشکیل ناگزیر تھی جو برطانوی استعمار کے قبضے کے خلاف مسلمانوں کی دوسوسالہ جدوجہد کے تسلسل کو نئی حکمتِ عملی، نئے ولولے اور نئے جوش وجذبے کے ساتھ آگے بڑھا سکے، اور انتشار اور فرقہ وارانہ آویزش کو ختم کر کے امّت کے اتحاد کیلئے منظّم بنیادوں پر علماء کی رہنمائی میں کام کیا جائے۔ اس ماحول میں ہندوستان کے جیّد اور ممتاز علماء نے اس بات کی ضرورت محسوس کی کہ علماء کی بھی ایک جماعت ہونی چاہیے جو ہندوستانی مسلمانون کے دینی وملی مفادات کے تحفظ کے ساتھ ساتھ وطن کی آزادی کی جدوجہد کو بھی آگے بڑھایا جا سکے، ایسی حالت میں جمعیت علماء ہند کا قیام عمل میں آیا۔ 1

قیام جمعیت کا پسِ منظر

جمعیت علماء ہند کا قیام تاریخ کا کوئی حادثہ نہ تھا جو اچانک پیش آ گیا، اس کے پسِ منظر میں تقریباً دوصدیوں کے فکروتدبر، مشاہدات وتجربات، تعلیم وتربیت، سماجی

1 اخبار جمعیت بسلسلہ صد سالہ اجتماع، علماء کی سیاست کل اور آج ص ۴۔

اور سیاسی تاریخ اور وطنی وقومی زندگی میں پیدا ہونے والی تحریکات اور ان کے اثرات کار فرما تھے۔ جمعیت کا قیام گویا گزشتہ دو صدیوں میں پیش آنے والے حالات اور ایک بہت بڑے فکری انقلاب کا لازمی نتیجہ تھا۔ جمعیت علماء ہند کسی وقتی جوش و جذبات کے زیرِ اثر قائم نہیں ہوئی تھی اس کے قیام کا صدیوں پر پھیلا ہوا تاریخی پسِ منظر تھا۔ اس کی بنیاد ڈالنے والے صاحبِ نظر و بصیرت تھے، وہ تاریخ کے شناور اور سیاست کے نباض تھے، ہندوستان کی سیاسی تاریخ سے لیکر عالم اسلام کی پوری تاریخ کے اتار چڑھاؤ پر انکی نظر تھی، وہ ملک کے حالات کے ہر گوشے اور عوام کی زندگی کے ہر پہلو اور ان کی ضرورتوں اور حالات کے تقاضوں سے واقف تھے۔ جمعیت علماء ہند میں دیوبندی، بریلوی اور اہلِحدیث تمام مکاتبِ فکر کے لوگ شامل تھے تاہم زمامِ قیادت اور اثر ورسوخ دیوبند ہی کا تھا۔ ایک مرتبہ مولانا ابوالکلام آزادؒ جن کا تعلق اہلحدیث سے تھا، سے کسی صاحب نے شکوہ کیا کہ جمعیت علماء ہند تو جمعیت علما دیوبند بن گئی ہے مولانا ابوالکلام آزادؒ نے فرمایا: ''یہ اس لئے کہ دیوبند نے آدمی پیدا کئے ہیں''۔ 1

حضرت شیخ الہندؒ کے چھ اصول

اسارتِ مالٹا سے رہائی کے بعد اگر چہ پیرانہ سالی اور مالٹا کی ناموافق آب وہوا کی بنا پر عوارض وامراض کی کثرت نے حضرت شیخ الہندؒ کو جسمانی طور پر بالکل کمزور اور نڈھال کر دیا تھا، لیکن جہد وعمل کا جذبہ اب بھی جوان تھا اور حدیثِ وطن کا شوق اسی طرح شباب پر تھا، مالٹا سے واپسی پر آپ نے جنگ کا رخ تبدیل کر کے پُر امن جدوجہد سے میدانِ عمل میں مصروف رہے، اور اس کیلئے یہ چھ اصول مرتب کئے:

۱۔ آزادیٔ وطن کیلئے پرامن جدوجہد۔

۲۔ مسلم وغیر مسلم پر مشتمل مشترکہ محاذ کی تشکیل۔

1 ماہنامہ الجمعیۃ راولپنڈی خصوصی اشاعت بسلسلہ صد سالہ عالمی اجتماع اپریل ۲۰۱۷ء ص ۱۱، ۲۱

۳۔قدیم وجدید علوم کے اداروں اوران سے وابستہ افراد میں اشتراک عمل۔

۴۔ملکی وسیاسی امور کی قیادت کیلئے جمہوریت کی پاسداری۔

۵۔مسلکی تعصّبات اور تفرقہ انگیزی سے اجتناب۔

۶۔مسلم قوم کیلئے سنّتِ نبویؐ اوراسوہِ حسنہ کی پیروی، تعلیم دین وتبلیغ اسلام۔ 1

جمعیت علماء ہند کی اغراض ومقاصد

۱۔مرکز اسلام جزیرۃ العرب اور شعائرِ اسلام کی حفاظت،اوراسلامی قومیت کونقصان پہنچانے والے اثرات کی مدافعت۔

۲۔مسلمانوں کے مذہبی وطنی حقوق اورضروریات کی تحصیل وحفاظت۔

۳۔علماءکوایک مرکز پرجمع کرنا۔

۴۔ملّتِ اسلامیہ کی شرعی تنظیم اورمحاکم شرعیہ کا قیام۔

۵۔شرعی نصب العین کےموافق قوم اورملک کی کامل آزادی۔

۶۔مسلمانوں کی مذہبی، تعلیمی،اخلاقی،معاشرتی،اقتصادی اصلاح اورحسبِ استطاعت اسلامی تبلیغ واشاعت۔

۷۔ممالک اسلامیہ اوردیگرممالک کےمسلمانوں سےاسلامی اخوت واتحادکے روابط کا قیام واستحکام۔

۸۔شرعی حدود کے مطابق غیر مسلم برادرانِ وطن کے ساتھ ہمدردی اور اتّفاق کے تعلقات کا قیام۔

۹۔عامہ اہل اسلام کی مذہبی نقطہ نظر سے آئینی طریق پرسیاسی رہنمائی کرنا۔

۱۰۔مشترکہ مذہبی وقومی اغراض میں مسلمانوں کے متفق رہنے کی کوشش کرنا۔ 2

1 روزنامہ اسلام ۱۲۸ کتوبر ۲۰۱۴ء،نوائے حق ازمولانا زاہد الراشدی

2 جمعیۃ علما کیا ہے،ص ۱۳،۱۴،۱۰۳۔

جمعیت علماء ہند کی خدمات

۱۔مختلف الخیال والعقائد علماء کو مشترک اغراض اسلامیہ کے لئے ایک پلیٹ فارم پر جمع کردیا۔

۲۔مذہبی احساس قوم میں پیدا کرنا اور تقلید یورپ سے نکال کر مذہب کے اتباع کی طرف مائل کردیا۔

۳۔مذہب اور علماء کا وقار قائم کیا جسکی وجہ سے اتباع مذہب کی طرف میلان ہوگیا۔

۴۔ملکی سیاست کو مذہب کے تابع کردیا، اور ساتھ ہی مذہب سے ناواقف ماہرین سیاست کے اعمال وافعال کی اصلاح کی۔

۵۔یورپ کی مسلم کش پالیسی سے مسلمانوں کو واقف کیا۔

۶۔مذہب وملک کی نجات پر غور کیا اور ان کو عمل کے ذریعے سے وجود میں لانے کی کوشش کی۔

۷۔قوم وملک کے لئے مفید تجاویز کی تبلیغ واشاعت کی۔

۸۔بیرونِ ہند کے مسلمان بھائیوں کے مذہبی حقوق کی حفاظت کے لئے کافی جدوجہد کی۔

۹۔یورپ کی فرنگی طاقتوں سے ترک موالات اور عدم تعاون کا متفقہ فتوی تیار کیا۔

۱۰۔اسلامی اوقاف کی حفاظت کے لئے جدوجہد کی۔ 1

اکابر دیوبند کی انقلابی تحریکات

۱۔تحریک مجاہدین وشہداء بالاکوٹ: یہ تحریک سید احمد شہیدؒ اور حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ کی امارت وقیادت میں شروع ہوئی اور ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ بمطابق ۳۰ مئی

1 جمعیۃ علماء کیا ہے، ص ۱۴۔۱۸ ۱۲۱۔۱۲۲، علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے، ص ۲۳۷

۱۸۳۱ء کو ان دونوں بزرگوں کی شہادت پر ختم ہوئی۔ 1

۲۔ ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی: یہ تحریک حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مفتی رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ اور حافظ ضامن شہیدؒ وغیرہ کی قیادت میں انگریزوں اور فرنگی استعمار کے خلاف مسلح تحریک تھی جس کو انگریزوں اور اس کے وظیفہ خور کارندوں نے غدر کا نام دیا۔ یہ تحریک تھانہ بھون اور شاملی کے مقام پر شکست کی وجہ سے ظاہری طور پر ختم ہوئی۔

۳۔ علماء صادق پور کی جہادی تحریک: یہ تحریک علماء صادق پور کی قیادت میں حضرت سید احمد شہیدؒ اور حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کی شہادت کے بعد عرصہ تک جاری رہ کر ۱۸۸۲ء کے مشہور مقدمہ اور معرکہ انبالہ کے مقام پر ختم ہوئی۔

۴۔ تحریک ریشمی رومال: یہ تحریک شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ کی زیر قیادت تحریک ریشمی رومال سے مشہور ہے یہ وہی بین الاقوامی تحریک تھی جس کے لئے شیخ الہندؒ نے مولانا عبید اللہ سندھیؒ کو کابل بھیجا تھا اور حضرت شیخ الہندؒ خود حجاز مقدس تشریف لے گئے، اس کا مقصد تھا کہ کابل اور دوسرے اسلامی ممالک باہر سے ہندوستان پر حملہ کریں اور اندرون ملک بھی بغاوت ہو، تاکہ انگریزوں کو مدافعت کا موقع نہ مل سکے اور اس کے نتیجے مین ہندوستان آزاد ہو۔ مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے ریشمی رومال پر کچھ خطوط لکھ کر حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت میں ایک شخص کو لیکر روانہ کر دیا لیکن وہ خط راستہ مین پکڑا گیا جس کے نتیجہ میں حضرت شیخ الہندؒ کو اپنے رفقاء کے ساتھ حجاز مقدس میں گرفتار کیا گیا اور پھر مالٹا جیل میں تقریباً چار سال قید رہے۔ 2

۵۔ تحریک خلافت: یہ تحریک ۱۹۱۹ء میں مولانا محمد علی جوہرؒ اور مولانا شوکت علیؒ کی

1 تفصیل کے لئے دیکھیں حضرت مولانا ابوالحسن ندویؒ کی کتاب سیرت احمد شہید اور تاریخ دعوت وعزیمت۔

2 تفصیل کے لئے حضرت مولانا محمد میاں صاحبؒ کی کتاب "تحریک ریشمی رومال" مطالعہ کریں۔

زیر قیادت شروع ہوئی اور حضرت شیخ الہندؒ اور ان کے رفقاء حضرت مفتی کفایت اللہؒ وغیرہ نے بھر پور تائید کی ۔ یہ تحریک ترکی میں خلافت عثمانیہ کی تحفظ کے لئے تحریک چلائی گئی۔

۶۔ قیام جمعیۃ العلماء: ۱۹۱۹ء میں ایک متحدہ اور سیاسی پلیٹ فارم عمل میں آیا جس کا مقصد پرامن طریقے سے وطن کی آزادی کے لئے جدوجہد کرنا تھا۔

۷۔ تحریک ترک موالات: حضرت شیخ الہندؒ نے مالٹا جیل سے رہائی کے بعد ۱۹۲۰ء میں ترک موالات کا فتوی دیا، یعنی گورنمنٹ برطانیہ سے تمام تعلقات اور معاملات ترک کر دینا، سرکاری خطابات اور اعزازی عہدے چھوڑ دینا، کونسلوں کی ممبری سے علیحدگی اختیار کرنا اور امیدواروں کے لئے ووٹ اور رائے نہ دینا، دشمنان دین کے ساتھ تجارتی معاملات چھوڑ دینا، سرکاری یانیورسٹیوں اور کالجوں سے تعلق قائم نہ رکھنا، گورنمنٹ برطانیہ کی فوج میں ملازمت نہ کرنا، عدالتوں میں مقدمات نہ لیجانا اور انگریزی مصنوعات کا بائیکاٹ کرنا۔ 1

متحدہ قومیت

جمعیت علماء ہند کے اکابر متحدہ قومیت کے حامی تھے ۔ متحدہ قومیت کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ ہندوستان مختلف اقوام کا وطن ہے تو اس وقت جب انگریز کی حکومت تھی اس سے آزادی حاصل کرنا اور پھر اس آزادی کا بقا اس پر موقوف تھا کہ ہندوستانیوں کا دل جذبات وطنیت سے لبریز ہوں اور مذہبی اختلافات کو اپنی حد پر رکھتے ہوئے وطن کی آزادی کے معاملے میں ایک قوم کی حیثیت سے تمام دنیا کے مقابلے پر آئیں۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین مدنیؒ نے جو متحدہ قومیت کے نظریئے کی تشریح فرمائی ہے اس میں انھوں نے جابجا اسکی وضاحت کی ہے کہ اسکا

1 جمعیۃ علماء کیا ہے، ص ۱۱، ۱۲۴، ماہنامہ الجمعیہ راولپنڈی دسمبر ۲۰۱۳ء ص ۳۳، ۳۴۔

مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم غیروں میں ضم ہو جائیں اور ان کے اثرات قبول کرلیں اور ان کی تہذیب کو اپنا لیں بلکہ یہ مشترکہ مقاصد کے لئے ایک جزوی اتحاد ہے۔ متحدہ قومی ت کا سبب یہ تھا کہ چونکہ انگریز حکومت کا بنیادی نقطہ نظر یہ تھا کہ تفرقہ ڈالو اور حکومت کرو۔ اس کے مقابلہ میں متحدہ قومیت کے حامی رہنماؤں کا نظریہ یہ تھا کہ ہندوستان کی آبادی جن مختلف اور متصادم عناصر سے مرکب ہے ان سب کو متحد و متفق کرکے ایک قوم بنایا جائے۔ 1

متحدہ قومیت کے بارے میں حضرت گنگوہیؒ کا فتوی

انگریزوں کے تسلط کے بعد حقوق طلبی کیلیئے جب کانگریس قائم ہوئی جس میں مسلم اور غیر مسلم دونوں شریک اور حصہ تھے، تو سب سے پہلے قطب وقت حضرت مفتی رشید احمد گنگوہیؒ سر پرست ثانی دارالعلوم دیوبند نے اس میں شرکت کا فتوی دیا۔ 2 حضرتؒ سے سوال کیا گیا کہ ایک قومی جماعت انڈین نیشنل کانگریس (انڈین قومی جماعت) کے نام سے جو ہندوستان کے ہندو اور مسلمان دونوں کے لئے رفع تکالیف اور جلب منافع دنیوی چندسال سے قائم ہوئی ہے، اور انکا اصل اصول یہ ہے کہ بحث ان امور میں ہو جو ہندوستان کی سب جماعتوں سے متعلق ہو، اور ایسے امور کی بحث سے گریز کیا جائے جو کسی ملت یا مذہب کو مضر ہوں تو ایسی جماعت میں شریک ہونا درست ہے یا نہیں؟۔ امام ربانی حضرت گنگوہیؒ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: کہ اگر ہندو و مسلمان باہم شرکت کرلیں اس طرح کہ اس میں کوئی دینی نقصان یا خلاف شرع معاملہ کرنا اور سود اور بیع فاسد کا قصہ پیش نہ آئے تو جائز اور مباح ہے۔ 3

---

1 علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے، ص ۲۲۱، ۱۰۸، فکر شیخ الہند اور امن عالم، ص ۹۶۔

2 علماء دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج، ص ۱۷۴۔

3 علماء میدان سیاست میں، ص ۲۴۱، ۳۴۲، علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے، ص ۱۱۵۔

متحدہ قومیت اور شیخ الہندؒ

متحدہ قومیت کا نظریہ اگر چہ شیخ الاسلام مولانا سید حسین مدنیؒ کی طرف منسوب ہے لیکن حقیقت میں یہ نظریہ حضرت شیخ الہندؒ سے منقول ہے۔۱۹۲۰ء کو جمعیۃ علماء ہند کے دوسرے سالانہ کے موقع پر متحدہ قومیت کی افادیت بیان کرتے ہوئے شیخ الہندؒ نے فرمایا: ''استخلاص وطن کیلئے برادران وطن سے اشتراک عمل جائز ہے مگر اس طرح کہ مذہبی حقوق میں رخنہ نہ ہو، اور کچھ شبہ نہیں کہ حق تعالی شانہ نے آپ کے ہم وطن اور ہندوستان کی سب سے زیادہ کثیر التعداد قوم ہنود کو کسی نہ کسی طریق سے آپ کے ایسے پاک مقصد کے حصول میں مؤید بنا دیا ہے، اور میں ان دونوں قوموں کے اتحاد و اتفاق کو بہت ہی مفید اور منتج سمجھتا ہوں، اور حالات کی نزاکت کو محسوس کر کے جو کوشش اسکے لئے فریقین کے عمائدین نے کی ہے اور کررہے ہیں، اس کے لئے میرے دل میں بہت قدر ہے، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ صورتحال اگر اس کے مخالف ہو گی تو وہ ہندوستان کی آزادی کو ہمیشہ کیلئے ناممکن بنا دے گی۔ادھر دفتری حکومت کا آہنی پنجہ روز بروز اپنی گرفت کو سخت کرتا جائیگا اور اسلامی اقتدار کا اگر کوئی دھندلا نقشہ باقی رہ گیا ہے تو وہ بھی ہماری بداعمالیوں سے حرف غلط کی طرح صفحہ ہستی سے مٹ کر رہے گا، اس لئے ہندوستان کی آبادی کے یہ دونوں عنصر بلکہ سکھوں کی جنگ آزما قوم کو ملا کر تینوں عنصر اگر صلح وآشتی سے رہیں گے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ کوئی چوتھی قوم خواہ وہ کتنی ہی بڑی طاقت ورہوں ان اقوام کے اجتماعی نصب العین کو محض اپنے جبرو استعداد سے شکست دے سکے گی۔ہاں! یہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور آج پھر کہتا ہوں کہ ان اقوام کی باہمی مصالحت اور آشتی کو اگر آپ اور پائیدار اور خوشگوار دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کی حدود کو خوب اچھی طرح دلنشین کرلیجئے، اور وہ حدود یہی ہیں کہ خدا کی باندھی ہوئی حدود میں ان سے کوئی رخنہ نہ پڑے جس کی صورت بجز اس کے

کچھ نہیں کہ اس صلح و آشتی کی تقریب سے فریقین کی مذہبی امور سے کسی ادنی امر کو بھی ہاتھ نہ لگایا جائے اور دنیوی معاملات میں ہرگز کوئی ایسا طریقہ اختیار نہ کیا جائے جس سے کسی ایک فریق کی ایذا رسانی اور دل آزاری متصور ہو۔ اگر فرض کرو ہندو مسلمانوں کے برتن سے پانی نہ پیئے یا مسلمان ہندو کی ارتھی (جنازہ) کو کندھا نہ دے تو یہ ان دونوں کے لئے مہلک نہیں۔ البتہ ان دونوں کی وہ حریفانہ جنگ آزمائی اور ایک دوسرے کو ضرر پہنچانے اور نیچا دکھانے کی وہ کوششیں جو انگریزوں کی نظروں میں دونوں قوموں کا اعتبار ساقط کرتی ہیں اتفاق کے حق میں سمِ قاتل ہے"۔ 1

متحدہ قومیت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی نظر میں

حضرت علامہ کشمیریؒ نے جمعیت علماء ہند کے آٹھویں اجلاس اکتوبر ۱۹۱۲ء بمقام پشاور خطبہ صدارت میں متحدہ قومیت کے بارے میں اپنا نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے فرمایا: "حضور انور ﷺ نے ابتدائے زمانہ ہجرت میں باہم مسلمانوں اور یہود مدینہ کے ساتھ معاہدہ کیا تھا ان واقعات کے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ مسلمان دارالامان یا دارالحرب میں غیر مسلم اقوام کے ساتھ کس قسم کا معاہدہ کر سکتے ہیں۔ اس معاہدہ کے دفعات میں یہ بھی شامل تھا کہ یہ تمام معاہد جماعتیں (قریش، مہاجرین، انصار، یہود) دوسری غیر مسلم غیر معاہد جماعتوں کے مقابلے میں ایک جماعت اور ایک قوم شمار ہوں گی۔ 2

متحدہ قومیت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی نظر میں

حضرت مدنیؒ نے متحدہ قومیت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: "ہماری مراد متحدہ قومیت سے اس جگہ وہی قومیت متحدہ ہے جس کی بنا جناب رسول اللہ صلّی

1 علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے، ص ۲۴۹، ۲۵۰۔

2 علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے، ص ۲۸۱۔

اللہ علیہ وسلّم نے اہلِ مدینہ میں ڈالی تھی۔یعنی ہندوستان کے باشندے خواہ وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں بحیثیت ہندوستانی اور بحیثیت متحدالوطن ہونے کے ایک قوم ہو جائیں اور اس پردیسی قوم سے جو کہ وطنی اور مشترک مفاد سے محروم کرتی ہوئی سب کو فنا کر رہی ہے جنگ کر کے اپنے حقوق کو حاصل کریں،اور اس ظالم اور بے رحم قوت کو نکال کر غلامی کی زنجیروں کو توڑ پھوڑ ڈالیں،ہر ایک دوسرے سے کسی مذہبی امر میں تعرض نہ کرے بلکہ تمام ہندوستان کی بسنے والی قومیں اپنے مذہبی اعتقادات اور مذہبی اعمال میں آزاد رہیں اپنے مذہبی رسم ورواج،مذہبی اعمال کو اخلاقی آزادی کے ساتھ عمل میں لائیں۔اور جہاں تک ان کا مذہب اجازت دیتا ہو امن وامان قائم رکھتے ہوئے اپنی اپنی نشر واشاعت بھی کرتے رہیں اپنی پرسنل لاء،کلچر اور تہذیب کو محفوظ رکھیں نہ کوئی اقلیت دوسری اقلیتوں اور اکثریت سے ان امور میں دست و گریبان ہو اور نہ اکثریت اس کی جدوجہد کرے کہ وہ اقلیتون کو اپنے اندر ہضم کرلے۔ یہی وہ چیز ہے جس کا اعلان کانگریس ہمیشہ سے کررہی ہے۔ 1

حضرت مدنیؒ پر متحدہ قومیت اور کانگریس کی بنا پر طرح طرح کے الزامات اور اعتراضات کئے گئے تھے۔لیکن آج کے دور میں پاکستان کی تمام جماعتوں اور ان کے منشور کو اگر دیکھا جائے تو حضرت مدنیؒ کے فارمولے پر عمل ہورہا ہے،ہر جماعت میں غیر مسلم اقلیت جماعت کے ارکان بھی ہیں اور عہدیدار بھی۔ایک جماعت میں اگر مسلم غیر مسلم مشترکہ طور پر اراکین اور عہدیدار ہوں یہی تو متحدہ قومیت کی ایک صورت ہے۔

1 علماء میدان سیاست میں،ص۴۲۰۔تفصیل کیلئے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کی کتاب متحدہ قومیت اور اسلام کا مطالعہ کریں

متحدہ قومیت حضرت قاری محمد طیبؒ کی نظر میں

غیر مسلم جماعتوں سے اشتراک عمل شرعاً ممنوع یا حرام نہیں ہے جبکہ حدود شرعیہ میں ہو، آج ملکی معاملات کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس میں ہندو مسلم میں اشتراک عمل نہ ہو پھر ملکی آزادی جیسے عظیم مقصد میں ہندو مسلم اشتراک عمل ممنوع و حرام کیوں بن جاتا ہے.... بہرحال جمعیۃ العلماء کو اپنے ہمہ گیر مقصد اور بلند پایہ منصب کے لحاظ سے ملک کی ہر قومی جماعت سے درجہ بدرجہ تعلق قائم رکھنا ضروری ہے۔ 1

متحدہ ہندوستان کے بارے میں جمعیت علماء ہند کا سیاسی فارمولا

جمعیت علماء ہند متحدہ ہندوستان کی حامی جماعت تھی ۔اس نے تمام باشندگان کی رعایت کرتے ہوئے سیاسی فارمولا پیش کیا جس کے دفعات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ہندوستان کے مختلف ملتوں کے کلچر، زبان، رسم الخط، پیشہ، مذہبی تعلیم، مذہبی تبلیغ، مذہبی آزادی، مذہبی عقائد، مذہبی اعمال، عبادت گاہیں اور اوقاف آزاد رہیں گے حکومت ان میں مداخلت نہیں کرے گی۔

۲۔دستور اساسی میں اسلامی پرسنل لاء (نکاح، طلاق، وصیت، قربانی وغیرہ) کی حفاظت کے لئے خاص دفعہ رکھی جائیگی جس میں تصریح ہوگی کہ مجلس مقنّنہ اور حکومت کی اجازت سے اس میں مداخلت نہ کی جائیگی۔

۳۔مسلمانوں کے ایسے مقدمات فیصلہ کرنے کے لئے جن میں مسلمان حاکم کا فیصلہ ضروری ہے، مسلم قاضیوں کا تقرر کیا جائیگا اور ان کو اختیارات تفویض کئے جائیں گے۔

۴۔صوبوں اور فیڈرل اسمبلی میں اقلیتوں کے سیاسی اور دیگر حقوق کی حفاظت کے متعلق شکایات سننے اور فیصلہ کرنے کیلئے سپریم کورٹ قائم کیا جائیگا جو مختلف ملتوں کے

1 خطبات حکیم الاسلام، انسانی آزادی کا مکمل پروگرام، ۵/۲۹۵، ۲۹۶۔

ارکان پر مشتمل ہوگا۔ اسکے فیصلوں کی تفویض فیڈرل لاءحکومت (مرکزی حکومت) کریگی۔

۵۔حق رائے دہی تمام بالغوں کو دیا جائے گا، اورکسی صورت میں کوئی ایسا طریقہ قبول نہیں کیا جائے گا جس سے کوئی ملت اپنے تناسب آبادی کے مطابق رائے دہندگی سے محروم رہ جائے۔

۶۔طریقہ انتخاب مخلوط ہوگا۔

۷۔طرز حکومت وفاقی ہوگا، تمام صوبے کامل خودمختار ہوں گے۔فیڈرل اسمبلی کو صرف وہی اختیارات دیئے جائیں گے جن کا تعلق تمام ہندوستان کے ساتھ یکساں ہوگا۔ غیر مفوضہ اختیارات صوبوں کو حاصل ہوں گے الا یہ کہ تمام صوبے بالاتفاق تسلیم کر لیں کہ غیر مفوضہ اختیارات فیڈرل اسمبلی کو دیئے جائیں۔

۸۔ ملازمتوں پر تقرر ایک غیر جانبدار پبلک سروسز کمیشن کی طرف سے کیا جائیگا جو لیاقت کا کم از کم معیار و مقدار کر کے اس امر کا لحاظ رکھے گا کہ اس معیار کے ماتحت ہر ملت اپنے تناسب آبادی کے موافق حصّہ پانے سے محروم نہ رہے، نیز ماتحت ملازمتوں میں بھی کسی خاص فرقہ کی اجارہ داری نہ ہوگی تمام فرقوں کو ان کا واجبی حصہ ملے گا۔

۹۔وفاقی اور صوبائی حکومتوں کی وزارتوں میں اقلیتوں کی نمائندگی باہمی تفاہم کے ذریعہ قائم کردی جائیگی۔

۱۰۔دستور اساسی کی بنیادی دفعات میں کوئی تغیر، ترمیم اور اضافہ اس وقت تک نہ ہو سکے گا جب تک تمام وفاقی اجزا اسے منظور نہ کریں۔

۱۱۔ مرکزی حکومت اور مرکزی ایوان کے ممبروں کی تعداد کا تناسب یہ ہو، ہندو ۴۵، مسلم ۴۵۔ دیگر اقلیتیں ۱۰۔

۱۲۔ مرکزی حکومت میں اگر کسی بل یا تجویز کو مسلم ارکان کی ۲/۳ اکثریت اپنے مذہب یا اپنی سیاسی آزادی یا اپنی تہذیب وثقافت پر مخالفانہ اثر انداز قرار دے تو وہ بل یا تجویز ایوان میں پیش یا پاس نہ ہو سکے گی۔

۱۳۔ ایک ایسی سپریم کورٹ قائم کی جائے جس میں مسلم وغیر مسلم ججوں کی تعداد مساوی ہو اور جس کے ججوں کا تقرر مسلم وغیر مسلم صوبوں کی مساوی مقدار کے باہمی ارکان کی کمیٹی کرے۔ یہ سپریم کورٹ مرکز اور صوبوں کے درمیان تنازعات یا صوبوں کی باہمی تنازعات یا ملک کی قوموں کے اختلافات کا آخری فیصلہ کریگا۔ 1

جمعیت علماء ہند پُرامن تحریک

جمعیت علماء ہند ایک سیاسی اور پُرامن تحریک ہے وہ عدم تشدد کی پالیسی پر عمل پیرا جماعت ہے۔ جنگ عظیم کے بعد ۱۹۱۹ء میں جبکہ ہندوستان کی تمام حرّیت پسند جماعتیں پرتشدد انقلاب کے تیروکمان توڑ کر صرف مقاومت بالصّبر یا عدم تشدد کے اصول ہی کو آخری چارہ تسلیم کر چکی تھی، اور یہ طے کر چکی تھیں کہ باہمی اشتراک وتعاون کے بغیر عدم تشدد کے اصول پر کامیابی نہیں ہوسکتی۔ علماء ملت کی جماعت نے بھی عدم تشدد، پرامن جدوجہد اور مشترک جدوجہد کے اصول کو تسلیم کر لیا۔ اور کانگریس میں شریک ہونے کے ساتھ ایک ایسی جماعت کا وجود ضروری سمجھا جس کا نصب العین شرعیات کا تحفظ ہو، اور مذہبی اصول اور احکام کے بموجب مسلمانوں کی رہنمائی کرتی رہے۔ اب علماء نے آئینی جنگ کا فیصلہ کر لیا۔ اس پرامن تحریک اور جدوجہد جمعیت علماء ہند کی شکل میں مسلمانان ہند کے سامنے ہے۔ 2

حضرت شیخ الہندؒ کی عدم تشدد کی پالیسی

---

1 جمعیۃ علما کیا ہے، ص ۸۳۔ ۸۷، ۲۷۰۔ ۲۷۲۔

2 جمعیۃ علما کیا ہے، ص ۱۲، ۱۷۔

حضرت شیخ الہند نے اپنی مبارک عمر کا اکثر حصہ انقلابی جدو جہد میں صرف کیا تھا جس کی وجہ سے انہوں نے مالٹا جیل میں قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کیا لیکن عمر کے آخری حصہ میں جیل سے رہائی کے بعد وقت کے تقاضہ کو مدنظر رکھتے ہوئے پُر امن اور آئینی جدو جہد کا فیصلہ کیا، انہوں نے جمعیت علماء ہند کے قیام کے فیصلے کو سراہا اور اپنے خطبہ صدارت میں مشترکہ پرامن جدو جہد پر زور دیا۔ 1 حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے حضرت شیخ الہندؒ کی عدم تشدد کی پالیسی کے بارے میں فرمایا: ''حضرت شیخ الہندؒ اس مدت مدید کی اسارت کی مشقتیں برداشت کر کے ہندوستان آئے تو انکے جذبہ حریت اور انگریز دشمنی میں کوئی کمزوری یا کمی نہ تھی، بلکہ ہندوستان مارشل لاء ورلٹا ایکٹ کے نفاذ، جلیانوالہ باغ وغیرہ کے واقعات اور ترکی مملکت کی تقسیم اور ترکوں کے ساتھ انتہائی بے انصافیوں نے اس آگ کو اور بھڑکا دیا تھا۔ بمبئی میں اترتے ہوئے مولانا شوکت علی مرحوم اور خلافت کمیٹی کے ممبروں وغیرہ سے ملاقات ہوئی، مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی لکھنو سے اور مہاتما گاندھی احمد آباد سے حضرت شیخ الہندؒ کے استقبال کیلئے تشریف لائے، نیز دوسرے لیڈروں سے خلوت اور جلوت میں ملاقات ہوئیں، تو آپ نے بھی عدم تشدد کا پروگرام ہندوستان کے آزاد کرانے کیلئے ضروری قرار دیا اور پھر اسی طریقہ پر خلافت کمیٹی اور کانگریس کی تجویز کردہ باتوں کی موافقت کی۔ 2

حضرت نانوتوی اور پُر امن تحریک

حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ دارالعلوم دیوبند کے قیام کو شاملی کے میدان کی تلافی قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''گویا شاملی کا میدان اور دارالعلوم کی زمین

1 علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے، ص ۲۴۹، ۲۵۵۔

2 نقش حیات ۲/۶۶۸۔

ایک ہی حقیقت کے دورُخ تھے، فرق تیغ وسنان اور قلم وزبان کا تھا، وہاں (شاملی) میں تشدد کے ساتھ آزادی ملک وملت اور آزادی مذہب ودین کا نصب العین سامنے تھا، اور یہاں عدم تشدد کے ساتھ علمی، اخلاقی اور آئینی رنگ میں وہی منصوبہ پیش نظر تھا وہاں اسکے نصب العین کے لئے افراد استعمال کئے جارہے تھے، اور یہاں اس کے افراد بنائے جانے لگے، وہاں نام میدان جنگ کا تھا اور یہاں نام مکتب اور مدرسہ اور امن وصلح کا تھا، وہاں قلب ودماغ کے اشاروں پر ہاتھ پیر کام کررہے تھے اور یہاں براہ راست دل ودماغ نے خود اپنے تصرفات دکھلائے۔ غرض حضرت نانوتویؒ نے میدان شاملی کے نتائج پیش نظر رکھ کر دارالعلوم دیوبند کی تاسیس کی، اور اسکے اصول اور نظام کار کو ایسے اٹھایا کہ شاملی کے میدان کی تلافی ہو اور جو منصوبہ اس وقت کامیابی سے ہمکنار نہ ہوسکا تھا وہ اب ہوجائے''۔ 1

پرامن تحریک کے پانچ ہتھیار

غلامی زندگی سے آزادی اور استخلاص وطن کے لئے پرامن تحریک اور عدم تشدد کا طریقہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تھا، جب فرعون نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے آزادی کے لئے ''اَرۡسِلۡ مَعَنا بَنِی اِسرائیل'' کی تحریک چلائی، اور بنی اسرائیل کی آزادی کے لئے حکومت وقت سے احتجاج کیا، پھر جس طرح تشدد کا اسلحہ تیر، بندوق، توپ وغیرہ ہیں ایسے عدم تشدد کے بھی کچھ ہتھیار اور اسلحہ ہیں، وہ ہتھیار موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے طلب فرمائے، قال ربّ اشرح لی صدری ویسّر لی امری واحلُل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی واجعل لی وزیراً من اھلی ھٰرون اخی اشدد بہ ازری واشرکہ فی امری کی نسبحک کثیرا ونذکرک کثیرا۔ 2

1 خطبات حکیم الاسلام، آزادی ہند کا خاموش رہنما، ۶/۵۳۳، ۵۳۴۔
2 طہٰ: ۲۵، ۳۴

ترجمہ: موسیٰ بولے اے میرے رب کشادہ کر میرا سینہ، اور آسان کر میرا کام، اور کھول دے گرہ میری زبان سے تاکہ لوگ میری بات سمجھیں، اور ایک معاون میرے لئے مقرر کر دیجیے میرے گھر میں سے یعنی ہارون کو جو میرے بھائی ہیں، اس سے مضبوط کر میری کمر اور شریک کر اس کو میرے کام میں تاکہ کثرت سے تیری ذات کی پاکی بیان کریں اور کثرت سے آپ کا ذکر کریں۔

حضرت قاری محمد طیبؒ نے اس آیت کو سامنے رکھتے ہوئے عدم تشدد کے پانچ ہتھیار جو اس آیت میں مانگے گئے ان کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ''وہ پانچ ہتھیار یہ ہیں

۱۔ انشـــراح صـــدر : جو''اشرح لی صدری'' سے معلوم ہوتا ہے، تو وہ پہلی چیز شرح صدر ہے کیونکہ جب تک کسی مقصد کے لئے سینہ نہ کھل جائے اطمینان نہ ہو اور وہ مقصد دل کے اندرونی داعیہ اور جذبے سے نہ ابھرے، حوصلہ بلند نہ ہو تو پھر ایسا شخص اپنے مقصد کو صحیح طور پر پیش نہیں کرسکتا۔

۲۔ تیسیر امر :یہ'' ویسر لی امری '' سے معلوم ہوتا ہے یعنی دوسری چیز تیسیر امر ہے، کیونکہ جب تک اعانت وتوفیق اور اسباب و وسائل مہیا نہ ہوں تو محض جذبہ سے کام نہیں چل سکتا۔

۳۔ حل عقدة لسان: جو''واحلل عقدة من لسانی '' سے مستفاد ہوتا ہے یعنی تیسری چیز بلیغ انداز میں مافی الضمیر کی ادائیگی ہے، زبان اور بلیغ انداز میں جب مقصد پیش نہ ہو اور فصاحت و بلاغت سے خالی ہو تو پھر مخاطب پر اس کا اثر اچھی طرح ظاہر نہیں ہوسکتا۔

۴۔اعانت کار اور اشتراک عمل: یہ امر''واجعل لی وزیرا.. واشرکه فی امری '' سے معلوم ہوتا ہے، یعنی تحریک میں قابل بھروسہ افراد کی شرکت اور اعانت،

کیوں کہ انفرادی طور پر تحریک چلانا مشکل ہے۔

۵۔ ذکر اللہ: یہ امر ''کی نسبحک کثیرا ونذکرک کثیرا'' سے معلوم ہوتا ہے یعنی پانچویں چیز جوان سب کی روح اور معنوی قوت ہے وہ ذکر اللہ اور ذات بابرکت حق کی تسبیح وتقدیس ہے، کیوں کہ اگر توجہ الی اللہ نہ ہو تو شرح صدور، تیسیر امر، حل عقدۃ اور اشتراک عمل کا اثر نہیں ہوتا۔ 1

جمعیت علماء ہند کی صدارت ونظامت

جمعیت علماء ہند کے مؤسس اور سب سے پہلے مستقل صدر حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ ہیں، قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمان صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے دارالعلوم دیوبند کی مسجد میں اپنے خطاب میں یوں فرمایا: ''حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے جب دارالعلوم کی بنیاد رکھی اور حضرت نانوتویؒ دارالعلوم کے مؤسس ٹھہرے، تو حضرت شیخ الہندؒ جمعیت علماء کے مؤسس ٹھہرے۔ 2

حضرت شیخ الہندؒ کا ۱۹۲۰ء میں انتقال ہوا تو ان کے بعد مفتی اعظم ہند حضرت مولانا کفایت اللہ صاحبؒ نے جمعیت علماء ہند کی صدارت سنبھالی، اور اس منصب پر ۱۹۳۹ء تک تقریباً بیس سال فائز رہے، پھر انہوں نے کچھ اعذار کی بنا پر جمعیت علماء ہند کی صدارت سے سبکدوشی اختیار کی، تو شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ جمعیت علماء ہند کی قیادت کرتے رہے تاحیات ۱۹۵۷ء تک وہ منصب صدارت پر فائز تھے۔ جبکہ جمعیت علماء ہند کے ناظم عمومی کا منصب مختلف اوقات میں مولانا احمد سعید دہلویؒ، مولانا حفظ الرحمان سیوہاریؒ اور حضرت مولانا محمد میاںؒ کے پاس رہا۔

جمعیت علماء ہند کے اجلاسوں کی صدارت حضرت شیخ الہندؒ، مولانا عبد

---

1 خطبات حکیم الاسلام، انسانی آزادی کا مکمل پروگرام، ۲۴۹/۵، ۲۵۰۔

2 فکر شیخ الہند اور امن عالم، ص ۵۵۔

الباریؒ، مفتی کفایت اللہ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا سید سلیمان ندویؒ، مولانا علامہ شاہ انور کشمیریؒ، مولانا حبیب الرحمان عثمانیؒ اور مولانا حسین احمد مدنیؒ نے کی ہے۔
(تفصیل کے لئے ''جمعیۃ العلماء کیا ہے'' کا مطالعہ کریں۔)

جمعیت علماء ہند کے بارے میں مشاہیر کے تاثرات

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے تاثرات

حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ نے جمعیت علماء ہند کی خدمات اور افادیت کو شاندار تحسین خراج پیش کرتے ہوئے اپنے تاثرات کا اظہار اس طرح فرمایا: '' آزادی کی تحریکات شروع ہوتے ہی مدارس کی بے شمار جماعتیں رسمی طور پر منظّم ہو گئیں، انہوں نے جمعیۃ العلماء کے نام سے جنگ آزدی میں حصہ لے کر ملک کی جو شاندار سیاسی خدمات سرانجام دیں اور جو جو بے نظیر قربانیاں پیش کیں، تاریخ اس سے انکار نہیں کرسکتی۔ جمعیۃ العلماء کے افراد پر شخصی حیثیت سے نکتہ چینی ہر وقت ممکن ہے، لیکن اس کے اصول و مقصد اور اس کے تحت مجموعی حیثیت سے انکار نہیں، یہ تنظیم مدارس کی لائن سے میدان میں نہ آتی تو عوام کا اس طرح جوق در جوق آوازہ آزادی کا خیر مقدم کرنا عادۃً مشکل تھا''۔ 1

حضرت مولانا محمد میاں صاحبؒ کے تاثرات

جمعیت علماء کے بارے میں حضرت مولانا محمد میاں صاحبؒ نے اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے: ''میرے نزدیک ۱۸۵۷ء کے بعد تاریخ میں تحریک آزادی وطن کا سب سے بڑا اور عظیم الشان واقعہ علماء ہند کی نمائندہ جماعت (جمعیت علماء ہند) کے قیام کا اعلان تھا، جمعیت کے زعمائے کرام عام معنوں میں پیشہ ور قسم کے عام سیاستدان نہیں تھے، وہ عالم دین تو تھے لیکن تنگ نظری اور تعصّبات سے

1 خطبات حکیم الاسلام، آزادی ہند کا خاموش راہنما، ۵۴۹/۶۔

کوسوں دور تھے، وہ کھلے ذہن اور آزاد فکر کے مالک اور روشن خیال تھے۔ جمعیت علماء ہند کا وجود ہندوستان میں مسلمانوں کے مختلف مکتب فکر کے اتحاد کی علامت تھا اس کا قیام کانگریس اور مسلم لیگ کے درمیان فکر و توازن کا نقطہ اعتدال تھا، جمعیت کی تاریخ تقریباً ایک صدی کی مدت پر پھیلی ہوئی ہے، اور غیر رسمی تاریخ اس کے قیام سے کم و بیش چالیس برس پہلے ۱۸۸۰ء میں ثمرۃ التربیت کے قیام سے شروع ہوتی ہے، اور اگر اس کے پس منظر کو تلاش کیا جائے تو پہلی نظر دارالعلوم دیوبند کے قیام ۱۸۶۶ء پر پڑتی ہے، اور اگر اس سے اوپر نظر اٹھایئے تو ۱۸۵۷ء کے حوادث کے بعد بزرگان دیوبند کے افکار ہمیں اپنی طرف متوجہ کر لیتے ہیں۔ اتنے طویل تاریخی سفر کے باوجود جمعیت کی بارآوری اور فیضان میں آج بھی کوئی فرق نہیں پڑا‘‘۔ 1

جمعیت علماء اسلام کی تعریف و تعارف

جمعیت علماء اسلام کی تعریف یوں کی جاتی ہے کہ یہ علماء حق کی قیادت میں مسلمانوں کی دینی و سیاسی راہنما جماعت ہے۔ 2

قیام جمعیت علماء اسلام کا پہلا دور

۱۹۱۹ء سے لیکر ۱۹۴۵ء تک علماء کی سیاسی جماعت صرف ایک جماعت تھی یعنی جمعیت علماء ہند، جس کا فارمولا متحدہ قومیت کا تھا۔ یہ متحدہ ہندوستان کی حامی جماعت تھی، اس کے مقابلے میں جب دوسرے بعض علماء تقسیم کے حامی نظر آئے تو انہوں نے دوسرے نام سے سیاسی جماعت قائم کرنے کی کوشش کی، اور بالآخر مولانا راغب احسن صاحبؒ کی کوششوں سے ۱۱ جولائی ۱۹۴۵ء کو کلکتہ میں جمعیت علماء اسلام کے نام سے علماء کی ایک دوسری سیاسی جماعت وجود میں آئی۔ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو کلکتہ میں جمعیت علماء

1 علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے، ص ۲۲۴۔

2 جمعیت علماء اسلام ایک دینی و سیاسی جماعت تعریف و تعارف، ص ۳۰۔

اسلام کی پہلی کانفرنس منعقد ہوئی، اس میں فیصلہ کیا گیا کہ جمعیت علماء اسلام کی صدارت حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ جو اس کانفرنس میں شریک نہیں تھے، کو تفویض کی جائے۔ حضرت عثمانیؒ نے ابتداء میں صدارت قبول کرنے سے عذر کیا لیکن علماء کے اصرار پر دسمبر ۱۹۴۵ء میں منصب صدارت کو قبول فرمایا، اور یہاں سے جمعیت علماء اسلام کا سفر شروع ہو گیا۔ 1 تو جمعیت علماء اسلام کے سب سے پہلے صدر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور سب سے پہلے ناظم اعلیٰ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ رہے ہیں۔ 2

جس طرح جمعیت علماء ہند دارالعلوم دیوبند کی تحریک یا اس کی ایک شاخ تھی، اسی طرح دیوبند کے وہ علماء کرام جنہوں نے تحریک پاکستان میں حصہ لیا تھا اور جمعیت علماء اسلام کے نام سے جماعت قائم کر لی تھی تو ان کی قائم کردہ جماعت بھی دارالعلوم کی تحریک کی ایک شاخ تھی۔ دونوں جماعتوں کا اختلاف آزادی کے نصب العین اور آزادی کے بعد مسلمانوں کی آبرومندانہ اور اجتماعی اسلامی زندگی کے قیام کے باب میں نہ تھا، بلکہ نزاع اور اختلاف اس میں تھا کہ مطلوبہ آزاد اور اسلامی زندگی متحدہ ہندوستان میں میسر آسکتی یا الگ مملکت میں، جمعیت علماء ہند کے اکابر کو دلائل کی روشنی میں آزادی اور مسلمانوں کا فائدہ متحدہ ہندوستان میں نظر آتا تھا، جبکہ جمعیت علماء اسلام کے اکابر کو مسلمانوں کا فائدہ الگ مملکت میں معلوم ہوا۔ 3

بہر حال وہ علماء کرام جو تقسیم کو ضروری قرار دے رہے تھے اور مسلم لیگ کے تقسیم والے مطالبہ کا ساتھ دے رہے تھے انہوں نے جمعیت علماء اسلام کی بنیاد رکھی، ان میں حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا سید سلیمان ندویؒ، مولانا احتشام الحق تھانویؒ اور مولانا مفتی محمد شفیعؒ کے نام قابل ذکر ہیں۔ جب پاکستان

1 کمالات عثمانی (تجلیات عثمانی)، ص۲۱۴، علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے، ص۵۶۰، ۵۶۱۔

2 اکابر علماء دیوبند ص۲۱۲۔

3 علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے، ص۳۵۱، ۳۵۲۔

بنا تو اس کے مغربی حصہ میں حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مشرقی حصہ میں مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے پاکستان کا جھنڈا لہرایا، اور یوں تحریک پاکستان میں جمعیت علماء اسلام کی خدمات کا اعتراف کیا گیا۔

پاکستان بننے کے بعد جمعیت علماء ہند کے صدر حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے پاکستان میں اپنے پیروکاروں اوران علماء جو جمعیت علماء ہند سے وابستہ تھے سے کہا: ''کہ دستوری لحاظ سے اب آپ لوگ علیحدہ ہو گئے لہذا آپ جمعیت علماء اسلام کے نام سے اپنے آپ کو منظّم کر کے اسلام اور پاکستان کی خدمت کریں، کیونکہ کسی مجوزہ جگہ پر مسجد کی تعمیر سے اختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن مسجد بننے کے بعد اس سے کسی اختلاف کی گنجائش نہیں''۔ چنانچہ ۱۹۴۸ء میں گوجرانوالہ میں علماء کا ایک اجتماع ہوا جس میں سرحد سے حضرت مولانا سید گل بادشاہؒ، حضرت مولانا محمد ایوب جان بنوریؒ اور حضرت مولانا عبدالباری جانؒ وغیرہ نے بھی شرکت کی، اس اجلاس میں حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد دکھڈہ کراچی کے حضرت مولانا محمد صادقؒ کو امیر بنادیا گیا۔ 1

جمعیت علماء اسلام کا دوسرا دور اور تنظیم نو

جمعیت علماء اسلام کا دوسرا دور حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی امارت سے شروع ہوتا ہے۔ جب حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا ۱۹۴۹ء میں انتقال ہوا تو ان کے بعد پاکستان مین تقسیم اور متحدہ ہندوستان کے حامی دونوں قسم کے علماء اور اکابر نے مشترکہ پلیٹ فارم سے کام کا آغاز کر دیا، اور ۱۹۵۲ء میں جمعیت علماء اسلام کے امیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ منتخب ہوئے اور ان کے ساتھ حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ ناظم عمومی منتخب ہوئے، پھر ۱۹۵۴ء میں پھر انتخاب ہوا جس کی رو سے مولانا مفتی محمد حسنؒ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور امیر مقرر ہوئے، آپ کی علالت کی وجہ سے مولانا

1 جمعیت علماء اسلام ایک دینی سیاسی جماعت، تعریف اور تعارف، ص ۱۷، ۱۸۔

مفتی محمد شفیعؒ بانی دارالعلوم کراچی کو عارضی امیر مقرر کیا گیا،١٩٥٦ء میں مفتی محمد حسنؒ نے مولانا خیر محمد جالندھریؒ بانی خیر المدارس ملتان کو ایک تحریر کے ذریعے نئے انتخابات کی ہدایت فرمائی۔ 1

جمعیت علماء اسلام کی تنظیم نو

اسی دوران غلام محمد گورنر جنرل پاکستان نے دستور ساز اسمبلی کے ذریعے ایک دستور وضع کر کے پاس کیا تھا، اس پر غور وخوض کے لئے ملتان میں حضرت مولانا مفتی محمود کی میزبانی اور حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی صدارت میں علماء کنونشن کا انعقاد کیا گیا اس میں جید اور چوٹی کے علماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ، قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا لال حسین اخترؒ اور دیگر اکابر نے شرکت کی، یہ کنونشن ٩۔٨۔٧ اکتوبر ١٩٥٦ء کو تین دن جاری رہا، اس کنونشن میں حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا جس میں علماء کی اجتماعی ذمہ داری اور علماء کی تاریخ، کارکردگی اور پاکستان بننے کے مقاصد پر روشنی ڈالی گئی۔ اسی موقع پر جمعیت کی تنظیم نو اور نیا انتخاب بھی عمل میں آ گیا، حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ امیر اور حضرت غلام غوث ہزارویؒ ناظم عمومی منتخب ہوئے جبکہ مولانا مفتی محمود اور مولانا محمد امیر منچن آباد بہاولپور نائب صدر اور مولانا عبدالواحد ناظم قرار پائے۔ اسی اجلاس میں جمعیت کے مقاصد، اغراض اور قواعد کیلئے مولانا شمس الحق افغانیؒ، مفتی محمد عبداللہؒ، مولانا مفتی محمودؒ، مولانا عبدالحنانؒ، اور مولانا عبدالواحد پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی، اجلاس کے دوسرے سیشن میں حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے اغراض ومقاصد پیش کئے جو اتفاق رائے سے منظور ہوئے، اور تیسرے سیشن میں مولانا مفتی محمودؒ نے جمعیت

---

1 جمعیت علماء اسلام ایک دینی سیاسی جماعت، تعریف اور تعارف ص ١٨، ١٩، اسلامی منشور جمعیت علماء اسلام پاکستان، ص ٦۔

کے قواعد وضوابط پیش کیے جن میں جمعیت کی رکن سازی اور عہدیداروں کا طریقہ انتخاب، مجلس عمومی، مجلس شوریٰ اور مجالس عاملہ کے اراکین اور ذمہ داروں کے اوصاف وغیرہ کے قواعد وضوابط تھے۔ 1

اس دوران مولانا احتشام الحق تھانویؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ اور ان کے دیگر رفقاء نے مرکزی جمعیت علماء اسلام کے نام سے الگ گروپ تشکیل دیا، لیکن چونکہ اس گروپ میں سیاسی قوت موجود نہیں تھی اس لئے چند سالوں کے بعد یہ جماعت منظر عام سے غائب ہوگئی، اور مذکورہ بالا حضرات نے عملی سیاست سے کنارہ کشی اختیار کی، اور اب ان حضرات کی سیاسی خدمات اور سیاسی کردار سے لوگ عموماً واقف نہیں ہیں۔

جمعیت علماء اسلام کا تیسرا دور احیاء جمعیت

جمعیت علماء اسلام کا تیسرا دور حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ کی امارت اور حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی قیادت سے شروع ہوتا ہے، ۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو پہلی دفعہ پاکستان میں جنرل ایوب خان کا مارشل لاء لگا، سیاسی جماعتوں پر پابندی لگا دی گئی، موجودہ تمام سیاسی جماعتیں کالعدم ہوئیں۔ جمعیت علماء اسلام کے رہنماؤں نے ۱۹۵۹ء کو نظام العلماء کے نام سے ایک نئی جماعت کی تشکیل کی منظوری دے دی، حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کو اس کے صدر اور حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کو ناظم منتخب کیا گیا۔

۲۲ فروری ۱۹۶۲ء کو حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کا سانحہ ارتحال پیش آیا، ۲۱ مارچ ۱۹۶۲ء کو لاہور میں مرکزی اجلاس میں حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ کو حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی جگہ نیا امیر منتخب کیا گیا اور حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کو ناظم اور مولانا مفتی محمودؒ کو نائب امیر بنا دیا گیا۔ جب ۱۹۶۲ء میں مارشل لاء کا

1 ماہنامہ الجمعیۃ راولپنڈی، اپریل ۲۰۱۷ء، خصوصی اشاعت ص ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۹۸، عہد ساز قیادت ۵۷، ۵۸۔

خاتمہ ہوا تو حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے قائم مقام امیر کی حیثیت سے جمعیت کے احیاء کا اعلان کیا اور ملک کے طول وعرض میں اس مقصد کے لئے دورے کئے اور ساتھ مشرقی پاکستان میں بھی جمعیت کا قیام عمل میں لایا گیا۔ ۱۹۶۸ء میں کل پاکستان کا اجلاس لاہور میں ہوا اور انتخاب عمل میں آیا جس میں مولانا عبداللہ درخواستیؒ کو امیر اور مولانا مفتی محمودؒ کو ناظم عمومی منتخب کیا گیا جبکہ مولانا بشیر احمدؒ مشرقی پاکستان سے اور مولانا عبیداللہ انورؒ مغربی پاکستان سے نائب امیر چنے گئے اور مولانا عارف ربانیؒ مشرقی پاکستان سے اور مولانا عبدالواحدؒ مغربی پاکستان سے نائب نظماء مقرر کئے گئے۔ ۳،۴،۵ مئی ۱۹۶۸ء کو لاہور میں کل پاکستان جمعیت علماء اسلام کے زیر اہتمام آئین شریعت کانفرنس لاہور میں منعقد ہوئی اور علماء کا عظیم الشان تاریخی جلوس نکالا گیا جس میں صدر ایوب حکومت کے خلاف بھرپور احتجاج کیا گیا۔ 1

جمعیت علماء اسلام کا چوتھا دور نوجوان قیادت

جمعیت علماء اسلام کا چوتھا دور قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمان صاحب کے سیاسی سفر اور قیادت سے شروع ہوتا ہے۔ ۱۴ اکتوبر ۱۹۸۰ء کو حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے انتقال کا سانحہ پیش آیا، ۱۹۸۱ء میں حضرت مولانا فضل الرحمان صاحب ستائیس سال کی عمر میں جمعیت علماء اسلام کے مرکزی ناظم عمومی منتخب ہوئے، اس دوران جمعیت علماء اسلام (ف) اور جمعیت علماء اسلام (درخواستی گروپ) کے نام سے جمعیت دو گروہوں میں تقسیم ہوئی۔ ۸ نومبر ۱۹۸۲ء کو لاہور میں جمعیت علماء اسلام (ف) کا انتخابی اجلاس ہوا اس میں مولانا سراج احمد دین پوریؒ امیر اور حضرت مولانا فضل الرحمان صاحبؒ ناظم عمومی منتخب ہوئے اور پھر مولانا حامد میاں اور مولانا عبدالکریم بیروی شریفؒ بالترتیب امیر منتخب ہوئے۔

1 جمعیت علماء اسلام ایک دینی سیاسی جماعت، تعریف اور تعارف، ص ۱۹، ۲۰، عہد ساز قیادت ص ۶۹...۸۱۔

دسمبر ۱۹۹۰ء کو جمعیت کے دونوں دھڑوں (ف) اور (درخواستی گروپ) کا انضمام ہوا تو حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ کو امیر اور حضرت مولانا فضل الرحمان صاحب کو ناظم عمومی بنایا گیا، اسی دوران حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے جمعیت علماء اسلام (س) کے نام سے الگ گروپ بنایا۔ حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ کے انتقال کے بعد ۲۸ مارچ ۱۹۹۵ء کو حضرت مولانا فضل الرحمان صاحب جمعیت علماء اسلام کے مرکزی امیر جبکہ حضرت مولانا عبدالغفور حیدری صاحب ناظم عمومی منتخب ہوئے۔ 1

دوقومی نظریہ

ہندوستان کی تقسیم اور پاکستان بننے کے حامی علماء جمعیت علماء اسلام کے صدر اول علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور دیگر رفقاء نے دوقومی نظریہ کو سامنے رکھتے ہوئے مسلمانوں کے لئے الگ مملکت قائم کرنے کا مطالبہ اور حمایت کی تھی۔ دوقومی نظریہ کا مطلب ہے کہ متحدہ ہندوستان میں دو الگ الگ قومیں آباد تھیں ایک ہندو اور دوسری مسلمان، ان دونوں قوموں کی تہذیب اور ثقافت الگ الگ ہے، اسی نظریہ کی بنیاد پر مسلمانوں کے لئے الگ ریاست کا مطالبہ کر دیا گیا اور مسلمانوں کو الگ اور ہندوؤں کو الگ الگ قوم قرار دیا گیا، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دوقومی نظریہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’خلاصہ یہ ہے کہ اسلام کی اصل دعوت حقیقت میں ایک اصلی اور صحیح متحدہ قومیت کی ہے جو وطنی اور لسانی بنیادوں پر نہیں بلکہ ایک صحیح اور عقائد حقہ پر مبنی ہو جس میں خدا اور اس کے رسولوں کی مخالفت کا گزر نہ ہو اس لئے جو لوگ اس متحدہ قومیت کے منشور سے جدا ہو گئے وہ جدا قوم اور جدا ملّت کہلائے، یہیں سے دو قومی نظریہ پیدا ہو گیا جس نے پاکستان بنوایا‘‘۔ 2

---

1 اخبار جمعیت، اپریل ۲۰۱۷ بسلسہ صد سالہ اجتماع، ص ۴۔

2 جواہر الفقہ، ایمان اور کفر قرآن کی روشنی میں، ۱/۴۹۔

جمعیت علماء اسلام کے اغراض ومقاصد

ا۔جمعیت علماء اسلام کی رہنمائی میں مسلمانوں میں منتشر قوتوں کو جمع کر کے اقامت دین اور اشاعت اسلام کے لئے منظّم جدوجہد کرنا نیز اسلام اور مرکز اسلام یعنی جزیرۃ العرب اور شعائر اسلام کی حفاظت کرنا۔

۲۔قرآن مجید واحادیث نبویہ علیٰ صاحبہا التحیۃ والسلام کی روشنی میں نظام حیات کے تمام شعبوں ،سیاسی ،مذہبی ،اقتصادی،معاشی اور ملکی انتظامات میں مسلمانوں کی رہنمائی اوراس کے موافق عملی جدوجہد کرنا۔

۳۔پاکستان میں صحیح حکومت اسلامیہ برپا کرنا اوراسلامی عادلانہ نظام کے لئے ایسی کوشش کرنا جس سے باشندگان پاکستان ایک طرف انسانیت کش سرمایہ داری اور دوسری طرف الحاد آفریں اشتراکیت کے مضراثرات سے محفوظ رہ کرفطری معاشرتی نظام کی برکتوں سے مستفید ہوسکیں۔

۴۔مملکت پاکستان میں ایک ایسے جامع اور ہمہ گیر نظام تعلیم کی ترویج وترقی کے لئے سعی کرنا جس سے مسلمانوں میں خشیت الٰہی ،خوف آخرت پابندی ،ارکان اسلام اور فریضہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی انجام دینے کی صلاحیت پیدا ہوسکے۔

۵۔مسلمانان پاکستان کے دلوں میں جہاد فی سبیل اللہ،ملکی دفاع ،استحکام اورسالمیت کے لئے جذبہ ایثاروقربانی پیدا کرنا۔

۶۔مسلمانوں میں مقصد حیات کی وحدت،فکروعمل کی یگانگت اوراخوت اسلامیہ کواس طرح ترقی دینا کہ ان سے صوبائی،علاقائی،لسانی اورنسلی تعصّبات دور ہوں۔

۷۔مسلمانان عالم سے اقامت دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کے سلسلے میں مستحکم روابط کا قیام۔

۸۔تمام محکوم مسلم ممالک کی حریت واستقلال اور غیر مسلم ممالک کی مسلم اقلیتوں کی باعزت اسلامی زندگی کیلئے موقع پیدا کرنے کی کوشش کرنا۔

۹۔مختلف اسلامی اداروں مثلاً مساجد و مدارس، کتب خانوں اور دارالیتامی کی حفاظت، اصلاح اور ترقی کی کوشش کرنا۔

۱۰۔تحریر و تقریر اور دیگر آئینی ذرائع سے باطل فرقوں کی فتنہ انگیزی، مخرب اخلاق اور مخالف اسلام کاروائیوں کی روک تھام کرنا۔ 1

دستور جمعیت علماء اسلام

جمعیت علماء اسلام کا دستور ۲۹ دفعات پر مشتمل ہے جن میں یہ دفعات ہیں:
جماعت کا نام، اغراض و مقاصد، شرائط رکنیت، جماعت کی تشکیل، مجلس عمومی، ناظم انتخابات، انتخابات کیلئے ضروری قواعد، مجلس شوری، مجلس عاملہ، نصاب مجالس عمومی و شوری اور مجالس عاملہ، اجلاس کی صدارت، مجلس عمومی کے فرائض واختیارات، مجلس شوری کے فرائض و اختیارات، مجلس عاملہ کے فرائض و اختیارات، امیر کے فرائض و اختیارات، ناظم عمومی کے فرائض و اختیارات، نظماء کے فرائض و اختیارات، نظم اور فرائض مبلغین، فرائض و اختیارات ماتحت مجالس وعہدیداران، شعبہ مالیات، ناظم مالیات کے فرائض و اختیارات، مالیات کی وصولی اور اس کی حفاظت کا انتظام، مدات مصارف، شعبہ نشر واشاعت، نظم دفتر، تنظیم انصار الاسلام، پرچم، مجلس فقہی اور انتخابی بورڈ، یہ سب ۲۹ دفعات ہیں۔ 2

جمعیت علماء اسلام کا منشور

جمعیت علماء اسلام کے منشور میں نظام حکومت، نظام شرعی کا قیام، نظام

1 دستور جمعیت علماء اسلام پاکستان، دفعہ ۲۔ص ۳،۴ ، جمعیت علماء اسلام اور کارکنان کیلئے لائحہ عمل، ص ۶۹، ۷۰
2 تفصیل کے لئے "دستور جمعیت علماء اسلام پاکستان" کا مطالعہ کریں۔

تعلیم،نظام حفظان صحت،نظام معاش،مالیات واقتصادیات، تجارت، سرمایہ اور زرمبادلہ، صنعتیں،کارخانے،ملازمتیں،اور ملازموں کے حقوق، تعطیل جمعہ،زراعت، نظام آبپاشی،عدلیہ کا نظام،انتظامیہ،ٹیکس،نشرواشاعت،اقلیتوں کے حقوق،اوقاف، خارجہ پالیسی،ملک کے موجودہ مسائل،رہائش،مواصلات اور دفاع کے بارے میں جماعت کا منشوراور پالیسی کا بیان ہے، اور منشور کے آخر میں ۱۲۲ اسلامی نکات کی تفصیل ہے۔ 1

جمعیت علماءاسلام کا پروگرام

۱۔اللہ تعالی کی عبادت ۲۔رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ۳۔انسانیت کی بلاتفریق خدمت ۴۔ظالم سے بغاوت ۵۔مظلوم کی حمایت۔یہ جمعیت علماءاسلام کا پروگرام ہے۔ 2

جمعیت علماءاسلام کی پالیسی

جمعیت علماءاسلام کا نصب العین چونکہ اللہ تعالی کی حکمرانی کے تصور کے تحت اقامت خلافت ہے،اس کے تحت اس جماعت کے قومی اور بین الاقوامی معاملات میں پالیسی کے کچھ اصول ہیں،انہی اصول کے تناظر میں وہ جزوی معاملات کیلئے راہ متعین کرتی ہے وہ اصول درج ذیل ہیں:

۱۔قومی سطح پر حصول آزادی اور اس کا تحفظ۔

۲۔شعائراللہ کا تحفظ۔

۳۔اقامت خلافت کے لئے ہر ممکنہ جائز طریقہ اپنانا۔

۴۔غیر آئینی اور غیر جمہوری حکومت کے خلاف تحریک اور حکومت کے ناروا سلوک کے خلاف احتجاج۔

---

1 تفصیل کے لئے ’’اسلامی منشور جمعیت علماءاسلام پاکستان‘‘ کا مطالعہ کریں۔

2 ہمارا پروگرام ص۴۔

۵۔تعصّبات،نفرت انگیزی،نسل پرستی اور سامراج کے ابھارے ہوئے فرقہ واریت وغیرہ کا خاتمہ۔

۶۔بین الاقوامی سطح پر سامراجی قوتوں کی مخالفت۔

۷۔جارحیت،توسیع پسندی اور بین الاقوامی دہشت گردی کی بھرپور مخالفت۔ 1

جمعیت علماء اسلام کا کردار اور مساعی

۱۹۴۷ء سے ۱۹۶۰ء تک

۱۔اجلاس کا افتتاح قرآن کریم کی تلاوت سے: پاکستان بننے کے بعد نئی دستور ساز اسمبلی کا افتتاح علامہ شبیر احمد عثمانیؒ صدر جمعیت علماء اسلام کی تلاوت سے ہوا۔

۲۔اولین دستور سازی میں کردار اور مملکت کے بنیادی اصول پیش کرنا: علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے رفقاء علامہ مناظر احسن گیلانیؒ اور ڈاکٹر حمید اللہؒ کی اسلامی دستور سازی کے لئے کوششیں کرنا، اور فروری ۱۹۴۹ء کو ڈھاکہ میں تین روزہ کانفرنس میں اسلامی مملکت کے لئے یہ اصول پیش کرنا: (الف) اللہ تعالی کو سارے ملک کا مالک اصلی اور حاکم حقیقی مانتے ہوئے اس کے نائب وامین کی حیثیت سے اسی کی مقرر کردہ حدود کے اندر پوری مسئولیت کے خیال کے ساتھ حکومت کا انتظام اور نظم چلانا۔

(ب) بلاتفریق مذہب وملت ونسل وغیرہ تمام باشندگان پاکستان کے لئے امن و انصاف قائم کرنا اور دوسری اقوام کو بھی اس مقصد کی طرف دعوت دینا۔

(ج) جملہ ان معاہدات کا احترام کرنا جو کسی دوسری قوم یا مملکت سے کئے گئے ہوں۔

(د) غیر مسلموں کے جان ومال اور مذہب کی آزادی اور شہری حقوق کے تحفظ کرنا، اور ساتھ مذہب اسلام کی حقانیت اور تقویت کا بندوبست کرتے ہوئے مسلمانوں کو ان

1 جمعیۃ علماء اسلام ایک دینی سیاسی جماعت تعریف اور تعارف،ص ۲۳،۲۴۔

قوانین الٰہیہ کا پابند بنانے کی انتہائی سعی کرنا جو مالک الملک نے ان کی فلاح دارین کیلئے نازل فرمائے ہیں۔(ر) تمام باشندگان پاکستان کی انفرادی صلاحیتوں کی کامل حوصلہ افزائی کرتے ہوئے ان کے معاشی حالات میں مناسب اور معتدل توازن قائم کرنا، اور تاحد امکان کسی فرد کو بھی ضروریات زندگی سے محروم نہ ہونے دینا۔(و) خصوصیت کیساتھ سود، نشہ آور اشیا، جوا اور ہر قسم کے معاشرتی فواحش کے سدباب کی امکانی کوشش کرنا۔(ز) قومی معاشرہ کو بلندی خیال کے ساتھ ستھرا بنانے کی ہر جائز کوشش کرنا۔(ح) عدالتی نظام عوام کے لئے امکانی حد تک سستا اور تیز رفتار انصاف حاصل کرنا۔(ط) ان پاک اور بلند مقاصد کے لئے ایک ایک مسلمان کو بقدر ضرورت دینی و عسکری تربیت دیکر اسلام کا مجاہد اور پاکستان کا سپاہی بنانا۔

۳۔قرارداد مقاصد: علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی کوششوں سے ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو تاریخی تجویز قرارداد مقاصد کے نام سے اسمبلی سے منظور کرنا۔

قرارداد مقاصد کی اہم دفعات یہ ہیں: (الف) اقتدار اعلی کا مالک اللہ تعالی کو قرار دینا، یعنی تمام اختیارات اور اقتدار اعلی کا مالک اللہ تعالی ہے، پاکستان کے عوام ان اختیارات کو اللہ تعالی کی مقرر کردہ حدود میں رہ کر قرآن وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں بطور امانت استعمال کریں گے۔(ب) اسلامی تصورات ، یعنی جمہوریت ، آزادی، مساوات اور معاشرتی انصاف کہ وہ تصورات جو اسلام نے پیش کئے ہیں، نافذ کئے جائیں گے۔(ج) زندگی اسلام کے مطابق گذارنا، یعنی مسلمانوں کو ضروری مواقع فرہم کئے جائیں گے کہ وہ اپنی زندگیوں کو اسلام کے اصولوں اور تعلیمات کے مطابق مرتب کرسکیں۔(د) اقلیتوں کے حقوق: اقلیتوں کے حقوق کی مکمل حفاظت کی جائے گی تاکہ وہ لوگ اپنے مذاہب اور عقائد کے مطابق زندگیاں گزار سکیں۔ (ھ) وفاقی آئین: ملک کا آئین وفاقی ہوگا اور اکائیوں کو آئین کی حدود کے اندر

صوبائی خودمختاری حاصل ہوگی۔(و) عدلیہ کی آزادی: عدلیہ آزاد ہوگی اور تمام افراد کے بنیادی حقوق کی حفاظت کی جائے گی۔(ز) دفاع: ملک کا پوری طرح دفاع کیا جائے گا، بری، بحری اور ہوائی علاقوں کے تحفظ کی ذمہ داری حکومت پر ہوگی۔ 1

۴۔تعلیمات اسلامی بورڈ: علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تحریک پر وزیراعظم لیاقت علی خان نے تعلیمات اسلامیہ کا ایک بورڈ قائم کیا، بورڈ کے ارکان میں علمائے دیوبند سے علامہ سید سلیمان ندویؒ اور مفتی محمد شفیعؒ شامل تھے۔

۵۔متفقہ بائیس نکات: علامہ سید سلیمان ندویؒ اور مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی کوششوں سے ۱۹۵۱ء میں تمام مکاتب فکر کے اکتیس علماء و ماہرین نے متفقہ طور پر اسلامی دستور کے خاکہ کے طور پر بائیس نکات کو مرتب کیا۔

۶۔تحریک نبوت میں فعال کردار: ۱۹۵۳ء میں بڑی زبردست تحریک ختم نبوت چلی، اس میں جمعیت علماء اسلام کے اکابر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ، حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور حضرت مولانا مفتی محمودؒ وغیرہ نے فعال کردار ادا کیا۔

۷۔۱۹۵۶ء کے دستور میں تنقیدات وترامیم پیش کرنا: چوہدری محمد علی کی وزارت عظمی کے دور میں پاکستان کی دوسری دستور ساز اسمبلی نے ۲۹ فروری ۱۹۵۶ء کو پاکستان کا پہلا آئین منظور کیا اور ۲۳ مارچ ۱۹۵۶ء کو نافذ ہوا۔ جمعیت علماء اسلام نے اس آئین کا تنقیدی جائزہ لیا اور اس کے غیر اسلامی شقوں کے خاتمے کے لئے بھرپور آواز اٹھائی، اور علامہ شمس الحق افغانیؒ کی سرپرستی میں ایک کمیٹی بنائی گئی، مولانا مفتی محمودؒ بھی اس کمیٹی کے رکن تھے، کمیٹی نے دستور کا جائزہ لے کر غیر اسلامی دفعات کی نشاندہی کی اور ترمیم کی سفارش کی۔ یہ فاضلانہ رپورٹ کتابی صورت میں تنقیدات وترمیمات کے نام سے شائع ہوئی۔

---

1 آئینہ مطالعہ پاکستان، بی اے، بی ایس سی، ص ۱۵۷۔

۸۔جہاد کانفرنس کا انعقاد:۱۸۵۷ء میں جہاد حریت کی یادگار کے طور پر جون ۱۹۵۷ء کو ملتان میں ایک عظیم الشان جہاد کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔
۹۔نظام العلماء کا قیام:۱۹۵۸ء کو جنرل ایوب خان نے ملک میں مارشل لاء کا نفاذ کیا اور تمام سیاسی جماعتوں کو کالعدم قرار دیا،تو جمعیت علماء اسلام کے اکابر نے ۱۹۵۹ء کو نئے نام نظام العلماء کے نام سے اپنی جدو جہد کے تسلسل کو برقرار رکھا،حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اس کے امیر اور مولانا غلام غوث ہزارویؒ ناظم عمومی قرار پائے۔
۱۰۔وفاق المدارس کا قیام:۱۹۵۸ء میں دینی مدارس میں ملکی سطح پر یکساں نصاب تعلیم، طریق امتحان اور تنظیمی امور کیلئے وفاق المدارس کے قیام میں مولانا مفتی محمودؒ نے مرکزی کردار ادا کیا،وفاق المدارس کے سب سے پہلے صدر حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ اور ناظم عمومی حضرت مولانا مفتی محمودؒ منتخب کیے گئے۔
۱۱۔عائلی قوانین کی بھرپور مخالفت:۱۹۶۲ء میں ملکی انتخابات میں حضرت مولانا مفتی محمودؒ قومی اسمبلی اور حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ صوبائی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے،مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے صوبائی اسمبلی میں صدر ایوب خان کے نافذ کردہ عائلی قوانین کے خلاف ایک معرکۃ الآراء تقریر کی،جبکہ مولانا مفتی محمودؒ نے قومی اسمبلی میں ایک فاضلانہ خطاب کیا جس میں انھوں نے عائلی قوانین کے منسوخ ہونے کا مطالبہ کیا۔
۱۲۔ترمیمی بل کا نوٹس:۱۹۶۳ء کے قومی اسمبلی کے اجلاس میں بنیادی حقوق کے نام سے جب دستور میں ترمیم کا بل پیش ہوا تو حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے درج ذیل ترامیم کا نوٹس دیا:(الف) کسی مسلمان کو مرتد ہونے اور ملک میں ارتداد کی اشاعت کی اجازت نہیں ہوگی۔(ب) کسی تعلیمی ادارے میں خلاف اسلام تعلیم و تبلیغ کی اجازت نہیں ہوگی۔
۱۳۔اسلامی ترمیمات کا بل:۱۹۶۴ء میں حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے پارلیمنٹ میں

اسلامی ترمیمات کا بل پیش کیا، اگر چہ حزب اختلاف اور حکومتی پارٹی کی مخالفت کی وجہ سے کامیابی حاصل نہیں ہوسکی۔

۱۴۔ پاک بھارت جنگ میں پاکستان کی حمایت: ۱۹۶۵ء میں پاک بھارت جنگ میں جمعیت علماء اسلام کے اکابر نے بھارت کے خلاف پاکستان کی بھرپور حمایت کرتے ہوئے اپنا فرض ادا کیا اور جنگ سے متاثرہ پاکستانی علاقوں بالخصوص کشمیری عوام کے نقصانات کی تلافی کے لئے کوششیں کیں۔

۱۵۔ ڈاکٹر فضل الرحمان کے خلاف آواز حق بلند کرنا: ۱۹۶۶ء میں ادارہ تحقیقات اسلامی اور اس کے ڈائریکٹر ڈاکٹر فضل الرحمان کے خلاف حضرت مولانا مفتی محمودؒ اور دیگر اکابر نے آواز حق بلند کی۔

۱۶۔ مذہبی جماعتوں کا اتحاد: ۱۹۶۶ء میں حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی کوششوں سے متحدہ دینی محاذ کے نام سے دینی جماعتوں کا اتحاد قائم ہوا۔

۱۷۔ مشینی ذبیحہ کی مخالفت: ۱۹۶۷ء میں ادارہ تحقیقات اسلامی نے مشینی آلات کے ذریعے ذبیحہ کے جواز کا فتوی دیا تو حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے عقل ونقل کے ذریعے اس کو مسترد کر کے قوم کو حرام سے بچالیا۔ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ اور کراچی کے کچھ دوسرے مفتی حضرات نے بھی ابتداء میں جواز کا فتوی دیا تھا لیکن حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے دلائل سے مطمئن ہو کر انھوں نے اپنے فتوی سے رجوع فرمایا۔

۱۸۔ یہودی مصنوعات کے بائیکاٹ کی تحریک: جون ۱۹۶۷ء میں اسرئیل نے مصر پر حملہ کیا تو حضرت مولانا مفتی محمودؒ اور ان کی جماعت نے مصر کی حمایت کی اور یہودی مصنوعات کے بائیکاٹ کی تحریک چلائی۔

۱۹۔ آمریت کی مخالفت: ۱۹۶۸ء میں حضرت مولانا مفتی محمودؒ اور ان کی جماعت نے جنرل ایوب خان کی آمریت کے خلاف منظّم جدوجہد کا آغاز کیا اور لاہور میں ملک گیر

کانفرنس منعقد کر کے تقریباً بیس ہزار علماء اور مذہب پسندوں کا لانگ مارچ کروایا۔

۲۰۔غیر اسلامی تعلیمات کی مخالفت: ۱۹۶۸ء کو حکومت کی طرف سے راولپنڈی میں ایک بین الاقوامی کانفرنس کا انعقاد ہوا تو حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے اس میں ڈاکٹر فضل الرحمان کی غیر اسلامی تعلیمات کے خلاف مدلل اور ٹھوس گفتگو فرمائی اور زبردست تنقید اور علمی گرفت کے ذریعے ڈاکٹر صاحب کے موقف کو رد کیا۔

۲۱۔مشترکہ پلیٹ فارم کا قیام: ۸ جنوری ۱۹۶۹ء میں ڈھاکہ میں پاکستان کی سیاسی جماعتوں نے جمہوری مجلس عمل کے نام سے ایک مشترک پلیٹ فارم کا اعلان کیا، حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے اس میں مرکزی کردار ادا کیا اور پھر اس محاذ میں پیش پیش تھے۔ 1

۱۹۷۰ء سے ۱۹۹۰ء تک

۱۔اسلامی منشور منانا: یکم جنوری ۱۹۷۰ء کو مارشل لاء حکومت نے عام سیاسی جلسوں اور جلوسوں پر پابندی اٹھائی تو جمعیت علماء اسلام نے ۲ جنوری کو پورے ملک میں جلسوں اور جلوسوں کا انعقاد کرتے ہوئے اسی دن کو بطور اسلامی منشور منایا۔

۲۔ دینی محاذ کا قیام: مئی ۱۹۷۰ء کو جمعیت علماء اسلام کی دعوت پر ۱۹ دینی و سیاسی جماعتوں پر مشتمل متحدہ دینی محاذ قائم ہوا حضرت مولانا مفتی محمودؒ کو اس کا متفقہ طور پر صدر منتخب کیا گیا۔

۳۔آئین شریعت کانفرنس: جون ۱۹۷۰ء کو لاہور میں جمعیت علماء اسلام کے زیر اہتمام ایک بڑی عظیم الشان آئین شریعت کانفرنس منعقد ہوئی جو توقع سے بڑھ کر کامیاب تھی۔

۴۔بھٹو کو شکست سے چار کر دینا: دسمبر ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں ڈیرہ اسماعیل خان

1 عہد ساز قیادت، ص۳۰، اقوال محمود، ص۳۵...۴۳، ماہنامہ الجمعیۃ راولپنڈی، اپریل ۲۰۱۷۔ص۲۱...۲۴، اخبار جمعیت بسلسلہ صد سالہ اجتماع، ص۴۔

کی نشست سے حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے پاکستان کے وزیراعظم بھٹو کوشکست دی۔
۵۔اقلیتی پارلیمانی پارٹیوں کا اجلاس بلانا: ۳مارچ ۱۹۷۱ء کوحضرت مولانا مفتی محمودؒ نے لاہور میں چھوٹی پارٹیوں کے پارلیمانی گروپوں کا اجلاس بلایا جوملک کومتحدر کھنے اور بچانے کی آخری کوشش تھی ،اس تاریخی اجلاس کی صدارت حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے کی۔
۶۔ جہاد کا فتویٰ: ۴دسمبر ۱۹۷۱ء میں بھارت کے حملہ کے خلاف لاہور میں ایک عظیم الشان اجتماع میں حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے دیگر علماء کے ہمراہ جہاد کا فتوی صادر کیا۔
۷۔صوبہ سرحد میں اسلامی اقدامات: یکم مئی ۱۹۷۲ء کوحضرت مولانا مفتی محمودؒ نے صوبہ سرحد کے وزیراعلیٰ کی حیثیت سے حلف اٹھایااور درج ذیل اقدامات کیئے: شراب پر پابندی، جوئے پر پابندی،سود کی بندش،احترام رمضان آرڈیننس کا اجراء،تعطیل جمعہ کی سفارش،اسلامی قوانین کے لئے بورڈ کی تشکیل،تعلیمی اصلاحات کا اجراءاورقرآنی تعلیم کی شرط،اردوزبان کوسرکاری زبان قرار دینا،شلوارقمیض کوسرکاری لباس قرار دینااور جہیزایکٹ کانفاذ،جہیز کی رسم پر پابندیاں وغیرہ وغیرہ۔
۸۔متحدہ جمہوری محاذ کا قیام: فروری ۱۹۷۳ء میں حضرت مولانا مفتی محمودؒ صاحب کی کوششوں سے متحدہ جمہوری محاذ کے نام سے پاکستان کی سیاسی جماعتوں کا اتحاد قائم ہوا،حضرت مولانا مفتی محمودؒ کونائب صدر منتخب کیا گیا۔
۹۔۱۹۷۳ء کا آئین ودستور: حضرت مولانا مفتی محمودؒ،مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور مولانا عبدالحق ؒ اکوڑہ خٹک اور دیگر علماء کی جدوجہد سے ملک کو ایک متفقہ آئین دیا گیااور ان کی کوششوں سے درج ذیل اہم اسلامی دفعات آئین کا حصہ بنیں:
(الف) ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہوگا (ب) سرکاری مذہب اسلام ہوگا (ج)صدراور وزیراعظم کا مسلمان ہونا لازمی ہے (د) اسلامی تعلیمات پرعمل درآمد کے لئے اسلامی نظریاتی کونسل بنائی جائیگی (ہ) قوانین قرآن وسنت کے مطابق

بنائے جائیں گے۔

۱۰۔ختم نبوت کا مسئلہ حل کرنا: یکم جولائی ۱۹۷۴ءکوقومی اسمبلی میں حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے مرزائیوں کے پیشوا مرزا ناصر احمد پر زبردست جرح کی، اور حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی ٹھوس اور مدلل گفتگو کے نتیجہ میں ۷ دسمبر ۱۹۷۴ءکو پارلیمنٹ نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیکر قادیانیت کے کفر کا مسئلہ مستقلاً حل کردیا۔

۱۱۔حزب اختلاف کی قیادت: فروری ۱۹۷۵ء میں حضرت مولانا مفتی محمودؒ قومی اسمبلی میں قائد حزب اختلاف منتخب ہوگئے۔

۱۲۔ نظام شریعت کنونشن کا انعقاد: ۱۹۷۵ء میں جمعیت علماء اسلام نے مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ میں ملک گیر نظام شریعت کنونشن کا عقاد کیا، اوراس میں جمعیت علماء اسلام کے تحت پرائیویٹ سطح پر شرعی عدالتوں کے قیام کیا اعلان کیا گیا۔

۱۳۔ پاکستان قومی اتحاد کی قیادت: ۱۱ جنوری ۱۹۷۷ءکو پاکستان کی نو سیاسی اور قومی جماعتوں کا پاکستان قومی اتحاد کے نام سے مشترکہ اتحاد وجود میں آیا، تمام سیاسی قائدین وزعماء نے حضرت مولانا مفتی محمودؒ کو متفقہ صدر منتخب کیا۔

۱۴۔تحریک نظام مصطفیٰ میں اہم کردار: ۱۹۷۷ء میں تحریک نظام مصطفیٰ میں حضرت مولانا مفتی محمودؒ اور دیگر اکابر نے قائدانہ کردار ادا کیا۔

۱۵۔ جنرل ضیاء الحق کے غیر دانشمندانہ اقدامات پر تنقید: ۱۹۷۸ء میں نفاذ اسلام کیلئے حکومت سے تعاون، بعدازاں جنرل ضیاء الحق کے غیر دانشمندانہ، آمرانہ اقدامات اور اسلام کے نعرے کی آڑ میں فوجی آمریت کو برقرار رکھنے کے انداز پر حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے جارحانہ تنقید اور گرفت کی، اور پھر جنرل ضیاء الحق کی اسلامائزیشن پر عدم اعتماد کرتے ہوئے ایم آر ڈی کی تشکیل کیے لئے کوشش شروع کی۔

۱۶۔ جہاد افغانستان کا فتوی: ۱۹۷۹ءکو افغانستان میں روس کے استبدادی اقدامات

اور فوجی مداخلت کے خلاف حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے جہاد کا فتوی دیا جس کے بعد روسی افواج کے خلاف با قاعدہ مزاحمتی تحریک کا آغاز کیا گیا۔

۱۷۔ایم آر ڈی میں فعال کردار: جنرل ضیاء کے خلاف ایم آر ڈی (تحریک بحالی جمہوریت) میں مولانا فضل الرحمٰن کی قیادت میں جمعیت علماء اسلام نے بھرپور کردار ادا کیا۔

۱۸۔قید و بند کی صعوبتیں: مارشل لاء کے دوران قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن نے تقریبا پانچ سال قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

۱۹۔سودی نظام کے خلاف رٹ دائر کرنا: ۱۹۸۹ء میں بے نظیر بھٹو کی حکومت میں جمعیت علماء اسلام کے خواجہ محمد زاہد شہیدؒ اور شیخ عزیز الرحمان نے وفاقی شرعی عدالت میں ملک میں رائج سودی نظام کے خلاف رٹ دائر کر دی، چند سالوں کے بعد شرعی عدالت نے سودی نظام کے خاتمے کے حق میں فیصلہ دیا لیکن اس وقت کے وزیر اعظم محمد نواز شریف نے سپریم کورٹ سے فیصلہ کالعدم قرار دلوایا۔ 1

۱۹۹۰ء سے ۲۰۱۸ء تک

ا۔عورت کی حکمرانی کے خلاف آواز اٹھانا: ۴ جنوری ۱۹۹۰ء کو جب بے نظیر بھٹو برسر اقتدار تھیں، جمعیت علماء اسلام کے اراکین حضرت مولانا محمد احمدؒ، مولانا محمد خان شیرانی اور حافظ حسین احمد نے قومی اسمبلی میں عورت کی حکمرانی کے خلاف آواز اٹھائی اور مضبوط دلائل کی رو سے عورت کی حکمرانی کو شریعت کے خلاف اور ملک کیلئے نقصان دہ قرار دیا۔

۲۔منکرات کے خلاف قرارداد: ۱۹۹۰ء کو جمعیت علماء اسلام کے حضرت مولانا محمد احمدؒ نے قومی اسمبلی میں قرارداد پیش کی۔

---

1 عہد ساز قیادت، ص ۱۲۹۔۱۶۲، اقوال محمود، ص ۴۳۔۵۰، اخبار جمعیت بسلسلہ صد سالہ اجتماع ص ۴۔

۳۔اردو زبان کے لئے قرارداد:۲۸مارچ ۱۹۹۰ءکو منکرات کے خلاف مولانا محمد خان شیرانی نے قومی اسمبلی میں اردو زبان کو سرکاری درجہ دینے کے لئے تحریک پیش کی۔

۴۔خارجہ کمیٹی کے چیئرمین کی حیثیت سے خدمات:۱۹۹۴ء میں حضرت مولانا فضل الرحمان صاحب کو کمیٹی برائے امور خارجہ کا چیئرمین منتخب کیا گیا،انھوں نے ۱۲ نومبر کو جرمنی کا دورہ کیا،۲۰ نومبر کو اقوام متحدہ کے جنرل اسمبلی کے اجلاس سے عربی میں معرکۃ الآرء خطاب کیا،امریکہ کے دورے کے موقع پر انسانی حقوق ،مسئلہ کشمیر اور دوسرے اہم معاملات پر دفتر خارجہ کے اعلی حکام سے ملاقاتیں کیں اور اپنا نقطہ نظر ان کے سامنے رکھا۔

۵۔سی پیک کا آئیڈیا پیش کرنا:۱۹۹۵ء میں مولانا فضل الرحمان صاحب نے خارجہ کمیٹی کے چیئرمین کے طور پر چین کا دورہ کیا اور اس دورہ میں سی پیک کا آئیڈیا پیش کیا۔

۶۔آئین شریعت کانفرنس:۱۹۹۷ء کو جمعیت علماء اسلام نے مینار پاکستان لاہور کے وسیع وعریض میدان میں عظیم الشان تاریخی آئین شریعت کانفرنس منعقد کی جس میں لاکھوں فرزندان اسلام نے شرکت کی۔

۷۔بلوچستان اسمبلی میں سود پر پابندی کے قانون کا نفاذ:۲۱ فروری ۱۹۹۹ء جمعیت علماء اسلام کی کوششوں سے بلوچستان اسمبلی نے سودی کاروبار پر پابندی اور قصاص ودیت کا قانون منظور کیا۔

۸۔تحفظ دینی مدارس کے اجتماعات:۱۹۹۹ء کو دینی مدارس کے خلاف ملکی اور بیرونی سازشوں کے خلاف تحفظ دینی مدارس کے عنوان سے جمعیت علماء اسلام نے ملک بھر میں تاریخی اجتماعات منعقد کئے۔

۹۔پرویز مشرف کے غیر آئینی اقدامات کو چیلنج کرنا:۱۹۹۹ء کو جنرل پرویز مشرف نے اقتدار پر قبضہ کر کے آئین کو معطل کر دیا اس کے نتیجہ میں جملہ اسلامی دفعات بھی معطل

ہو گئیں، جمعیت علماء اسلام نے ان کے اس اقدام کو غیر آئینی قرار دیا اور ساتھ ہی اسلامی دفعات کو بحال کرنے کی کوششیں کیں، بالآخر پی سی او میں ترمیم کر کے اسلامی دفعات کو بحال کر دیا گیا۔

۱۰۔ خدمات دارالعلوم دیوبند کانفرنس: اپریل ۲۰۰۱ء کو جمعیت علماء اسلام کے زیر اہتمام پشاور میں ایک عظیم الشان ڈیڑھ سو سالہ خدمات دارالعلوم دیو بند کانفرنس کا انعقاد کیا گیا جس میں ملکی وغیر ملکی درجنوں علمائے کرام، سیاستدانوں اور اسکالرز نے خطاب کیا۔

۱۱۔ امریکی حملہ کے خلاف بھرپور احتجاج: ۲۰۰۱ء میں امریکا نے افغانستان پر حملہ کیا تو جمعیت علماء اسلام نے اس جارحیت کے خلاف پورے ملک میں احتجاج کا سلسلہ شروع کیا۔

۱۲۔ یہود اور امریکی مصنوعات کا بائیکاٹ: اس دوران جمعیت علماء اسلام نے یہودی اور امریکی مصنوعات کے بائیکاٹ کی مہم چلائی۔

۱۳۔ متحدہ مجلس عمل کا قیام اور کارکردگی: قائد جمعیت مولانا فضل الرحمان صاحب کی کوششوں سے مذہبی جماعتوں کا اتحاد متحدہ مجلس عمل وجود میں آیا اور وہ اس کے جنرل سیکریٹری منتخب ہو گئے، اور ۲۰۰۲ء کے انتخابات میں متحدہ مجلس عمل کو خصوصاً صوبہ سرحد اور بلوچستان میں زبردست پذیرائی ملی۔صوبہ سرحد میں جناب اکرم خان درانی کی قیادت میں حکومت بنی تو اس حکومت نے مندرجہ ذیل اقدامات کیئے: حسبہ ایکٹ کی منظوری، تعلیمی اصلاحات (فیسوں کی معافی، مفت کتابوں کی تقسیم، مفت یونیفارم کی فراہمی، اعلیٰ تعلیم کے لئے خصوصی اقدامات، لڑکیوں کے لئے علیحدہ کالجز، خواتین یونیورسٹی اور میڈیکل کالج کا قیام، نئے اساتذہ کی تقرری وغیرہ) شعبہ صحت کی طرف خصوصی توجہ، جیل خانہ اصلاحات، معذور وغیرہ افراد کیے لئے دارالکفالہ کا قیام،

منشیات کے خاتمے کیلئے اقدامات،شراب اور جوئے پر پابندی، بلاسود بینکاری،نظام صلوٰۃ کا قیام، کفایت شعاری اور سادگی وغیرہ وغیرہ۔

۱۴۔میراتھن ریس کے خلاف مؤثر احتجاج: صوبہ پنجاب میں مخلوط ریسوں کا انعقاد کیا گیا تو ۲۰۰۵ء میں گوجرانوالہ میں منعقدہ اس ریس کے خلاف جمعیت علماء اسلام کے رکن قومی اسمبلی مولانا قاضی حمید اللہ جانؒ اور دوسرے علماء میدان عمل میں اترے اگرچہ ان کو اوران کے ساتھیوں کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا،لیکن اس قربانی اور جدوجہد کے نتیجے میں دیگر شہروں میں میراتھن ریس منسوخ کردی گئی۔

۱۵۔تعلیمی بورڈ کو آغا خان بورڈ کے ماتحت کرنے کا پروگرام ناکام بنانا: مشرف کے دور حکومت میں حکومتی طور پر یہ کوشش رہی کہ تعلیمی بورڈ کو آغا خان بورڈ کے حوالہ کیا جائے، اس وقت صوبہ سرحد اور صوبہ بلوچستان کے وزراء تعلیم کا تعلق جمعیت علماء اسلام سے تھا انہوں نے اس فیصلے سے اختلاف کرتے ہوئے اس منصوبہ کو ناکام بنایا۔

۱۶۔قانون توہین رسالت میں ترمیم کرنے کا منصوبہ ناکام بنانا: مختلف ادوار حکومت خصوصاً مشرف اور زرداری صاحبان کے ادوار میں بیرونی اشاروں پر ناموس رسالت ﷺ کے قانون میں تبدیلی اور ترمیم کرنے کی بار بار کوشش کی گئی،تو جمعیت علماء اسلام نے باہر اور پارلیمنٹ میں اس کے خلاف مؤثر آواز حق بلند کی،جس کی وجہ سے حکومت کو اپنے ارادوں میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔قائد جمعیت مولانا فضل الرحمان صاحب نے ایک ریلی میں خطاب کے دوران فرمایا: ’’اگر تم نے امریکہ اور یورپ سے ناموس رسالت ﷺ کے قانون کے خاتمے کا عہد کیا تو میں نے روضہ رسول ﷺ کے سامنے اسکے تحفظ کا عہد کیا ہے‘‘۔

۱۷۔تحفظ دینی مدارس: مختلف ادوار میں حکومت کی طرف سے مدارس میں بے جا مداخلت، مدارس کی آزادی کو ختم کرنے اور نصاب میں تبدیلی کی کوششیں کی گئیں،

جمعیت علماء اسلام نے حکومتی اور عوامی دونوں سطحوں پران کوششوں کے خلاف مؤثر آواز اٹھائی،اور دینی مدارس کے تحفظ اور وقار کو بحال رکھا۔

۱۸۔فرقہ وارانہ ہم آہنگی میں کردار: ملک میں وقتاً فوقتاً فرقہ وارانہ فسادات کی کوشش کی گئی، جمعیت علماء اسلام نے اس طرح کے فسادات کواسلام اور ملک کے لئے نقصان دہ قرار دیااوران فسادات کے خاتمے کے لئے بھرپور جدوجہد کی۔

۱۹۔دہشت گردی کے خلاف اقدامات وکردار: ملک میں جاری دہشت گردی کے خلاف جمعیت علماءاسلام نے بھرپورآواز اٹھائی علماء کے اجتماعات منعقد کئے جن میں دہشت گردی کوناجائزاور ملک کی حفاظت کواہم فریضہ قرار دیا،اس کی وجہ سے جمعیت علماءاسلام کے کئی اکابر شہید ہوگئے اور خودقائد جمعیت پرکئی بارخودکش دھماکے کئے گئے۔

۲۰۔فوجی آپریشن کوملک کیلئے نقصان دہ قرار دینا: جمعیت علماءاسلام جوکہ ایک سیاسی اور مذہبی جماعت ہے سیاسی مذاکرات پریقین رکھتی ہے،اس لئے اس نے ہمیشہ فوجی آپریشن کو ملک اور عوام کے لئے نقصان دہ قرار دیا۔۲۰۰۸ء پارلیمنٹ کا ان کیمرہ سیشن کے دوران قائد جمعیت نے اس موضوع پر جوگفتگوفرمائی تھی وہ بڑی معرکہ آراء اورحقائق پرمشتمل گفتگوتھی،اورفرمایاکہ فوجی آپریشن مسئلہ کاحل نہیں ہے۔

۲۱۔آئین کے اسلامی دفعات کا تحفظ: مختلف اوقات میں حکومت ،این جی اوز اور بیرونی ایجنڈے کے ماتحت آئین سے اسلامی دفعات نکالنے کی کوششیں کی گئیں، جمعیت علماءاسلام نےان کوششوں کا بھرپورمقابلہ کرتے ہوئے ان کوناکام بنادیا۔

۲۲۔مسئلہ کشمیرکواجاگرکرنا: قائد جمعیت مولانافضل الرحمٰن صاحب جب کشمیرکمیٹی کے چیئرمین منتخب کئے گئے،توانہوں نے مختلف بین الاقوامی فورمز پرمسئلہ کشمیرکواٹھایااور مضبوط دلائل کے ذریعے کشمیریوں کےحق خودارادیت کوثابت کیا،جس کے نتیجے میں اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے باقاعدہ مسئلہ کشمیرکوایجنڈے میں شامل کیا۔

۲۳۔فوجی عدالتوں کے قیام کی مخالفت: پشاور آرمی پبلک اسکول پر حملے کے بعد حکومت اورسیاسی پارٹیوں نے فوجی عدالتوں کے قیام پر اتفاق کرلیا،تو جمعیت علماء اسلام واحد جماعت تھی جس نے اس کی مخالفت کی۔

۲۴۔مذہبی لوگوں کونشانہ بنانے پر احتجاج: نیشنل ایکشن پلان میں مذہب اورمذہبی لوگوں کونشانہ اور ہدف بنایا گیا جمعیت علماءاسلام نے اس پربھرپوراحتجاج کیا۔

۲۵۔شام اور برما کے مسلمانوں کے لئے آواز اٹھانا: جمعیت علماء اسلام نے پالیمنٹ،کانفرنسوں اورعوامی اجتماعات میں شام اور برما کے مظلوم مسلمانوں کے لئے ہرسطح پرآوازاٹھائی،اور پارلیمنٹ میں اس موضوع پرتحریک التواءپیش کی۔

۲۶۔جمہوری اقدارکوفروغ دینا: جمعیت علماءاسلام ایک ایسی سیاسی جماعت ہے جو سیاست اور پارلیمنٹ کی بالادستی کی بات کرتی ہےاور ساتھ ساتھ فوجی مداخلت کی مذمت اورمخالفت کرتی ہے۔

۲۷۔مغربی تہذیب کیلئے سدسکندری بننا:تحریک انصاف کی صورت میں مغربی تہذیب کورائج کرنے کی جوکوششیں ہورہی ہیں جمعیت علماءاسلام نے بروقت اس طرح کی کوششوں کی نہ صرف مخالفت کی، بلکہ سدسکندری بنی رہی۔

۲۸۔حلف نامہ میں تبدیلی کی کوششوں کوناکام بنانا:مسلم لیگ کی حکومت نے چوری چپکے حلف نامہ میں تبدیلی کی تو جمعیت علماء اسلام نے سب سے پہلے اس کے خلاف آواز بلندکی اورحکومت کواپنی ترمیم واپس لینے پرمجبورکیا۔

۲۹۔خواتین بل کی مخالفت: پنجاب اورخیبرپختون خواہ میں حقوق خواتین کے نام سے جوغیرشرعی بل پیش یامنظورکیا گیا جمعیت علماءاسلام نے اس کے خلاف مورچہ لگا کر اس بل کوناکام بنادیا۔

۳۰۔منبرومحراب کوخریدنے کی کوشش ناکام بنادینا: خیبرپختون خواہ میں تحریک انصاف

حکومت نے علماء اور ائمہ مساجد کے لئے کچھ وظائف اور تنخواہیں مقرر کرنے کا اعلان کیا، تا کہ علماء کی زبانوں کو تالا لگا کر ان کی حریت اور اسلامی تشخص کو ختم کیا جائے ،جمعیت علماء اسلام نے بروقت اس کی مخالفت کرتے ہوئے علماء کو اس دھوکہ دہی اور سازش سے آگاہ کیا۔

۳۱۔فاٹا کے عوام کی رائے کا احترام: قبائلی علاقہ کو صوبہ میں ضم کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں جمعیت علماء اسلام کا موقف یہ رہا کہ وہاں پر اوپر سے فیصلوں کو مسلط نہ کیا جائے، بلکہ قبائلی عوام سے رائے لے کر ریفرنڈم کے ذریعے فیصلہ کیا جائے۔جمعیت نے پارلیمنٹ ،عوامی اجتماعات اور قبائلی جرگوں میں اپنے موقف کو مدلل انداز میں واضح طور پر پیش کیا ہے۔

پرچم جمعیت

جمعیت علماء اسلام کا پرچم سفید اور سیاہ دھاریوں والا ہے، یہ پرچم ساڑھے چار فٹ لمبا اور تین فٹ چوڑا ہوگا جس میں کل نو دھاریاں ہوتی ہیں، پانچ انچ کی پانچ سیاہ دھاریاں اور اڑھائی انچ کی سفید چار دھاریاں ،اوپر نیچے کی دھاریاں سیاہ اور درمیان والی دھاریاں سفید ہوں گی۔ترمذی اور ابو داؤد کی روایت میں آپ ﷺ کے پرچم کو بھی دھاری دھار بتایا گیا ہے۔ 1

اکابرین جمعیت کا طرز سیاست

ا۔سیاست کے میدان میں اسلاف کی جدو جہد صرف رضائے الٰہی کے حصول، اعلاء کلمۃ اللہ اور دین کے سربلندی کے لئے ہوتی تھی، نہ کوئی عہدہ ان کے پیش نظر رہا، اور نہ ہی دنیوی منافع کے حصول ان کا مطمح نظر رہا ہے۔

1 تفصیل کیلئے مولانا قطب الدین عابد صاحب کی کتاب ''پرچم جمعیت احادیث مبارکہ کی روشنی میں''

۲۔وہ اپنی دعوت کی سچائی اور پروگرام کی حقانیت پر پورا یقین رکھتے تھے، وہ کبھی اس سلسلے میں تذبذب وتردّد کا شکار نہیں ہوا کرتے تھے۔

۳۔انہوں نے سیاست کو دین کا اہم شعبہ اور اپنا اہم فریضہ سمجھ کر اپنایا تھا۔

۴۔ایک سیاسی رہنماء کے لئے جیسے علم وبصیرت، فہم وفراست ضروری اوصاف ہیں، ایسے ہی عمل صالح، تقوی اور طہارت بھی ضروری ہیں۔ ہمارے اسلاف ان اوصاف سے متصف تھے۔

۵۔ان کی سیاست میں آفاقیت تھی، وہ صرف ایک خاص طبقے کے لئے نہیں سوچتے، بلکہ وہ تمام مسلمانوں اور انسانوں کے مفاد کی سوچ رکھتے تھے۔

۶۔ان کی سیاست صرف مادیت تک محدود نہیں رہی بلکہ اس میں روحانیت بھی شامل تھی، وہ میدان سیاست کے ساتھ میدان تصوف کے بھی امام ہوا کرتے تھے۔

۷۔ہمارے اسلاف کی سیاست کا سب سے نمایاں وصف یہ رہا کہ انہوں نے جماعتی نظم کو چلانے کیلئے کبھی قومی، لسانی، نسلی، فرقہ واریت اور جغرافیائی تعصّبات سے کام نہیں لیا۔ وہ صرف اصولی سیاست، خدا کی بندگی، رسول اللہ ﷺ کی اطاعت، خوف آخرت، عالمگیر انسانی اخوت اور عدل وانصاف کے قیام جیسے اعلی اور پاکیزہ محرکات سے کام لے کر جماعتوں کو منظّم کرتے تھے۔

۸۔انہوں نے اصولوں کی خاطر سخت سے سخت حالات کا مقابلہ کیا، مصائب کا مردانہ وار مقابلہ کیا، وہ جرات اور دلیری سے اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔

۹۔ہمارے اسلاف نے سیاست کو جھوٹ، وعدہ خلافی فراڈ وغیرہ قسم کی آلودگیوں سے پاک صاف رکھا۔

۱۰۔ہمارے اسلاف کا طرز سیاست یہ تھا کہ انہوں نے جماعتی اور اجتماعی زندگی میں اپنی جماعت کے عام رکن کو بھی عزت کی نگاہ سے دیکھا، وہ ان کی خبر گیری کرتے

ہوئے ان کی خوشی وغمی میں ان کے ساتھ شریک ہوا کرتے تھے۔

۱۱۔ ہمارے اسلاف سیاسی اور اجتماعی امور کو باہمی مشاورت اور مشوروں سے طے کرتے تھے۔

۱۲۔ انھوں نے ہمیشہ اپنی شان وشوکت دکھانے کے بجائے درویشانہ زندگی کو ترجیح دی۔

۱۳۔ ہمارے اسلاف نے سیاسی عمل کے ساتھ دینی مدارس کے ساتھ تعلق، اور رشتہ قائم رکھا اور مدارس کے تحفظ کے لئے ہر سطح پر کوششیں کیں۔ 1

جمعیت طلباء اسلام کی تعریف وتعارف

جمعیت طلباء اسلام جو علماء کی زیر سرپرستی مدارس اور عصری اداروں کے طلباء پر مشتمل ایک مذہبی جماعت ہے، یہ خدمات اور جہد مسلسل کی ایک تاریخ اور داستان رکھتی ہے۔ جمعیت طلباء اسلام کی بنیاد ۱۱۹ کتوبر ۱۹۶۹ء کو لاہور میں مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ اور مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے مبارک ہاتھوں سے رکھی گئی، اور اس دن سے اس تنظیم نے اپنا سفر جاری رکھا۔ اس سے پہلے ستمبر ۱۹۶۹ء میں جمعیت علماء اسلام کے مرکزی عمومی کا اجلاس سرگودھا میں منعقد ہوا جس میں جمعیت طلباء اسلام کے قیام اور مرکزیت پیدا کرنے کے لئے تین سرپرست مقرر کئے گئے: مولانا شمس الدین (ہزارہ) مولانا شمس الدین (ڈھاکہ) اور مولانا سعید احمد رائے پوری (سرگودھا) حضرات سرپرست مقرر کئے گئے۔

جمعیت طلباء اسلام کے عہدیداران

۱۱۹ کتوبر ۱۹۶۹ء کے ابتدائی اجلاس میں محمد اسلوب قریشی کو جمعیت طلباء اسلام کا چیف آرگنائزر (اعلی رابطہ کار) مقرر کیا گیا، ۱۹۷۰ء کو گوجرانوالہ میں جمعیت

1 ماہنامہ الجمعیۃ راولپنڈی، اپریل ۲۰۱۷ء، ص ۲۵، ۲۶، ۱۶۔

طلباءاسلام کا پانچ روزہ اجلاس ہوا جس میں مرکزی انتخاب کے نتیجے میں محمد اسلوب قریشی صاحب جمعیت طلباء اسلام کے پہلے مرکزی صدر اور مطلوب علی صاحب جنرل سیکریٹری منتخب ہوئے، ۲۵ نومبر ۱۹۷۶ءکو مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ میں جمعیت طلباء اسلام کے مرکزی انتخابات میں میاں محمد عارف صدر اور محمد فاروق قریشی ناظم عمومی منتخب ہوئے، ۱۹۷۸ء میں جاوید ابراہیم پراچہ صدر اور ندیم اقبال اعوان ناظم عمومی منتخب ہوئے، ۱۹۸۰ء میں ڈاکٹر نذیر احمد پنہور مرکزی صدر اور نجیم خان ایڈوکیٹ ناظم عمومی منتخب ہوئے۔۱۹۸۶ء میں قاضی فضل اللہ ایڈوکیٹ مرکزی صدر اور نجیم خان ایڈوکیٹ جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔۱۹۸۸ء میں ڈاکٹر سرفراز احمد شہید صدر اور جاوید انور چنہ جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے، اور پھر ڈاکٹر سرفراز کی شہادت کے بعد نجیم خان ایڈوکیٹ صدر اور جاوید انور چنہ جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔۱۹۹۱ء میں جاوید انور چنہ مرکزی صدر اور شہباز احمد گجر مرکزی جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے ،۱۹۹۳ء میں انجنیر عبد الرزاق عابد لاکھو صاحب صدر اور عنایت اللہ رودینی جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے ،۱۹۹۴ء میں انجینئر عبدالرزاق عابد لاکھو صاحب دوبارہ صدر اور رودینی صاحب جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔۲۰۰۲ء میں سید عزت اللہ شاہ بخاری صدر اور طفیل احمد جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے، ۲۰۰۶ء میں حافظ نصیر احمد احرار صدر اور نعمت اللہ جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے ،۲۰۱۰ء میں حافظ محمد ادریس سواتی صدر اور عالم دین مظہر جنرل سیکرٹری بنے۔اس کے بعد مرکزی باڈی کو معطل کر دیا گیا۔ 1

جمعیت طلباءاسلام کیوں بنی؟

انگریز نے جب ہندوستان میں اپنا قدم جمایا تو ان کی نظر نظام تعلیم پر رہی جو شعور اور انقلاب کی بنیاد ہے، ایک طرف انہوں نے نظام تعلیم کو اس طور پر رائج کیا کہ

1 ماہنامہ الجمعیۃ راولپنڈی، اپریل ۲۰۱۷، ص ۸۲...۸۶۔

اس سے جو نوجوان نسل تیار ہو ان کی سوچ اور فکر مغرب کی ہو، تا کہ مستقبل میں وہ نوجوان ان کے لئے رکاوٹ نہ بنیں، تو دوسری طرف ان لوگوں نے نظام تعلیم کو تقسیم کر دیا ایک طرف سائنسی فنون والوں کو رکھا اور انکو مسٹر کا لقب دیا اور دوسری طرف قرآن و حدیث کے علوم سے بہرور ہونے والوں کو رکھا اور انکو ملاّ کا لقب دیا۔ مسٹر کو ہر قسم کی رعایت و مراعات اور معاشرے میں ان کو اہمیت دینے کی کوشش کی جبکہ ملاّ کو معاشرے میں بدنام کرنے اور اس کے لئے ترقی کے دروازے بند کرنے کی کوشش کی۔ حضرت شیخ الہندؒ اور ان کے رفقاء نے مسٹر اور ملاّ کے فرق کو مٹانے کی بھرپور کوشش کی، ان کا جامعہ ملیہ علی گڑھ یونیورسٹی میں خطاب اور جوانوں کو دعوت فکر دینا اس سلسلے کی کڑی تھی۔ حضرت شیخ الہندؒ کے اس نظریہ کو سامنے رکھتے ہوئے اکابر علماء نے جمعیت طلباء اسلام کی بنیاد رکھی تا کہ اس کی جدو جہد سے ایسے نوجوان تیار ہوں کہ ان کی فکر و سوچ اور تہذیب اسلامی ہو اور ساتھ وہ ملاّ و مسٹر کی تفریق مٹانے کی بندوبست اور وسیلہ ہو۔

عصری ادارے میں جوانوں کو لا دین، کمیونسٹ اور سوشلسٹ بنانے کی کوششیں ہوتی ہیں اور نوجوان نسل کو اسلام سے دور کرنے کی سعی جاری ہوتی ہے ان مقاصد کو ناکام بنانے کے لئے جمعیت طلباء اسلام بنی تا کہ طلباء کے ذہنوں میں دین و اسلام سے قریب ہونے کے ساتھ ساتھ یہ نوجوان مستقبل میں دین اسلام کے خادم بن سکیں۔

انگریز سارا ج اور مغرب زدہ طبقہ نے ہمیشہ دین و سیاست میں تفریق پیدا کرنے کی کوشش کی اور عیسائیت کی طرح دین کو مسجد اور عبادت گاہوں کے ساتھ خاص کرنے کا نظریہ پیش کرنے کی جدو جہد کی، ہمارے اکابر نے جمعیت طلباء اسلام کو منصّہ وجود پر لانے کا تہیہ کیا تا کہ دین اور سیاست میں تفریق کا خاتمہ ہو اور نوجوان نسل دین و سیاست دونوں سے بہرہ ور ہو۔

جمعیت طلباء اسلام کے اغراض ومقاصد

۱۔اسلام کے صحیح عقائد ونظریات کی تبلیغ واشاعت کرنا۔

۲۔عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کرنا۔

۳۔صحابہ کرام کو معیارحق وصداقت سمجھنا، ناموس صحابہ کا تحفظ کرنا، ان کی عظیم دینی وملیّ خدمات، سوانح وحیات اور صحیح تاریخ اسلام سے طلباء کو واقف کرانا۔

۴۔اسلامی معاشرے کے قیام اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے جدوجہد کرنا۔

۵۔اسلامی نظام تعلیم کے نفاذ کے لئے عملی کوشش کرنا۔

٦۔تعلیمی اداروں میں دینی فضا قائم کرنے، طلباء برادری کی اخلاقی تربیت اور فکری اصلاح کے لئے جدوجہد کرنا۔

۷۔دینی اور عصری تعلیم حاصل کرنے والے طلباء میں فرنگی سامراج کی پیدا کردہ تفریق ختم کرنا۔

۸۔مسلم طلباء میں جہاد اسلامی کا جذبہ پیدا کرنا اور انہیں ملکی دفاع اور ملیّ اتحاد کے لئے تیار کرنا۔

۹۔اسلام کے خلاف مستشرقین کے گمراہ کن پروپیگنڈے، الحاد وارتداد، بے دینی اور تحریف فی الدین کی تحریکوں اور اسلام دشمن قوتوں کا سدباب کرنا اور اسلام کی عظمت وفوقیت ثابت کرنا۔

۱۰۔طلباء برادری کے جائز تعلیمی مسائل کو آئین وقانون اور ضابطہ اخلاق کے اندر رہتے ہوئے حل کرنے کی کوشش کرنا، نیز نادار اور غریب طلباء کی مالی اعانت کرنا۔ 1

جمعیت طلباء اسلام کا نظریہ

قائد اعظم اور رہنمائے اعظم محمد مصطفیٰ ﷺ کو سمجھنا، اس جماعت کا پیغام

1 انقلاب اور اس کے تقاضے، ص ۱۱۔

اتباع محمد مصطفیٰ ﷺ ہے، اصحاب مصطفیٰ ﷺ کو معیار حق ماننا، نعرہ برملا انقلاب مصطفیٰ ﷺ، منزل ہے شریعت مصطفیٰ ﷺ ، مقابلہ کرنا ہے دشمنان دین مصطفیٰ ﷺ سے، جدو جہد نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ ،نصب العین اللہ تعالی کی رضا اور اس جماعت کا ہدف فک کل نظام (اسلام کے خلاف تمام نظاموں کو ختم کرنا) ہے۔ 1

جمعیت طلباء اسلام کے اصول و پروگرام

جمعیت طلباء اسلام کا پروگرام یہ ہے: اللہ تعالی کی عبادت، رسول اللہ ﷺ کی اطاعت، ہر ظالم سے بغاوت اور مظلوم کی حمایت۔

جمعیت طلباء اسلام کے تین اصول ہیں: خدا پرستی، انسان دوستی اور معاشی مساوات۔ 2

جمعیت طلباء اسلام کا مونوگرام

جمعیت طلباء اسلام کے مونوگرام (ظاہری شناختی علامت) تین چیزوں پر مشتمل ہے: کُرّہ، سفید پرچم اور سفید پرچم کے درمیان للہ الامر۔ کُرّہ سے اشارہ اس طرف ہے کہ زمین جو گول ہے تو جمعیت طلباء اسلام کی دعوت اور پروگرام کا تعلق پوری دنیا اور پوری انسانیت کے ساتھ ہے، اور کُرّہ کے درمیان سفید جھنڈا ہے کیونکہ سفید رنگ امن و صلح کی علامت ہونے کے ساتھ آپ ﷺ کو کپڑوں میں سفید رنگ کا کپڑا پسند تھا۔ جہاں تک للہ الامر کا تعلق ہے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ حکمرانی اور بادشاہت حقیقۃً صرف اللہ ہی کو سزاوار ہے انسان مجازاً اللہ تعالی کا نائب ہے، لہذا انسان دنیا میں حکمرانی کی حیثیت سے صرف اللہ تعالی کے قانون نافذ کرنے کا پابند ہے۔ 3

---

1 ہمارے تین اصول، ص۱۹۔

2 للہ الامر، ص۲، ۲۶۔

3 تفصیل کے لئے قاضی فضل اللہ ایڈوکیٹ صاحب کا رسالہ ''مونوگرام'' کا مطالعہ کریں۔

جمعیت طلباء اسلام کی خدمات

جمعیت طلباء اسلام رکاوٹوں، مصائب و کمزوریوں کے باوجود ابتداء سے نفاذ اسلام اور اپنے مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے جدوجہد میں مصروف عمل ہے، اور جمعیت علماء اسلام کی سرپرستی میں ان کے قدم بقدم میدان عمل میں سرگرم ہے۔ جمعیت طلباء اسلام کی کچھ خدمات وقربانیاں پیش خدمت ہیں: جمعیت طلباء اسلام نے ۱۹۷۲ء میں بحالی جمہوریت کی تحریک میں بھرپور حصّہ لیا اور لازوال قربانیاں پیش کیں، ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں جان کی بازی لگائی، ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں بڑھ کر حصّہ لیا اور ۴ کارکن شہید اور کئی کارکن گرفتار ہوئے۔ اسلامی یونیورسٹی بہاولپور، زرعی یونیورسٹی فیصل آباد اور پشاور یونیورسٹی وغیرہ میں قادیانی اساتذہ اور طلباء کا داخلہ ممنوع قرار دلایا، بہاولپور یونیورسٹی، زرعی یونیورسٹی پشاور اور میڈیکل کالج پشاور میں جمعہ کی چھٹی منظور کرائی، پشاور یونیورسٹی کے احاطہ میں سینما بند کرادیا۔ قادیانی طلباء کو اسٹوڈنٹس یونین میں ووٹ کے حق سے محروم کرایا، ایم اے کے داخلے کے لئے قرآن مجید ناظرہ اور نماز یاد ہونے کو شرط قرار دینے کی کامیاب تحریک چلائی۔ 1 آمریت کے خلاف، تحفظ قانون رسالت، تحفظ دینی مدارس، امریکی جارحیت اور دہشت گردی کے خلاف اور دیگر اہم امور میں جمعیت علماء اسلام کی آواز پر لبیک کرتے ہوئے اس کے شانہ بشانہ میدان عمل میں مصروف نظر آئی۔

کارکنان جمعیت کے اوصاف

محقق عصر اور امام اہلسنت والجماعت حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ نے جمعیت علماء اسلام کے زیر اہتمام مئی ۱۹۷۵ء کو گوجرانوالہ میں تربیتی کیمپ سے کارکنوں کے اوصاف کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ اس وقت حضرت صفدر صاحبؒ جمعیت علماء

1 موجودہ نظام تعلیم کے خدوخال اور اسلامی نظام تعلیم کی اہمیت، ص ۱۱۔

اسلام ضلع گوجرانوالہ کے امیر تھے، انہوں نے کارکنوں کے جو اوصاف ذکر فرمائے ہیں وہ پیش خدمت ہیں:

۱۔ پروگرام اور نظریات کا کامل یقین ہونا: پہلی بات جو جمعیت علماء اسلام کے ہر کارکن میں ہونی چاہیے کہ کارکن کا جمعیت کے نظریات، عزائم اور پروگرام پر دل کی گہرائیوں کے ساتھ کامل یقین ہو اور وہ یقین وشعور کے ساتھ یہ بات بھی سمجھتا ہو کہ اسلام ہی ہماری زندگی کے تمام معاملات میں رہنمائی کرتا ہے اور زندگی کے تمام شعبوں میں اسلام کی پابندی ہم پر فرض ہے، کیونکہ کارکن کا شعور اس بنیادی عقیدہ پر جتنا پختہ اور یقین جس قدر مستحکم ہوگا اسی قدر اعتماد کے ساتھ وہ دینی پروگرام کو دوسرے لوگوں کے سامنے پیش کر سکے گا۔

۲۔ عمل کی پابندی: کارکن کے لئے دوسری بات یہ ضروری ہے کہ جس مقصد اور پروگرام کی وہ دعوت دے رہا ہے اس کی عملی زندگی میں وہ پروگرام نافذ ہو۔ کارکن کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، کھانا پینا، بول چال، کاروبار وضع قطع غرض یہ کہ تمام زندگی اسلامی تعلیمات کے مطابق ہو، جس قدر وہ خود اپنے پروگرام پر عمل کرے گا اس کی دعوت اتنی ہی موثر ہو گی، اور زبانی دعوت کے ساتھ ساتھ پروگرام پر اسکا عمل بجائے خود ایک عملی دعوت کا کام کریگا، اس کے برعکس اگر کارکن کا خود اپنی دعوت پر عمل نہیں کرتا تو اس کی دعوت نہ صرف یہ کہ غیر موثر ہوگی بلکہ لوگوں کے استہزاء اور تمسخر کا نشانہ بنے گی۔

۳۔ پروپیگنڈے سے متاثر نہ ہونا: جمعیت علماء اسلام کے کارکن کیلئے تیسری بات یہ ضروری ہے کہ وہ مخالفین کے پروپیگنڈے سے کوئی اثر قبول نہ کرے اور نہ دل میں شیطانی وساوس کو قرار پکڑنے کا موقع دے۔

۴۔ جماعت کی دعوت و پروگرام سے علیٰ وجہ البصیرت آگاہ ہونا: چوتھی بات کارکن کے لئے یہ ضروری ہے کہ اسے اپنے پروگرام کی ضروری تفاصیل اور مخالفین کے

اعتراضات وسوالات اوران کے جوابات کا علم ہو۔

۵۔ثابت قدم رہنا: پانچویں بات کارکن کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے مشن اور پروگرام پر ثابت قدم رہے، خوف یا لالچ اسے اپنے عظیم مشن سے ہٹا نہ سکے۔

۶۔جماعت کے کام کو دوسرے کاموں پر ترجیح دینا: چھٹا وصف کارکن میں یہ ہونا چاہیے کہ وہ اپنے مشن اور پروگرام کے بارے میں زبانی جمع خرچ کے بجائے عملی کام کرے اوراس عمل کودوسرے تمام کاموں پر ترجیح دے۔

۷۔قائدین پر مکمل اعتماد: ساتویں صفت جمعیت علماء اسلام کے کارکنوں میں یہ ہونی چاہیے کہ اسے اپنے قائدین اور بزرگوں پر مکمل اعتماد ہو اوران کے ارشادات و ہدایات پر عمل کریں۔

۸۔عہدہ کا لالچ نہ ہونا: ہر کارکن کے لئے ضروری ہے کہ وہ عہدہ کا لالچ نہ کرے اور نہ کوئی عہدہ طلب کرے۔

۹۔اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو: ہر کارکن کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی جدو جہد کو خدا کی رضا کے لئے فی سبیل اللہ جہاد یقین کرتے ہوئے جاری رکھے۔

۱۰۔اقتداراور منصب مقصود نہ ہو: دسویں بات اور وصف ہر کارکن کے لئے ناگزیر ہے کہ وہ اقتداراور کرسی کو مقصد نہ سمجھے بلکہ اسے حصول مقصد کا ذریعہ سمجھے، جمعیت علماء اسلام ملک میں اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ کے لئے اقتدارحاصل کرنا چاہتی ہے۔ 1

سیاسی اور مذہبی جماعتوں کے منشور کے لئے دس لازمی نکات

۱۔اسلامائزیشن: وطن عزیز دوقومی نظریے، کلمہ طیبہ کے نعرے اوراسلام کی بنیاد پر معرض وجود میں آیا، وہی نظریہ بنیادطور پر سیاسی جماعتوں کے منشور کا حصّہ ہونا چاہیے۔

۲۔ملکی آزادی وخود مختاری: غیروں کی غلامی، مغرب کی اندھی تقلید اور پالیسیوں میں

1 اخبار جمعیت بسلسلہ صد سالہ اجتماع ۲۰۱۷ء، ص ۸۔

غیروں کی ہدایات کی پیروی کی بجائے آزاد اور خود مختار پالیسی وضع کرنی چاہیے،

۳۔تعلیم کو فروغ دینا: سیاسی جماعتوں کو اپنے منشور میں تعلیم کے فروغ، تعلیم کے بجٹ میں خاطر خواہ اضافے، ملک میں یکساں نصاب تعلیم رائج کرنے کی بات کو شامل کرنا چاہیے۔

۴۔فوری اور سستا انصاف: فوری اور سستا انصاف ہر فرد اور ہر طبقے کی ضرورت بن کر رہ گیا ہے، رشوت ستانی، عدالتوں میں فیصلوں میں بلاوجہ تاخیر سے نجات دلانے کی بات منشور میں شامل کرنی چاہیے۔

۵۔مساوات اور برابری: تمام افراد اور صوبوں کو مساوات اور برابری کی بنیاد پر ان کے حقوق دینے کی بات منشور میں شامل کرنی چاہیے۔

۶۔امن وامان: عوام کے جان و مال اور آبرو کی حفاظت لازم اور ضروری ہے۔

۷۔دینی مدارس کی آزادی وخود مختاری کا تحفظ: ملک میں مدارس کی بڑی خدمات ہیں، لہٰذا اس امر کی ضرورت ہے کہ سیاسی جماعتیں دینی مدارس کی آزادی وخود مختاری کے تحفظ کو اپنے منشور کا حصّہ بنائیں۔

۸۔اسلامی تہذیب وثقافت کا فروغ: فحاشی وعریانی اور مغربی تہذیب کے سدباب اور عفت وعصمت اور اسلامی تہذیب کو اپنے منشور کا حصّہ بنانا چاہیے۔

۹۔مہنگائی لوڈ شیڈنگ اور سودی نظام کا خاتمہ: سودی نظام جو معاشی خرابی کی بنیاد اور جڑ ہے اس کے خاتمہ اور مہنگائی، لوڈ شیڈنگ پر قابو پانے کی بات کو منشور کا حصّہ ہونا چاہیے۔

۱۰۔سرمایہ دارانہ نظام اور وی آئی پی کلچر کا خاتمہ: وی آئی پی کلچر اور سرمایہ دارانہ نظام کو جڑ سے ختم کرنے اور اسلام کا سادہ کلچر نافذ کرنے کو منشور کا حصّہ ہونا چاہیے۔ 1

1 ماہنامہ وفاق المدارس ملتان، فروری ۲۰۱۳ء، ص ۹، ۱۰۔

باب چہارم: دارالعلوم دیوبند کی سیاسی وتحریکی خدمات

دارالعلوم دیوبنداور تحریکات کا ربط

دارالعلوم دیوبند کا قیام ہندوستان میں گذشتہ انقلابی اور جہادی تحریکات کا تسلسل اور نتیجہ ہے، حضرت حکیم الہند شاہ ولی اللہؒ نے جس حکمت اور فلسفہ سیاست کو اپنی کتابوں خصوصاً حجۃ اللہ البالغہ اور تفہیمات الہیہ میں مدوّن اور یادگار چھوڑا تھا، جسے شاہ عبدالعزیزؒ نے ہندوستان کے کونے کونے تک پھیلا دیا تھا اور درس وتعلیم وتربیت سے اصحاب استعداد کی ایک جماعت تیار کردی تھی جس کی تشکیل کا کارنامہ سید احمد شہیدؒ نے انجام دیا تھا اور ملک میں اسلامی زندگی کے احیاء کے لئے حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور حضرت سید احمد شہیدؒ نے اپنی جماعت حقہ کے ساتھ بالاکوٹ کے مقام پر راہ جہاد میں اپنی جانوں کو قربان کیا تھا، اور پھر جس مقصد کے لئے ۱۸۵۷ء میں شاملی کے مقام پر حضرت حاجی امداداللہؒ نے اپنے رفقاء کے ساتھ معرکہ جہاد برپا کیا تھا، اس میں حضرت حافظ ضامن شہیدؒ نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا تھا، حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ نے اپنے جسم کو لہولہان کیا تھا اور حضرت مفتی رشید احمد گنگوہیؒ نے قید وبند کی سختیاں جھیلی تھیں ،ان تحریکات کو تسلسل دینے اور اسلامی زندگی کے احیاء کے لئے دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں آیا۔ گویا کہ عظیم مقصد کی نشاۃ کے لئے حضرت قاسم العلوم والخیرات نے نئے حالات میں ازسرنو کام کا آغاز کیا اور زمین ہموار کی ،اور پھر نسل کو اگانے کے لئے حضرت شیخ الہندؒ نے انقلاب کا بیج بویا۔ اس کی فصل حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ اور ان کے نامور رفقاء کے عہد میں کاٹی گئی۔ حضرت قاسم العلوم والخیرات کے دور میں زمین ہموار کرنے ،مٹی میں نشو نما کی صلاحیت پیدا کرنے سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور حضرت شیخ الہندؒ کو نقشہ قاسمی میں رنگ بھرنے ،تعمیر کا کام انجام دینے ،انقلابی جماعت میں تقسیم کار اور

انہیں سر گرم عمل کر دینے، تیار زمین میں بیج بونے اور اس کی حفاظت و آبیاری سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، اور پھر آگے ان کے تلامذہ مولانا عبید اللہ سندھیؒ، مفتی کفایت اللہؒ، علاّمہ انور شاہ کشمیریؒ اور شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ نے اس کام اور فریضے کو اپنے ذمہ داری میں لے کر اس کو اچھی طرح نبھایا۔ 1

تحریک آزادی ۱۸۵۷ء کی ناکامی کے بعد حضرت مولانا امداد اللہؒ، حضرت مولانا عبد الغنیؒ اور مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ مکہ معظّمہ میں مقیم ہو گئے اور وہاں پر دین کی تعلیم اور خدمت جاری رکھی، جبکہ مولانا نوتویؒ، حضرت گنگوہیؒ، مولانا محمد مظہرؒ اور مولانا محمد منیرؒ ہندوستان میں رہ کر تحریک کی نشاۃ ثانیہ کے طور پر دار العلوم دیو بند، جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد اور مظاہر العلوم سہارنپور قائم کر دیئے۔ ان بزرگوں کے عقیدے کے مطابق وطنی سیاست اور جدوجہد آزادی ایک فرض کی حیثیت رکھتی تھی، اس احساس فرض کا نتیجہ تھا کہ جیسے ہی ۱۸۸۵ء میں انڈین نیشنل کانگریس قائم کی گئی تو اس وقت دیو بند جماعت کے سربراہ شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ اور اور آپ کے ساتھیوں نے مسلمانوں کے لئے شرکت کانگریس کا فتوی صادر کیا، پھر بیسویں صدی کے شروع میں مؤتمر الانصار اور جمعیۃ الانصار کے نام سے ایک نظام قائم کیا اس نظام کا اندرونی رُخ یہ تھا کہ بقول شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ ۱۹۰۷ء میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ نے ریشمی تحریک شروع کی اور ۱۹۱۴ء تک اس حد تک پہنچا دیا تھا کہ اگر ملک کے کچھ خائن خیانت نہ کرتے تو اسی وقت ہندوستان آزاد ہو چکا ہوتا، ۱۹۱۴ء میں تحریک ریشمی رومال ناکام ہوئی، اس کے رہنما حضرت مولانا محمود الحسنؒ، حضرت مولانا حسین احمدؒ، مولانا عزیر گلؒ اور دوسرے رفقاء گرفتار ہوئے، لیکن ابھی پورے پانچ سال بھی نہیں گزر پائے تھے کہ انہیں بزرگوں کے دوسرے رفقاء نے جو

1 علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے، ص ۱۰۰۔

ہندوستان میں تھے نئی کروٹ لی اور ۱۹۱۹ء میں جمعیۃ علماء ہند باضابطہ تشکیل کر دی۔ 1

دارالعلوم دیوبند اور تحریک آزادی

دارالعلوم دیوبند اور تحریک آزادی کا آپس میں گہرا ربط اور تعلق ہے، بانی دارالعلوم دیوبند سے لے کر مشائخ اور فضلاء دارالعلوم دیوبند تک نے تحریک آزادی میں کسی نہ کسی طور پر قائدانہ کردار اور خدمات سرانجام دی ہیں، اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہندوستان کی آزادی کی جدوجہد میں علماء کرام کو جو مقام حاصل رہا ہے اس میں کوئی جماعت ان کی حریف اور مقابل نہیں ہوسکتی۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ خیز انقلاب کے بعد صرف یہی ایک جماعت تھی جس نے آزادی کے تصور کو ملک میں زندہ رکھا، ان کی مسلسل جدوجہد نے بالآخر پورے ملک میں آزادی کی روح پھونک دی، حضرت نانوتویؒ اس تصور کے سب سے بڑے داعی اور اس تحریک کے سب سے بڑے مبلّغ بھی تھے، انہوں نے جس سرگرمی کے ساتھ اس تصور کو پروان چڑھایا وہ تاریخ کا ایک باب ہے، انہوں نے اپنے شیخ حضرت حاجی امداد اللہؒ کی قیادت میں تلوار اٹھائی اور آزادی کی راہ میں سرفروشی کے ساتھ میدان میں اترے، اگرچہ اس وقت کامیابی حاصل نہ ہوسکی تاہم یہ جماعت اپنے تصور سے غافل نہ ہوئی۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اس دنیا سے گئے تو ان کے صحیح اور سچے جانشین حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ جو ان کے علم ونظریات کے جائز وارث تھے، اس پوری جماعت کے ساتھ تحریک آزادی کو جاری رکھا۔ 2

حضرت قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے لوجہ اللہ استخلاص وطن کے لئے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں قائدانہ حصہ لیا، توپ وتفنگ سے انگریزوں کا مقابلہ کیا اور آزادی وطن کے لئے ایک مثال قائم کر دی، صرف ہندوستان

1 علماء ہند کا شاندار ماضی، ج ۴/ ۸۵۹۔ 2 تاریخ دارالعلوم دیوبند (محبوب رضوی) ۳۱۵/۱، ۳۱۶۔

کی آزادی تک ان کی سعی و جد و جہد محدود نہ تھی، بلکہ خلافت ترکیہ پر روسی یلغار کے وقت حضرت نانوتویؒ نے خلافت کی بقاو تحفظ پر مسلمانوں کی آواز کو متحد کیا اور ترکوں کی مالی امداد کے لئے نہ صرف چندہ کر کے رقم خطیر کو ترکوں کی امداد کے لئے بھجوایا، بلکہ خود اپنے گھر بار کا سارا اثاثہ بھی اس امداد میں لگا دیا۔ 1

یہ بات بھی خاص طور سے قابل ذکر ہے کہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کے اکثر شاگردوں نے بحیثیت علماء کے اس تحریک میں حصّہ لیا جن میں مفتی عنایت احمد کاکوریؒ، مولانا عبد الجلیلؒ، مفتی صدرالدینؒ، شاہ ابو سعیدؒ اور ان کے شاگردوں کے شاگرد یعنی علماء دیوبند مثلاً مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مفتی رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا محمد مظہر نانوتویؒ اور مولانا محمد منیر نانوتویؒ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ 2

حضرت مولانا محمد قاری طیب صاحبؒ فرماتے ہیں: ''آزادی کی تحریکات شروع ہوتے ہی علماء کے بے شمار افراد اور جماعتیں منظّم ہوگئیں اور جنگ آزادی میں حصہ لے کر ملک کی جو شاندار سیاسی خدمات انجام دیں اور جو بے نظیر قربانیاں پیش کیں، تاریخ ان سے انکار نہیں کرسکتی۔ اگر یہ تحریک آزادی مدارس اور علماء کی لائن سے میدان میں نہ آتی تو عوام کا اس طرح جوق در جوق آواز اور تحریک آزادی کا خیر مقدم کرنا عادۃً مشکل تھا''۔ 3

دارالعلوم دیوبند کا قیام بھی تحریک آزادی کا تسلسل تھا، آزادی کی وہ تحریک جو حضرت سید احمد شہیدؒ اور حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ نے چلائی، حضرت مولانا نانوتویؒ اور ان کے رفقاء نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد دارالعلوم

1 علماء دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج، ص ۱۷۴۔
2 تاریخ دارالعلوم دیوبند (محبوب رضوی)، ۱/۹۵۔
3 خطبات حکیم الاسلام، ۶/۵۴۹۔

دیوبند کے قیام کی صورت میں اس تحریک آزادی کو زندہ رکھا۔ 1

مولانا حامد انصاری صاحبؒ فرماتے تھے: ''دارالعلوم دیوبند عالموں، فاضلوں، عارفوں اور جنگ آزادی کے سپاہیوں کے لئے مرکز ہے، یہ ۱۸۵۷ء کے شہیدوں، ریشمی خطوط کی تحریک کے جانبازوں کی سرزمین دارالعلوم ہے، یہ ادارہ جنگ آزادی کا قلعہ، مجاہدین آزادی کا تاریخی مرکز اور علوم وفنون کا سب سے بڑا ایشیائی ادارہ ہے ۔اس دارالعلوم نے انگریزوں کے خلاف اپنے فتوے کے ذریعے سے تحریک خلافت اور دوسری تحریکات میں ہر محاذ پر ہزاروں آدمیوں کو جیل اور قربانی کے راستے پر ڈالا ہے''۔ 2

علماء دارالعلوم دیوبند ہمیشہ اولوالعزمی اور توکل علی اللہ کے ساتھ نہ صرف ہندوستان کی تحریک آزادی کی جدوجہد کرنے والوں کی صف اول میں رہے ہیں، بلکہ اکثر اوقات انہوں نے تحریک آزادی کی قیادت کی ہے اور اگر زیادہ غور سے دیکھا جائے اور انصاف سے کام لیا جائے تو اول اول یہ خیال انہوں نے ہی دیا۔آزادی کے جذبے میں جو حرارت، طاقت اور عمومیت پیدا ہوئی وہ انہیں کی مرہون منت تھی، ان میں سے متعدد حضرات نے انگریزی حکومت کے خلاف علم جہاد بلند کیا ،انگریزی فوجوں سے دوبدو جنگ کی، متعدد حضرات ایسے تھے جنہوں نے اپنی زندگی کا خاصہ حصہ جیلوں میں گزارا۔حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کی تحریک آزادی کی تاریخ علماء اور دینی شخصیتوں کی تاریخ کے ساتھ اس طرح گھل مل گئی ہے کہ ایک کو دوسرے سے جدا کرنا بہت مشکل ہے، سیاسی زوال نے مسلمانوں کو بے چارگی ومجبوری اور بے چینی وپریشانی کے جس عالم میں پہنچا دیا تھا ،دارالعلوم دیوبند کے قیام سے انھیں سکون واطمینان اور

---

1 علماء میدان سیاست میں، ص۱۳۔

2 تاریخ دارالعلوم دیوبند (محبوب رضوی)، ۳۱۸/۱۔

قرار نصیب ہوا۔ دارالعلوم دیو بند نے مسلمانان ہند کی علمی، دینی، سیاسی اور ثقافتی زندگی کو دینی مدارس کے زریعے سب سے زیادہ متأثر کیا ہے، اس کے فرزندوں نے زندگی کے مختلف میدانوں میں مسلمانوں کی رہنمائی کی، وہ عظیم خدمات انجام دی ہیں جو بالآخر مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کی تحریک کا سب سے بڑا سرچشمہ ثابت ہوئیں۔ دارالعلوم دیو بند سے آزادی کے مجاہدوں اور قوم کے خدمت گذاروں کی ایک ایسی جماعت پیدا ہوئی جس سے ملّت کی پیشانی کو تابندگی ملی، انہوں نے ملک کو محکومی اور غلامی زندگی سے نکال کر دنیا کی آزاد قوموں میں حصہ دلانے کے لئے عظیم قربانیاں دیں۔ 1

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کے بقول ''صرف یہی مدارس ہیں جنہوں نے جنگ آزادی میں بڑا حصہ لیا۔ حضرت شیخ الہند کون تھے؟ مدرسہ کے آدمی تھے، حضرت مدنیؒ کون تھے؟ مدرسہ کے آدمی تھے، مولانا عبدالباریؒ فرنگی محل کون تھے؟ مدرسہ کے آدمی تھے۔ ہمارے علماء اور مدارس کے فضلاء نے جنگ آزادی کی تحریک میں سب سے زیادہ قربانی دی اور سب سے زیادہ پیش پیش رہے۔ مالٹا اور انڈماں کی جیلوں میں کون رہا؟''۔ 2

قاری محمد طیب کے بقول ''ہندو بیرونِ ہند میں دارالعلوم دیو بند کی سو سالہ سرگرمیوں اور غیر معمولی خدمات کا جائزہ لیا جاسکتا ہے، کہ اس ملک کی کوئی بھی علمی اور عملی، اخلاقی اور سیاسی، ملکی اور ملّی، تعلیمی اور تبلیغی تحریک اس کے فیوض سے نہ صرف یہ کہ خالی نہیں ہے بلکہ بہت حد تک اس کی قیادت اور اس کے فضلاء کی سیادت کی رہین منّت ہے''۔ 3

---

1 تاریخ دارالعلوم دیو بند (محبوب رضوی)، ۱/۵۱۰...۵۱۴۔

2 علماء کا مقام اور ان کی ذمہ داریاں، ص ۱۷۵۔

3 تاریخ دارالعلوم دیو بند (قاری محمد طیب)، ص ۹، ۱۰۔

علماء اور سیاست

عالم ربانی کی تعریف میں سیاست سے واقفیت ہونا داخل ہے، عالم ربانی کی ایک تعریف یہ ہے کہ وہ بصیرت اور سیاست دونوں کا حامل اور جامع ہو۔

وقیل: الربانی العالم الذی یعمل بعلمه. وقیل: العالم بالحلال والحرام والامر والنهی. وقیل: الجامع بین العلم والبصیرة و السیاسة. 1

علامہ طبریؒ اور علامہ بغویؒ کے بقول: ''عالم ربانی وہ ہے جو علم اور فقہ کا جامع ہو، سیاست، تدبیر امور اور عوام کی دنیاوی اور اخروی اصلاح کی بصیرت رکھتا ہو''۔

الربانیون اذاهم عمادالدین فی الفقه وأمور الدین والدنیا، ولذلک قال مجاهد وهم فوق الاحبار، لان الاحبار هم العلماء، والربانی الجامع الی العلم والفقه، البصر بالسیاسة والتدبیر والقیام بأمور الرعیة ومایصلحهم فی دنیاهم ودینهم. 2

مفسر اور فقیہ کے لئے سیاست کا علم ضروری ہے

علامہ راغب اصفہانیؒ کے بقول: ''مفسر اور فقیہ کے لئے سیاست عادلہ اور آداب سیاست سے واقف ہونا ضروری ہے''۔

والثامن: أحکام الدین وآدابه، وآداب السیاسات الثلاث التی هی سیاسة النفس. والاقارب والرعیة، مع التمسک بالعدا لة التی فیها، وهو علم الفقه والزهد. 3

امام غزالیؒ کے بقول: ''فقیہ وہی ہے جو قانون سیاست اور عدل وانصاف

---

1 فتح البیان فی مقاصد القرآن، ۲/۲۸۳۔

2 تفسیر الطبری، ۶/۲۸۳، وکذا فی تفسیر البغوی، ۲/۵۱۶۔

3 تفسیر الراغب الاصفہانی، المقدمۃ، فصل فی بیان الآلات التی یحتاج الیھا المفسر، ۱/۳۹۔

کے طریقوں سے باخبر ہو، فقیہ بادشاہ وغیرہ کے لئے رہنما ہوتا ہے۔ دین بنیاد ہے اور حکومت وسیاست محافظ ہے''۔

فمست الحاجةالى سلطان يسوسهم. واحتاج السلطان الى قانون يسوسهم به،فالفقيه هو العالم بقانون السياسية وطريق التوسط اذا تنازعوا بحكم الشهوات فكان الفقيه معلم السلطان ومرشده الى طريق سياسةالخلق وضبطهم لينتظم باستقامتهم أمورهم فى الدنيا،ولعمرى انه متعلق ايضا بالدين لكن لا بنفسه بل بواسطة الدنيافان الدنيا مزرعةالأخرة،ولا يتم الدين الا بالدنيا،والملك والدين توأمان،فالدين اصل والدنيا حارس،وما لا اصل له فمهدوم،وما لا حارس له فضائع،ولا يتم الملك والضبط الا بالسلطان وطريق الضبط فى فصل الحكومات بالفقه. 1

اور دنیاوی ضروریات روٹی، کپڑا اور مکان فراہم کرنا حکومت اور سلطان کی ذمہ داری ہے، اور عادلانہ سیاست کے قوانین کا علم فقیہ کی ذمہ داری ہے۔

وسلامة البدن بالاجتماع والتظاهر والتعاون الذى يتوصل الى الملبس والمطعم والمسكن وهو منوط بالسلطان ،وقانونه فى ضبط الناس على منهج العدل والسياسةفى ناصية الفقيه. 2

علم فقہ سیاست کو بھی شامل ہے

علم فقہ بڑا وسیع علم ہے عبادات سے لے کر سیاست ومعیشت کو بھی شامل ہے علامہ مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''بیچاری عوام جو فقہ کے متعلق سمجھتے ہیں کہ

1 احیاء علوم الدین، کتاب العلم، بیان العلم الذی ھو فرض کفایۃ، ۱/۱۷۔

2 احیاء علوم الدین، کتاب العلم، الباب الخامس فی آداب المتعلم والمعلم، ۱/۵۴۔

اس میں کچھ نماز، روزہ، حج، زکوۃ جیسے ابواب ہی کے صرف مسائل بیان کئے گئے ... ان کو کیا معلوم کہ آج دنیا کے بڑے بڑے مستقل فنون مثلاً معاشیات، سیاسیات ومنزلیات وغیرہ وغیرہ ان سارے علوم کو فقہاء اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے"۔ ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں: "فقہ ایک ایسا دینی علم ہے جس میں حذاقت ومہارت اس وقت تک نہیں حاصل ہوسکتی جب تک دین کے ساتھ دنیا اور معاد کے ساتھ معاش کے سمجھنے اور برتنے کا بھی سلیقہ آدمی میں نہ ہو"۔ 1

امام ابوحنیفہؒ اور سیاست

امام ابوحنیفہؒ چاہتے تھے کہ ان کی مجلس کے اراکین اور شرکاء جس علمی کمال کو اپنے اندر پیدا کر رہے ہیں، یہی کمال ان کو حکومت کے اس شعبہ میں شریک ودخیل ہونے کا مستحق بنا رہا ہے۔ چونکہ اسلامی قانون جس کی تدوین امام ابوحنیفہؒ انجام دے رہے تھے صرف قانون ہی نہ تھا بلکہ وہی مسلمانوں کا دین بھی تھا، جس کے معنی یہ ہوئے کہ دنیا کے دروازے بھی ان لوگوں پر دین کی راہ سے کھل رہے تھے۔ ظاہر ہے دین کے لئے جس اخلاص اور راست بازی، استقامت وغیرہ کی ضرورت ہے، دنیا میں مبتلا ہونے کے بعد دین کی ان اقتضاؤں اور تقاضوں کی تشکیل ہر معمولی آدمی کا کام نہیں ہوسکتا۔ ایک دن اپنے تلامذہ کا ذکر کرتے ہوئے امام ابوحنیفہؒ فرمانے لگے: "کہ میرے اصحاب میں تیس آدمی خاص اہمیت رکھتے ہیں جن میں دس آدمی تو نیک لوگ اور فقیہ ہیں، اور دس ان میں ایسے ہیں جو فتوی دینے کے قابل ہو چکے ہیں، اور دس ایسے ہیں جو قاضی بن سکتے ہیں۔ اور پھر فرمایا "وھم احسن اصحابی" جو قاضی بننے کے اہل ہو چکے ہیں یہ میرے شاگردوں یں سب سے بہتر ہیں"۔ 2

امام ابوحنیفہؒ نے ممکنہ جدوجہد، فکروتأمل، تحقیق وتدقیق کے سارے ذرائع

1 امام ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی، ص۲۶۹، ۳۵۵۔ 2 امام ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی، ص۳۰۸، ۳۱۲۔

کو خرچ کر کے اسلامی آئین کے تمام شعبوں کو مدوّن کرلیا تھا، اور ایسے لوگ بھی اپنی صحبت وتربیت میں رکھ کر تیار کر چکے جن میں وہ محسوس کرتے تھے کہ نفاذ قانون کا اختیار اگر ان کے ہاتھ دے دیا جائے تو وہ اس مدوّنہ آئین کے دفعات کو ہر چیز سے بے پرواہ ہو کر حوادث اور واقعات پر منطبق کرنے میں کامیاب ہوں گے۔ اس وقت کے ایک حاکم اور قاضی کے غلط فیصلوں پر امام ابو حنیفہؒ جرح فرماتے تھے تو اسکے جواب میں وہ حاکم غلط باتیں امام صاحب کی طرف منسوب کرتے تھے تو امام صاحبؒ نے فرمایا: ''ان کو کہو جتنا چاہیں اپنا زور خرچ کرلیں، لیکن میں تو اس شخص کے حلق کا کانٹا بن کر رہوں گا''۔ 1

امام الہند شاہ ولی اللہؒ اور سیاست

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کے بقول امام شاہ ولی اللہؒ سیاست کا رمز شناس تھے وہ فرماتے ہیں: ''حضرت شاہ ولی اللہؒ جیسا عالمی ذہن رکھنے والے انسان جس کی تاریخ اسلام پر گہری نظر تھی، سلطنت عثمانیہ سے صرف نظر نہیں کرسکتا تھا، وہ خلافت کی شرعی حیثیت اور سیاسی واجتماعی اہمیت کے رمز آشنا تھے، اور دین واخلاق اور صالح معاشرہ اور صحت مند تمدّن ومعیشت کے لئے آزاد حکومت وغیر مفاسد سیاسی طاقت کو ضروری سمجھتے تھے، اور مسلمانوں کو نہ صرف اپنے ملک بلکہ بساط عالم پر ایک مؤثر اور صاحب امر ونہی طاقت کے طور پر دیکھنے کے آرزومند تھے''۔ 2

عام طور پر جن علماء کبار کا ذوق علمی، تصنیفی اور تحقیقی ہوتا ہے وہ عام طور پر مطالعہ کتب، علمی مباحث پر تحقیق وتدقیق یا تدریس وتصنیف کے مشغلہ میں ہم تن منہمک ہوتے ہیں، اور معاشرہ کے مختلف طبقات اور عامۃ المسلمین کی کمزوریوں اور

1 امام ابو حنیفہؒ کی سیاسی زندگی، ص ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۳۷۔
2 تاریخ دعوت وعزیمت ۱۹/۵۔

بیماریوں سے یا تو بے خبر ہوتے ہیں یا انکے لئے اس عوامی سطح تک اترنا اور اس علمی نظر بندی سے نزول ودشوار ہوتا ہے، علمائے سلف میں اس بارے میں دو شخصیتوں کا واضح طریقہ پر استثناء کیا جا سکتا ہے، ایک حجۃ الاسلام امام غزالی (م۵۰۵) کا جنہوں نے اپنی کتب ''احیاء علوم الدین'' میں اپنے زمانہ کے مسلم معاشرہ اور ملت اسلامیہ کے مختلف طبقات کی بیماریوں اور کمزوریوں کی اس طرح نشاندہی کی کہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے زمانہ کی عوامی زندگی اور معاشرہ کے مختلف طبقات سے علماء کے حلقہ ہائے درس ومشائخ کی مجالس ذکر وفکر سے لیکر خلفاء وسلاطین کے درباروں، امراء کے ایوانوں اور رؤساء کے عشرت خانوں تک اور ان محل سراؤں سے لیکر اہل حرفہ وتاجروں کی دوکانوں اور بازاروں کے پر شور ہنگامہ خیز ماحول تک سے واقف ہیں۔ اور جانتے ہیں کہ نفس وشیطان نے کس کس طرح علماء ورؤساء کے مختلف طبقوں اور عوام وخواص کے مختلف حلقوں کو فریب دے رکھا ہے، دینی مفاہیم وحقائق کس طرح تبدیل کئے ہیں، اور وہ مقصد اصلی (سعادت اخروی ورضائے الٰہی) سے کس طرح غافل ہیں۔ دوسری شخصیت علامہ ابنِ جوزیؒ (م۵۹۷ھ) ہیں انھوں نے اپنی مشہور تصنیف ''تلبیس ابلیس'' میں اپنے زمانہ کی پوری سوسائٹی کا جائزہ لیا ہے... ان دو شہرۂ آفاق علماء وداعیان دین ومعلمین اخلاق کے بعد (جو اپنے اصلاحی وتربیتی مقام کے ساتھ عظیم المرتبت عالم ومصنف بھی تھے) ہمیں اس سلسلہ میں شاہ ولی اللہؒ کا زمانہ سب سے زیادہ روشن اور تابناک نظر آتا ہے، انھوں نے سلاطینِ اسلام، امراء وارکانِ دولت، فوجی سپاہیوں، اہل صنعت وحرفت، مشائخ کی اولاد (پیرزادوں)، غلط کار علماء اور خوردہ گیر واعظوں اور تارک الدنیا وعزت گزیں زاہدوں کو علیحدہ علیحدہ خطاب کیا ہے، ان کی دکھتی ہوئی رگوں پر انگلی رکھی ہے اور انکی اصلی بیماریوں اور خود فریبوں کی نشاندہی کی ہے۔ ان سب کے علاوہ امت اسلامیہ سے عمومی اور جامع خطاب فرمایا

ہے، اوران کے مراض کی تشخیص کی ہے اوران کا علاج بتایا ہے۔ان خصوصی خطاب میں شاہ صاحبؒ کے دل کا درد، اسلامی حمیت کا جوش، دعوت کا جذبہ اور زورقلم اس نقطۂ عروج پر ہے جس کی مثال سابق الذکر مصلحین و ناقدین اوران کی مذکورہ بالا کتابوں میں ملنی مشکل ہے۔ 1

حضرت شاہ ولی اللہؒ کا اصلاحی وتجدیدی طریقہ کار

ا۔اصلاح عقائد: مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ایسی تھی جو توحید کے مفہوم سے نا آشنا تھی اور مشرکانہ رسم ورواج اور باطل نظریات وافکار سے متأثر تھی، حضرت شاہ صاحبؒ نے توحید کے صحیح مفہوم کو اجاگر کرنے کی کوشش کی، اور مشرکانہ اعتقادات اور اسلام کے عقیدہ توحید کے درمیان فرق کو واضح کیا۔

۲۔دعوت الی القرآن: عمومی طور پر قرآن کریم اوراس کے مطالب سمجھنے سے واسطہ اور تعلق کم تھا، حضرت شاہ صاحبؒ نے عوام کا قرآن کریم سے براہ راست تعلق پیدا کرنے کی کوشش کی اوراس وقت رائج عوامی زبان فارسی میں قرآن کا ترجمہ کیا تاکہ علماء وعوام کا قرآن کریم سے تعلق پیدا ہوکر قرآن سے مستفید ہوسکیں۔

۳۔حدیث وسنّت کی اشاعت وترویج: اس وقت ہندوستانی علماء کی علم حدیث سے واقفیت بہت محدود تھی ،تو حضرت شاہ صاحبؒ نے کتب حدیث کی تعلیم اوراس کی اشاعت کا انتظام کیا، انھوں نے خود اور پھران کے فرزندوں نے بھی احادیث کی شروح اور اصول حدیث پر کتابیں تصنیف کیں اور حضرت شاہ صاحبؒ نے فقہ وحدیث میں تطبیق پیدا کرنے کی دعوت وسعی کی۔

۴۔اسلام کو عقلیات کی صورت میں پیش کرنا: حضرت شاہ صاحبؒ نے یہ محسوس کیا کہ عنقریب عالم اسلام میں وہ دور آنے والا ہے جو عقلی وفلسفی ہوگا ،انھوں نے اسی

1 تاریخ دعوت وعزیمت، ۵/ ۳۲۳، ۳۲۵۔

مناسبت سے ''حجۃ اللہ البالغہ'' جیسی معرکۃ الاراء کتاب تصنیف کی جس میں اسلامی نظریات واعمال وغیرہ ایسی عقلی وفلسفی صورت میں پیش کر دی جس کی مثال ذخیرہ کتب میں ملنی مشکل ہے،اور شریعت اسلامی کی مربوط ترجمانی اور اسرارِ احکام شریعت کی نقاب کشائی کی۔

۵۔خلافت کے منصب کی تشریح: حضرت شاہ صاحبؒ کے تجدیدی کارناموں میں سے خلافت کے منصب کی تشریح بھی ہے،خلافت راشدہ کے خصائص اور اس کا اثبات اور ردِّ روافض میں انہوں نے جدوجہد کی اور ''ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء'' تصنیف فرمائی۔

۶۔سیاسی انتشار کے دور میں قائدانہ کردار: حضرت شاہ صاحبؒ کا دور سیاسی انتشار کا دور تھا،حضرت شاہ صاحبؒ نے مایوسی کے عالم میں نیا جذبہ اور ولولہ دیا اور اس میں شاہ احمد ابدالی وغیرہ سے رابطہ پیدا کر کے قائدانہ کردار ادا کیا۔

۷۔امت کے مختلف طبقات کا احتساب: حضرت شاہ صاحبؒ نے سلاطین اسلام ،امراء وارکانِ دولت، پیرزادوں،علماء سوء اور مختلف طبقات کا احتساب کرتے ہوئے ان کو خطاب کیا اور ان کو اصلاح وانقلاب کی دعوت دی۔

۸۔مردان کار کی تعلیم وتربیت: حضرت شاہ صاحبؒ نے ایسی جماعت تیار کرنے کی کوشش کی جو اسلامی انقلاب لانے میں معاون ہو،انہوں نے اپنے صاحب زادگان اور تلامذہ کی صورت میں ایسے رجال کار تیار کئے جو ان کے بعد انہوں اصلاح امت اور اشاعت دین کا کام جاری رکھا۔ 1

۹۔سیاست کی اصلاح: ہندوستان کے آخری عہد میں اللہ تعالی نے خاندان ولی اللہ کو اس ملک کی قطبیت مرحمت فرمائی تھی، چنانچہ ہندوستان میں آلِ تیمور کی غلط سیاست

1 تاریخ دعوت وعزیمت، ۱۳۱/۵، بصائر ص۱۴...۱۷۔

سے دین اسلام کو جو نقصانات پہنچے، ان کے تدارک واصلاح کی خدمت اس خانوادہ کے علماء اور ان کے منتسبین کے سپرد ہوئی۔ 1

حضرت شاہ ولی اللہؒ کے سیاسی نظریات وفرمودات

ا۔حضرت شاہ صاحبؒ کے بقول: ''نئے تقاضوں سے صحیح طور پر وہی شخص عہدہ برآمد ہوسکتا ہے جو کتاب وسنت، علوم حکمت، علم کلام، علم اخلاق، علم النفس اور اپنے زمانہ کے حدود کے اندر علم الاقتصاد، علم المعیشت اور علم السیاسۃ سے واقف ہو، پھر ان سب کے ساتھ احسان اور تزکیہ کے فن کے جوہر وحقیقت سے نہ صرف آگاہ ہو بلکہ اس میں درجہ اجتہاد پر فائز ہو''۔ 2

۲۔شاہ صاحب کی ایک مخصوص اصطلاح ہے ارتفاقات کی، ارتفاقات کا مطلب ہے افراد کا ایک دوسرے سے جائز انتفاع، تعاون اشتراک عمل اور معتدل شہری زندگی کے لئے تدبیرات نافعہ، حضرت شاہ صاحبؒ کے نزدیک ارتفاقات چار ہیں:

(الف) ابتدائی اور ضروری ارتفاق، جو عام لوگوں اور دیہات والوں کو حاصل ہے۔

(ب) ترقی یافتہ ارتفاق، جو شہر والوں کو اجتماعی طور پر حاصل ہوتا ہے۔

(ج) سیاست وانتظام، جس کا تعلق ملک اور مُدن سے ہے۔

(د) خلافت عامہ۔

۳۔سعادت کے چار اصول:

حضرت شاہ صاحبؒ کے نزدیک سعادت کے چار اصول ہیں:

(الف) طہارت: جسمانی پاکیزگی جو انسان کو توجہ الی اللہ وتعلق باللہ کے لئے تیار کر دیتی ہے۔(ب) اخبات الی اللہ: انابت وتوجہ الی اللہ اور عجز وتواضع۔(ج) سماحت:

1 حضرت مولانا محمد الیاس اور انکی دینی دعوت، ص۱۷، ۱۸۔

2 تاریخ دعوت وعزیمت، ۲۱۶/۵۔

سخاوت، مکارم اخلاق ومعالی امور۔ (د) عدالت: انصاف اور عدالت سے کام لینا۔
حضرت شاہ صاحبؒ کے نزدیک یہ چار اصول ہیں سعادت کے۔ جن کے لئے انبیاء کی بعثت ہوئی، یہ درحقیقت ادیان وشرائع کی بنیادی شعبوں کے جامع عنوانات اور مقاصد بعثت کی تکمیل کے مؤثر ذرائع ہیں۔ 1
۴۔عوام کی اصلاح کا سبب اگر چہ عقل بھی ہے لیکن کبھی غفلت اور کچھ دوسرے موانع کی وجہ سے عقل اپنے کام میں کمزور نظر آتی ہے، اس لئے اصلاح کے لئے ایسے عالم کی ضرورت ہوتی ہے جس کے پاس سنت کا علم ہو اور سیاست سے بھی باخبر ہو کر سیاسی رہنمائی کرسکتا ہو۔

واعلم ان السنن الكاسبةلانقياد البهيمة للملكية و الآثام المباينة لها،وان كان العقل السليم يدل عليها ،ويدرك فوائد هذه ومضار تلك،لكن الناس فى غفلةمنها لانه تغلب عليهم الحجب فيفسد وجدانهم ...فيحتاجون الى عالم بالسنةالراشدةيسوسهم ، و يأمر بها ويخض عليها،وينكر على مخالفتها 2

۵۔شہری افراد اپنے نظام زندگی میں سے ایک ایسے عالم وقائد کے محتاج ہوتے ہیں جو مصلحت کو بھی جانتا ہو اور سیاسی قیادت بھی کرسکے۔

ولما كانت المدينة مع استبداد العقل المعاشى الذى يوجد عند كثير من الناس بادراك النظام المصلح لها تضطر الى رجل عارف بالمصلحةعلى وجههايقوم بسياستها. 3

۶۔اجتماعی زندگی ایک سربراہ کے بغیر صحیح طور پر قائم نہیں ہوسکتی، اور وہ قائد وسربراہ بھی

---
1 تاریخ دعوت وعزیمت۔۵/۳۲۷...۲۳۱۔
2 حجۃ اللہ البالغہ، المبحث السادس، مبحث السیاسات الملیۃ، ۱۵۳/۱۔
3 حجۃ اللہ البالغہ، المبحث السادس، مبحث السیاسات الملیۃ، ۱۵۳۱۔

ایسا ہو جو معاونین اور فوج رکھتا ہو، جرائم کی روک تھام میں وہ تیز ہواوراس سے زیادہ وہ سیاسی قابلیت سے متصف ہو۔

ولما كانت المدينة ذات اجتماع عظيم ... لم ينتظم امرها الا برجل اصطلح على طاعته جمهور اهل الحل والعقدله اعوان و شوكة،وكل من كان أسح وأحد وأجرا على القتل والغضب،فهو اشد حاجةالى السياسة. 1

۷۔بادشاہ کے لئے اپنی فوج کے حالات سے باخبر ہونااور سیاست کاعلم ہوناضروری ہے۔

ولابد للملك من سياسة جنوده وطريق السياسةما يفعله الرائض الماهر بفرسه. 2

۸۔حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کے بقول: ”شاہ صاحبؒ کی سب سے معرکۃ الآراء کتاب اور علمی کارنامہ ”حجۃ اللہ البالغہ“ ہے جس میں دین و نظام شریعت کا ایک ایسا مربوط، جامع اور مدلل نقشہ پیش کیا گیا ہے جس میں ایمانیات ،عبادات ،معاملات، اخلاق،علم الاجتماع وتمدّن،سیاست واحسان کوایک ایسے ربط وتعلق اورصحیح تناسب کے ساتھ پیش کیا گیا ہے کہ وہ ایک ہار کے موتی اورایک زنجیر کی کڑیاں معلوم ہوتی ہیں“۔

۹۔حضرت شاہ ولی اللہؒ کہ نہ صرف اپنے بارے میں بلکہ اپنے خواص اصحاب کے بارے میں رجحان یہی تھا کہ وہ ہندوستان کو اپنی سرگرمیوں اور علمی ودینی خدمات کا مرکز بنائیں جس ملک پر ان کے اسلاف نے اپنی بہترین علمی ودینی صلاحیتیں اور توانائیاں صرف کیں،اور جس نے ہر دور میں محقق وعارف پیدا کئے۔

۱۰۔حضرت شاہ ولی اللہؒ کے سیاسی مکتوبات بھی دینی اور سیاسی امور کے مجموعہ ہیں، مثلاً

1 حجۃ اللہ البالغہ، باب سیاسۃ المدینۃ، ۹۲/۱۔

2 حجۃ اللہ البالغہ، باب سیاسۃ المدینۃ، ۹۶/۱۔

انہوں نے ایک مغل بادشاہ کو خط لکھا جس میں اس کو اصلاح حال، تقویت سلطنت، اور خدا کی رحمت ونصرت کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے ایسے حکیمانہ اور دانشمندانہ مشورے دیئے گئے ہیں جو اعلیٰ درجہ کی حکمت دین، تاریخ وسیاست اور نظم مملکت کے عمیق ووسیع مطالعہ پر مبنی ہے۔ 1

۱۱۔حضرت شاہ ولی اللہؒ صاحب کے اصول کے مطابق ایشیاء کی طاقتوں کا یہ اتحاد اقتصادی مسائل کی بنیاد پر ہونا چاہئے تھا، مگر اس وقت تک اقتصادی مسائل میں اتنی کشش پیدا نہیں ہوئی تھی کہ ان کی بنیاد پر روح انقلاب پیدا کی جاسکتی، البتہ مذہبی جذبات بیدار تھے اور ان کے نام پر انقلاب کے لئے بڑی سے بڑی قربانی کا مطالبہ بھی ہوسکتا تھا، لہذا سیاسی انقلاب اور ایشین اتحاد کے لئے مذہبی عنوان کا راستہ مختصر تھا اور اس سے کامیابی کی توقع بھی زیادہ تھی۔

۱۲۔اقتصادی سلسلہ میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کا بنیادی اصول یہ ہے کہ معیار معیشت مساویانہ ہو، ان کے فرزند ارجمند حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اس اصول کے یہاں تک پابند تھے کی ساری عمر گاڑھے اور سوتر کے کپڑے پہنے، اور مرنے کے وقت وصیت کر دی کہ ان کا کفن بھی اسی کپڑے کا ہو جو وہ اپنی زندگی میں پہنا کرتے تھے۔ 2

۱۳۔امام ولی اللہ دہلویؒ اپنے طریقے میں خدا یاد کرنے اور ذکر واذکار کے اشغال اور حکومت بنانے کے قوانین، ہر دو چیزوں کو ایک مرتبہ پر جمع کر دیتے ہیں۔انہوں نے حکومت کا نام خلافت ظاہرہ رکھا ہے اور حکومت پیدا کرنے والی جماعت کا نام خلافت باطنہ تجویز کیا۔آج کی اصطلاح میں اگر اس کا ترجمہ کیا جائے تو پہلے درجے کو گورنمنٹ کہا جائے گا ور دوسرے درجے کو پولیٹیکل پارٹی جو اس گورنمنٹ کو پیدا کرتی ہے۔ 3

1 تاریخ دعوت وعزیمت ۲۱۴/۵، ۲۱۵، ۳۰۰۔

2 علماء ہند کا شاندار ماضی، ۴۷۴/۲، ۵۰۱۔

3 حاشیہ شاہ ولی اللہ اور انکی سیاسی تحریک، ص ۲۹۔

۱۴۔ فک کل نظام: شاہ ولی اللہؒ نے تمام ممالک کے حالات کا جائزہ لینے کے بعد آپ کی گہری سوچ بچار اور اعلی تدبیر نے یہ فیصلہ کیا کہ جو کچھ سماجی ومعاشی یا اقتصادی تباہیاں اس وقت موجود ہیں، ان کا اصل سبب ملکیت، شاہنشاہیت ہے، سفر حجاز میں آپ کے ضمیر کی آواز نے یہ فیصلہ سنا دیا کہ ان تباہیوں و بربادیوں کا واحد علاج ''فک کل نظام'' ہے یعنی ایسا ہمہ گیر اور مکمل انقلاب جو سماج کے معاشی، سیاسی، اقتصادی غرض ہر ایک کے موجودہ ڈھانچہ کو بدل ڈالے۔ 1

جانشین امام ولی اللہ سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی سیاسی افکار

حضرت شاہ ولی اللہؒ کے بعد ان کے صحیح جانشین اور علم وبصیرت اور غیرت وحمیت دینی کے وارث ان کے فرزندار جمند سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیزؒ (المتوفی ۱۲۳۹ھ) نے اپنے والد نامدار کے شروع کئے ہوئے کام کو نہ صرف جاری رکھا، بلکہ اس کی توسیع وتکمیل کی کوشش کی، اور سیاسی حالات کی تبدیلی کے ساتھ اپنی توجہ اس وقت کے سیاسی میدان کے اصل حریف اور حقیقی طاقت (انگریزی اقتدار) کی طرف موڑ دی، جس نے اب خطرہ سے بڑھ کر واقعہ کی شکل اختیار کر لی تھی۔ اور شاہ عبدالعزیزؒ کے بعد انہیں کے دو تربیت یافتہ صاحب عزیمت وداعی مصلح حضرت سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے سیاسی نقشہ میں (جو انہوں نے نظری طور پر حجۃ اللہ البالغہ اور ازالۃ الخفاء کے صفحات میں پیش کیا تھا) رنگ بھرنے کی کوشش کی، اور اسکو خلافت علی منہاج النبوۃ کی اساس پر قائم کرنے کے لئے اپنی جان کی بازی لگا دی۔ 2

---

1 علماء ہند کا شاندار ماضی، ۲/۴۱۵۔

2 تاریخ دعوت وعزیمت، ۳۲۱/۵۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے تجدیدی کارنامے

۱۔قرآن مجید کی ترجمانی: مسلمانوں میں قرآن مجید کی تعلیمات ومضامین کی اشاعت کو عام کرنا، اس کے ذریعے سے عقائد کی اصلاح اور دین خالص سے عوام کی براہ راست ربط وتعلق کی سعی جمیل اور جدوجہد کرنا شاہ عبدالعزیزؒ کا تجدیدی کارنامہ ہے۔

۲۔حدیث کی نشرواشاعت: حدیث کے دروس واجازت کے سلسلہ کا احیاء، اس کے خلقہائے درس کا اجراء اوراساتذہ احادیث وشارحین کتب کی تربیت حضرت شاہ عبد العزیزؒ کی جدوجہد کا ایک باب ہے۔

۳۔فتنہ رفض وتشیع کا مقابلہ: حضرت شاہ عبدالعزیزؒ صاحب نے صحابہ کرامؓ اور قرآن عظیم کو مجروح ومشکوک بنانے والی کوششوں اورسازشوں کا تقریراًوتحریراً سدباب کیا اور ''تحفہ اثناعشریہ'' لکھ کر رافضیت پر بڑی زبردست ضرب لگائی۔

۴۔ جہاد فی سبیل اللہ کا احیاء: حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے سب سے پہلے ہندوستان کو دارالحرب کا فتوی دیکر جہاد فی سبیل اللہ کا احیاء کیا، اور ساتھ ساتھ ہندوستان میں اسلامی اقتدار اور مسلمانوں کی آزادی کے لئے سب سے بڑے خطرے اور چیلنج کا جوانمردی اور دلیری سے مقابلہ کیا۔

۵۔مردان کار کی تربیت : حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے ان مردان کار کی تربیت کی جو حالات اور وقت کے تقاضوں اور دین کے حقیقی مطالبوں کے مطابق دعوت واصلاح کا کام انجام دیں۔ 1

مسلمانوں کی آزادی کے لئے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی جدوجہد

جہاں تک ہندوستان میں اسلامی اقتدار کی حفاظت اور مسلمانوں کی آزادی کی راہ میں پیش آنے والے خطرات اور چیلنج کے مقابلہ کا تعلق ہے، حضرت شاہ عبد

1 تاریخ دعوت وعزیمت، ۳۵۴/۵، ۳۵۵

العزیزؒ نے اس سلسلہ میں حالات کا حقیقت پسندانہ جائزہ، بیدار مغزی، دور بینی اور شان عزیمت کا ایسا نمونہ پیش کیا جو ایک صاحب بصیرت وفراست عالم دین، داعی و مصلح اور اپنے وقت کے دینی رہنما کے شایان شان ہوتا ہے۔ حضرت شاہ عبد العزیزؒ نے جو دہلی میں مصروف درس وافادہ تھے، لیکن ان کی حقیقت بیّن نگاہ سارے ہندوستان پر تھی، اللہ تعالی نے ان کو غیر معمولی طور پر حقیقت پسند ذہن اور صاحب حمیت وعزیمت طبعیت عطا فرمائی تھی، اس انقلاب کا پورا جائزہ لیا اور اس نتیجہ تک پہنچ گئے کہ وقت کے بچے کھچے اسلامی اقتدار اور اس ملک میں مسلمانوں کے مستقبل کے لئے خطرہ انگریز ہیں،، ان کے ایک عربی شعر میں اس حقیقت کی پوری عکاسی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انگریزوں کے اثرات کو ہندوستان تک ہی محسوس نہ سمجھتے تھے ان کو اس سے زیادہ وسیع اور دوررس سمجھ رہے تھے، وہ فرماتے ہیں:

وانی أری الا فرنج أصحاب ثروة

لقد افسدوا ما بین دهلی و کابل

ترجمہ: میں فرنگیوں کو جو دولت کے مالک ہیں، دیکھتا ہوں کہ انہوں نے دہلی اور کابل کے درمیان فساد برپا کر رکھا ہے۔ 1

° حضرت شاہ عبد العزیزؒ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دینے کی جرأت کی، تحریک آزادی علماء ہند کے ہاتھوں انیسویں صدی کے ابتدائی حصہ سے شروع ہوئی، اس وقت کا سنگ بنیاد رکھنے والے حضرت شاہ عبد العزیزؒ صاحب دہلویؒ اور ان کے خاندان کے لوگ اور ان کے شاگرد و مریدین ہیں۔ 2

حضرت شاہ عبد العزیزؒ اور رجال کار کی تربیت

جہاں تک ان مردان کار کی تربیت کا تعلق ہے جو حالات اور وقت کے

---

1 تاریخ دعوت وعزیمت، ۳۶۵/۵...۳۶۸۔ 2 نقش حیات، ۴۲۲/۱۔

تقاضوں اور دین کے حقیقی مطالبوں کے مطابق دعوت واصلاح کا کام انجام دیں اور جدوجہد کا بیڑہ اٹھائیں، یہ تقدیر اور حکمت الٰہی کی بات ہے کہ اس میں حضرت شاہ عبد العزیزؒ کا حصہ اپنے بہت سے مشائخ واسلاف سے بڑھا ہوا ہے۔ حضرت شاہ عبد العزیزؒ کے ذریعے اللہ تعالی نے ایسے متعدد عالی استعداد اور بلند ہمت وعزیمت رکھنے والے صاحب تاثیر نفوس کی تربیت کا کام لیا جنہوں نے ہزاروں انسانوں کی زندگیوں میں انقلاب برپا کردیا اور ایک پوری صدی سنبھالی، اس دعوی کے ثبوت کے لئے تنہا ان کے خلیفہ حضرت سید احمد شہیدؒ کا نام لینا کافی ہے۔ 1

وطن کی آزادی کے لئے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کا فرمان

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے ہندوستان کی آزادی کے بارے میں فرمایا: ’’ہم ہندوستانی ہیں، ہندوستان ہمارا وطن ہے، سات سمندر پار سے انگریز سوداگری کی غرض سے ہندوستان آئے، حکومت ہند نے انہیں حکومت کی اجازت دی، ان غیر ملکیوں نے غیر ملکی رہتے ہوئے رفتہ رفتہ ہندوستان پر قبضہ کرلیا، یہ قبضہ بالجبر اور یہ تسلط غاصبانہ ہے، باشندگان وطن کا فرض ہے کہ اس بیرونی طاقت سے وطن عزیز کو آزاد کروائیں‘‘۔ 2

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے ہاں تربیت کے طریقے

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے ہاں تربیت کے تین طریقے تھے: (الف) درس وتدریس: جس کا حلقہ اتنا وسیع تھا کہ پورے ہندوستان میں تقریباً ایک عالم بھی ایسا نہیں رہا جس کا تعلق براہ راست یا بالواسطہ حضرت شاہ عبد العزیزؒ سے نہ ہو۔ (ب) روحانی تربیت: یعنی خود غرضی، نفس پرستی، اقتدار پسندی جیسی صفات سے دل

---

1 تاریخ دعوت وعزیمت، ۳۷۳/۵۔

2 علماء ہند کا شاندار ماضی، ۸۰۳/۴۔

پاک کیا جائے، صبر و ضبط، جفاکشی، محنت و شفقت سے متصف ہونا اور ہر ایک مادی غرض سے بالاتر ہو کر مخلوق خدا کی خدمت اور اس کے لئے ہر قسم کی قربانی کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ (ج) پبلک جلسوں اور عام اجتماعات میں تقریریں: چنانچہ حضرت شاہ عبد العزیزؒ کا مقرر پروگرام تھا کہ ہفتہ میں دو مرتبہ عام اجتماع میں تقریر ضرور کیا کرتے تھے، دہلی اور بیرون دہلی کے ہزاروں آدمی ان اجتماعات میں شریک ہوتے، پروگرام کی پابندی یہاں تک تھی کہ مرض الموت میں بھی جب تک بولنے کی طاقت رہی اس تقریر کے پروگرام پر عمل ہوتا رہا۔ 1

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے مقاصد تربیت

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی تربیت کے یہ چند مقاصد تھے:

۱۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے نظریات کو ذہن نشین کرانا۔

۲۔ خدا پرستی، خوف خدا اور پاک بازی کا سچا جذبہ پیدا کرنا۔

۳۔ ملوکیت اور شاہ پرستی کے جراثیم کو دماغوں سے نکالنا۔

۴۔ جذبہ فدائیت یعنی نصب العین کے لئے قربان ہونے کا شوق پیدا کرنا۔

۵۔ خدمت خلق بالخصوص نوع انسانی کی ہمدردی اور غم خواری اور خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کو آرام پہنچانے کا عادی بنانا۔

۶۔ شاہانہ تکلفات ختم کرنا اور سادہ زندگی کا عادی بنانا۔

۷۔ فوجی سپرٹ پیدا کرنا: جفاکشی، محنت اور ہر قسم کے حالات برداشت کرنے کا عادی بنانا۔

۸۔ ایسی رسومات کو بند کرانا جو سوسائٹی کو پستی کی طرف لیجا رہی تھیں۔

۹۔ عیاشی کے اڈے ختم کرنا اور ایسے تمام جراثیم کی اصلاح کرنا جو سوسائٹی کو عیش

1 علماء ہند کا شاندار ماضی، ۲/۴۳۵، ۴۳۶۔

پرست، آرام طلب اور پست ہمت بنا رہے تھے۔

۱۰۔ فک کل نظام کا جذبہ عام کرنا: فک کل نظام کا نظریہ جو شاہ ولی اللہؒ نے دیا تھا اور ان کی وفات تک چند مخصوص دماغوں کی امانت تھی، حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے زمانہ میں ملک کا عام جذبہ بن چکا تھا، گویا حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اس ہمہ گیر انقلاب کا جو بیج بویا تھا حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی آبیاری سے وہ ایک تناور درخت بن چکا تھا۔ 1

بہرحال حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے کارناموں میں سے ایک اہم کارنامہ وہ فتوی ہے جس میں انھوں نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا تھا، اسی فتوی کو حضرت حاجی امداد اللہؒ، حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ اور مفتی رشید احمد گنگوہیؒ نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں استعمال کیا، اور اس نسخہ کو خاص ترکیب سے استعمال کیا، پھر آگے تحریکات میں حضرت شیخ الہندؒ نے اسی نسخہ کو معجون کی صورت میں محفوظ کیا اور اس کے قابل کردیا کہ ہرکس وناکس اس کو استعمال کرسکے۔ 2

مولانا عبدالحئیؒ بڑھانوی

شیخ الاسلام حضرت مولانا عبدالحئی حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے نامور شاگرد ہیں، حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی تعلیم وتربیت کا خاص نمونہ آپ کے دو تلامذہ رشید مولانا عبدالحئی بڑھانوی اور مولانا محمد اسمٰعیل شہید ہیں، اول الذکر آپ کے داماد اور ثانی الذکر آپ کے بھتیجے تھے، حضرت شاہ عبدالعزیزؒ خود ان دونوں کی فضیلت علمی اور تبحر کے قائل تھے۔ آپ نے ایک خط میں ان دونوں کو تاج المفسرین، فخر المحدثین، سرآمد علماء نے محققین لکھا ہے۔ اور فرمایا: ''کہ یہ دونوں حضرات تفسیر وحدیث، فقہ واصول فقہ، منطق وغیرہ میں اس فقیر سے کم نہیں ہیں، جناب باری تعالی کی جو عنایت ان

1 علماء ہند کا شاندار ماضی، ۴۳۵/۲...۵۰۱۔

2 خطبات حکیم الاسلام، الہامی ادارہ، ۵۰۳/۶، ۵۰۴۔

دونوں بزرگوں کے شامل حال ہے اس کا شکر مجھ سے ادا نہیں ہوسکتا، ان دونوں کو علمائے ربانیین میں شمار کرو اور جو اشکال حل نہ ہو ان کے سامنے پیش کرو"۔ مولانا عبد الحئیؒ بڑھانویؒ کا پایہ اہل علم کے نزدیک علوم رسمیہ میں بہت بلند تھا اور تفسیر میں خود حضرت شاہ عبدالعزیزؒ صاحب ان کو اپنے تمام تلامذہ پر فضیلت دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ میرا نمونہ ہیں۔ شیخ الاسلام کا لقب جو اسلام میں خاص خاص علماء کو دیا گیا ہے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے خود مولانا کو دیا۔

حضرت مولانا عبدالحئیؒ علمی کمالات اور اعلی اخلاق و کردار میں ممتاز تھے، علمی تبحر اور ذہنی کمالات پر جو چیز فوقیت رکھتی ہے وہ آپ کی للّٰہیت اور اخلاص ہے، کہ اس علم و فضل کے ساتھ وہ سید احمد شہیدؒ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے باوجودیکہ سید احمد شہیدؒ آپ کے شاگرد تھے اور عمر میں آپ سے چھوٹے تھے، لیکن جب سید صاحبؒ کی طرف رجوع کرتے ہوئے یہ ان سے بیعت ہوئے تو ساری عظمت و شہرت سید صاحبؒ کے قدموں میں نثار کردی، اب آپ سید صاحبؒ کی جوتیاں اٹھایا کرتے تھے، سید صاحبؒ سے بیعت ہوتے ہوئے آپ سید صاحبؒ کے رنگ میں رنگ گئے اور اپنے سارے علم و فضل کو آپ پر اور دعوت و جہاد کے کام پر وقف کردیا۔

صاف گوئی اور حق پسندی کا وہ بلند مقام حضرت مولانا عبدالحئیؒ کو حاصل تھا کہ نہ کسی کا ادب و احترام اس پر غالب آسکتا تھا اور نہ کسی کا رعب وہاں تک پہنچ سکتا تھا، چنانچہ سید احمد شہید صاحبؒ سے معمولی لغزش بھی ہوتی تو یہی جان نثار و فداکار تنبیہ فرمادیتے، ایک موقع کی بات ہے کہ جب سید صاحبؒ نے نکاح کیا تو دو روز نماز فجر میں اتنی دیر ہوگئی کہ تکبیر اولیٰ میں شرکت نہ ہوسکی، مولانا عبدالحئیؒ جیسے مرید رشید کو کب یہ بات برداشت تھی، دوسرے ہی روز پیرو مرشد کو اس بات پر ٹوکا، اور پیر بھی وہ حق پرست تھے کہ فوراً اپنی کوتاہی تسلیم کرلی۔ ایک مرتبہ سید صاحبؒ نے فرمایا مولانا

!اگر کوئی بات میری طرف سے خلاف شریعت دیکھیں تو تنبیہ فرمادیں، مولانا نے جواب دیا: حضرت! جب آپ کوئی خلاف شریعت فعل کریں گے تو عبدالحئی آپ کے ساتھ ہی نہ ہوگا۔

یہی مولانا عبدالحئی حضرت سید صاحبؒ کے قافلہ جہاد میں شریک تھے کہ اس دوران بیمار پڑ گئے اور اسی بیماری میں انتقال کر کے صوبہ سرحد (خیبر پختون خواہ) کے علاقے بٹ خیلہ کے پاس مدفون ہیں۔ 1

حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ

مولانا حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ ان اولوالعزم، عالی ہمت، ذکی جری اور غیر معمولی افراد میں سے تھے جو صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں، وہ مجتہدانہ دماغ کے مالک تھے اس میں ذرا مبالغہ نہیں کہ ان میں بہت سے علوم کو از سر نو مدوّن کرنے کی قدرت وصلاحیت تھی، حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے ایک خط میں ان کو حجۃ الاسلام کے لقب سے یاد کیا، آپ کی تصانیف اور علم میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کے طرز کی جھلک نظر آتی ہے، وہی علم کی تازگی، استدلال کی لطافت، نکتہ آفرینی، سلامت ذوق، قرآن وحدیث کا خاص ذوق اور استحضار وزورِ کلام۔ حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے علماء اہلِ درس اور اہلِ ذکاوت کے اس دائرہ سے باہر قدم نکالا جو برسوں بلکہ صدیوں سے اس گروہ کے لئے مقرر ہو چکا تھا، اور اصلاح وارشادِ عام اور جہاد وعزیمت کے دائرہ میں نہ صرف قدم رکھا بلکہ اس میں قیادت کا فرض انجام دیا۔ عمومی دعوت واصلاح کے عظیم کام کے ساتھ آپ نے جہاد فی سبیل اللہ کے لئے اپنے کو پورے طور پر تیار کیا، سید احمد شہیدؒ کی نہ صرف ہمرکابی اور رفاقت کا حق ادا کیا بلکہ اس کام میں آپ کی حیثیت تحریک کے ایک قائد اور امیر کے وزیر ونائب کی تھی، پھر اسی کام میں اپنی ہستی فنا

---

1 تاریخ دعوت وعزیمت، ۵/۳۷۷، ۳۷۸، علماء ہند کا شاندار ماضی، ۲/۴۹۶، ۴۹۷۔

کردی اور بالاکوٹ کے معرکہ میں شہادت کا شرف حاصل کیا۔ 1

دارالعلوم دیو بند کے سیاسی و عملی اقدامات

تحریک دارالعلوم دیو بند مسلمانان ہند میں جذبات حریت باقی رکھنے کے لئے ایک کامیاب تحریک تھی، انقلابی فکر کا تحفظ اور اس کی اشاعت، اصحاب استعداد کی تعلیم و تربیت، انقلابی جماعت کی تشکیل، عملی اقدامات اور ملک کے انقلابی عناصر سے لیکر عالمی قوتوں اور استعمار دشمنوں سے واسطہ، مسلم انقلابی فکر کو ملک کی انقلابی سیاست سے ہم آہنگ کرنا اور ایک جماعت کی ایسی تربیت کر دینا جو فساد کے ظہور عام، افکار کے ہجوم، اور الجھے ہوئے حالات کے ہر موڑ پر ذہن و فکر کی سلامتی کے ساتھ بروقت اور صحیح فیصلہ کر سکے۔ یہ سب کچھ دارالعلوم دیو بند کی خدمات کا روشن اور سنہرا باب ہے۔ 2

حضرت مفتی شفیعؒ کے بقول ''جو شخصیتیں دارالعلوم دیو بند سے تیار ہوئیں انہوں نے عبادات، معاملات، اخلاق، معاشرت، سیاست اور اجتماعی امور میں ایسے تابناک کردار پیش کئے ہیں کہ آج اس کی نظیر ملنا مشکل ہے، ان میں ہر شخص اسلام کی مجسم تبلیغ تھا، وہ جہاں بیٹھ گیا ایک جہاں کو سچا مسلمان بنا کر اٹھا۔ 3

دارالعلوم کے بزرگوں نے سیاست میں ہمیشہ حصہ لیا ہے، حضرت شیخ الہندؒ نے ہندوستان کو آزاد کرانے کے لئے جو خفیہ اسکیم مرتب کی تھی وہ تو اپنی انتہا پر پہنچنے والی انقلابی صورت رکھتی تھی جس کے عوض انہیں مالٹا میں نظر بند رہنا پڑا۔ خلافت کے زمانہ میں مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی صاحبؒ مہتمم دارلعلوم دیو بند، مولانا سید مرتضی حسن چاند پوریؒ صاحب ناظم تعلیمات دارالعلوم دیو بند اور مولانا شبیر احمد عثمانی صاحبؒ سیاسیات میں حصہ لیتے رہے ہیں، مولانا عثمانی صاحبؒ جمعیۃ العلماء ہند کی ورکنگ

1 تاریخ دعوت وعزیمت، ۳۷۷/۵...۳۷۹۔

2 علماءِ حق کے مجاہدانہ کارنامے، ص۹۹، ۱۰۰۔

3 مجالس مفتی اعظم، ص۵۶۰۔

کمیٹی کے وہ ممتاز رکن رہے ہیں اور ان کی تقریروں سے سیاسی، ملی اور مذہبی جلسہ گاہیں گونجتی رہی۔ 1

دارالعلوم دیوبند نے ایک عظیم وجلیل تعلیم گاہ کی حیثیت سے جو بے مثال تعلیمی وعلمی اور فکری کردار ادا کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے، اس کے فیض یافتہ فرزند اسلام اور دینی علوم کی جو ولولہ انگیز خدمت انجام دے رہے ہیں دوسرے ملکوں میں بھی اتنی عظیم خدمت کی نظیر مشکل سے ملے گی۔ یہاں کے علماء اپنے علم وعمل کے چشمہ صافی سے برّصغیر کے علاوہ ایشیا کے اسلامی ملکوں کو بھی سیراب کرتے رہے ہیں، دارالعلوم دیوبند ہندوستان میں مسلمانوں کی دینی تعلیم کا صرف مرکز ہی نہیں ہے بلکہ بہت سی دینی تحریکات کا سرچشمہ بھی ہونے کا فخر حاصل ہے۔ دارالعلوم دیوبند مسلمانان ہند کی سیاسی رہبری کا بھی مرکز رہا ہے، اس کے فضلاء نے نہ صرف مختلف تحریکوں کے ساتھ وابستہ ہو کر کام کیا ہے بلکہ متعدد تحریکوں کے عالمِ وجود میں آنے کا ذریعہ بنے، اس طرح وہ برابر مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ ملک کو آزاد کرالیا۔

دارالعلوم دیوبند صرف ایک دینی تعلیم گاہ ہی نہیں ہے بلکہ درحقیقت ایک مؤثر اور فعال تحریک ہے، اسی تحریک نے مسلمانوں کے عقائد اور اعمال کے خس وخاشاک کو جدا کر کے ان کو صاف اور بے میل اسلام سے روشناس کیا، شرک وتوہمات سے انہیں نجات دی، مسلمانوں کے دلوں سے خوف اور ڈر کو دور کر کے سیاسی اعتبار سے انھیں اس لائق بننے میں مدد پہنچائی تاکہ وہ آزادی کی تحریک میں قائدانہ طور پر حصہ لے کر مسلمانوں کے قومی وقار کو بلند کر سکیں۔ تعلیمی، اصلاحی اور سیاسی لحاظ سے زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس میں انہوں نے اپنی عظیم الشان خدمات کا نقش قائم نہ کیا ہو، اکابر دارالعلوم دیوبند نے اسلامی عقائد، سماجی رسوم، دینی تعلیم وتربیت

1 حیات عثمانی، ص ۴۳۷، ۴۳۸۔

اور سیاسی جدوجہد کے گونا گوں مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے دینی مدارس کے قیام کو ضروری قرار دیا۔ 1

دارالعلوم دیو بند مسلمانوں کی ایک مذہبی درسگاہ اور ایک عظیم الشان علمی ادارہ ہے، جس نے ملکی سیاسیات کے ہنگاموں میں بھی اپنی تعلیم اور تعلیمی کاموں کی ہمیشہ حفاظت کی ہے اور تعلیمی سلسلوں میں کسی وقتی تحریک سے مغلوب ہو کر کبھی خلل پڑنے نہیں دیا۔ لیکن اس کے باوجود اس نے برطانوی غلبہ واقتدار کی مخالفت کی حد تک کبھی بھی اپنی قوم اور قومی تحریکات سے بیگانگی نہیں برتی، بلکہ ذمّہ دارانہ طریق پر اس قسم کے قومی معاملات میں مناسب حصّہ لیا۔ ہندوستان کی وطنی آزادی کا واقعہ اور برطانوی سامراج کے استیلاء وتسلط سے اس کی نجات کا پہلا قدم کوئی ایسی چیز نہیں کہ دارالعلوم اس سے الگ رہ سکے۔

دارالعلوم دیو بند نے اگر ایک طرف ہزارہا فضلاء اور اسلامی تعلیمات کے ماہر پیدا کئے تو دوسری طرف مبلّغ، مفسر، قاضی، مفتی، سیاست دان اور اسلامی زندگی کے نمائندے بھی پیدا کئے جن سے کروڑوں مسلمان دینی، دنیوی اور مذہبی رہنمائی حاصل کر رہے ہیں۔ 2

دارالعلوم دیو بند برّصغیر میں اسلامی زندگی کا بے خوف علم بردار، امام ابوحنیفہ کے مسلک کا داعی، شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے فکر کا مبلغ، شاہ عبدالعزیز کے علم کا شارح اور مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ کے جذبات حرّیت کا سب سے بڑا امین رہا ہے، دارالعلوم دیو بند دینی علوم کی ایک مؤثر اور فعال تحریک ہے، تعلیمی، تبلیغی، اصلاحی اور سیاسی لحاظ سے زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس میں دارالعلوم نے اپنی گراں قدر خدمات کا

1 تاریخ دارالعلوم دیو بند (محبوب رضوی)، ۱/۱۳۱..۱۴۱۔
2 تاریخ دارالعلوم دیو بند (محبوب رضوی)، ۱/۳۲۰، ۳۶۹۔

نقش نہ بٹھایا ہو۔ 1

حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ دارالعلوم دیوبند کے قیام کے مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں: ''وقت کے اولیاء اللہ ایک جگہ جمع ہوئے اوراس بارہ میں اپنی اپنی قلبی واردات کا تذکرہ کیا جو اس پر مجتمع تھیں کہ اس وقت بقائے دین کی صورت بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ دینی تعلیم کے ذریعے مسلمانان ہند کی حفاظت کی جائے ،اوراس کی واحد صورت یہی ہے کہ ایک درسگاہ قائم کی جائے جس میں علوم نبویہ پڑھائے جائیں اورانہی کے مطابق مسلمانوں کی دینی،معاشرتی اورتمدنی زندگی اسلامی سانچوں میں ڈھالی جائے ،جس سے ایک طرف تو مسلمانوں کی داخلی رہنمائی ہو اور دوسری طرف خارجی مدافعت،نیز مسلمانوں میں صحیح اسلامی تعلیمات بھی پھیلیں اورایماندارانہ سیاست بھی بیدار ہو''۔ 2

دارالعلوم دیوبند کی علمی وسیاسی خدمات کے بارے میں حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ فرماتے ہیں: ''دارالعلوم نے اپنی علمی خدمات سے شمال میں سائبیریا سے لیکر جنوب میں سماٹرااورجاوا تک اورمشرق میں برما سے لیکر مغربی سمتوں میں عرب اورافریقہ تک علوم نبویہ کی روشنی پھیلادی جس سے پاکیزہ اخلاق کی شاہراہیں صاف نظر آنے لگیں۔دوسری طرف سیاسی خدمات سے بھی اس کے فضلاء نے کسی وقت پہلوتہی نہیں کی حتی کہ ۱۸۰۳ء سے لیکر ۱۹۴۷ء تک اس جماعت کے افراد نے اپنے اپنے رنگ میں بڑی سے بڑی قربانیاں پیش کیں جوتاریخ کےاوراق میں محفوظ ہیں۔کسی وقت بھی ان بزرگوں کی سیاسی اورمجاہدانہ خدمات پر پردہ نہیں ڈالا جاسکتا''۔ 3

---

1 تاریخ دارالعلوم دیوبند (محبوب رضوی) ۱/۱۳،۱۴۔

2 تاریخ دارالعلوم دیوبند (قاری طیب)،ص،۱۲۔

3 تاریخ دارالعلوم دیوبند (قاری طیب)،ص،۲۳،۲۴۔

علماء نماز کے بھی امام اور سیاست کے بھی امام

علماء جس طرح مسجد اور مصلیٰ میں نماز کے وقت امام ہوتے ہیں، اسی طرح وہ ریاست اور سیاست کے بھی امام ہیں۔ مؤرخ اسلام علامہ ابن خلدونؒ نے اس بارے میں دلیل پیش کی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے مرض وفات میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو نماز کی امامت کے لئے آگے کیا تھا، اسی سے صحابہ کرام نے استدلال کر کے آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خلیفہ بنانے پر اتفاق کیا، کہ جس طرح نماز میں وہ ہم سب کے امام بنے تھے اسی طرح سیاست وخلافت میں بھی وہ امامت اور امارت کے مستحق ہیں۔

وقد يشهد لذلك استدلال الصحابة في شان ابى بكر رضى الله عنه باستخلافه فى الصلوة على استخلافه فى السياسة فى قولهم ارتضاه رسول الله صلى الله عليه وسلم لديننا افلا نرضاه لدنيانا. 1

حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: کہ سلف وابتدائے اسلام میں امامت صغری (نماز کی امامت) اور امامت کبری (ملکی امامت اور قیادت) میں تفریق اور جدائی نہیں تھی، دونوں کا امام ایک ہی ہوتا تھا، بعد میں ان میں تفریق اور جدائی پیدا کی گئی''۔

وكان الامام الصغير والكبير واحدا فى السلف ،ثم افترقا فى آخر الزمان . 2

حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ اکبر اور جہانگیر کے مقابلہ میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کی سیاسی اور اصلاحی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے سیاست کو ظہر

1 تاریخ ابن خلدون، الفصل الحادی والثلاثون فی الحفظ الدینیۃ الخلافیۃ ۱/۲۷۳۔

2 العرف الشذی، باب ماجاء فی من احق بالامامۃ، ۱/۶۰۔

اسلام (اسلام کی کمر) قرار دیا، وہ فرماتے ہیں: ''کہہ سکتے ہیں کہ ظہر اسلام سیاست ہے اور اسی لئے سیاسی خدمات کو اسلام میں سب سے زیادہ اہمیت دی گئی ہے، جب کوئی اس نظریہ کو لے کر اسلامی خدمات انجام دینا چاہے گا، تو لامحالہ اس کا مقابلہ سب سے پہلے اس زمانہ کی سیاست سے ہوگا، چونکہ شخصی حکومتوں میں بادشاہ کا طرز و طریق اور اس کے افعال و اطوار ہی سیاست ہوتے ہیں، لہذا اکبر کی سیاست بیان کر دینا ہی حضرت مجدّد صاحب کے سیاسی ماحول کا بیان ہوگا''۔ 1

حضرت محمد میاں صاحبؒ ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں: ''دہریت اور لا دینی کے اس طوفانی دور میں مذہبی طبقہ ہندوستانی سیاست کا ایسا عنصر بن گیا جس کو کسی وقت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا''۔ 2

حضرت قاری محمد طیبؒ سیاست شرعیہ کو دین، مذہب اہلسنت والجماعت اور مسلک دیوبند کا جزء قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''سیاست شرعیہ دین کا اہم ترین جزء ہے اور اسی نسبت سے وہ اسلام کے اولین مظہر کامل اہلسنت والجماعت کے مذہب کا جزء ہے، اور اہلسنت کے اصل اور قدیم مظہر اسلام ہونے کی نسبت وہ علمائے دیوبند کے مسلکی مزاج کا بھی جزء ہے''۔ سیاسی فتنوں کا سیاست شرعیہ سے مدافعت کرنے کی اہمیت کو قاری محمد طیب صاحبؒ یوں ذکر کرتے ہیں: ''جو فتنہ جس رنگ سے آیا اسی رنگ سے اسکا کامیاب مقابلہ کیا گیا، اگر فتنہ عقل کے راستہ سے آیا تو متکلمین اور حکمائے اسلام کھڑے ہو کر قرآنی حکمت سے اس کا منہ توڑ جواب دیا، اگر نقل و درایت کے لحاظ سے آیا تو محدثین نے دینی علوم جمع کر کے اسے جمنے نہیں دیا، اگر فتنہ درایتی انداز سے آیا تو فقہاء امت نے قرآنی وحدیثی استنباطوں سے اس کی کمر توڑ دی، اگر اخلاقی رنگ

1 علماء ہند کا شاندار ماضی، ۱/۲۰، ۲۱۔

2 علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے، ص۳۷۵۔

سے آیا تو صوفیاء علم اخلاق نے اسے کُچل کر رکھ دیا، اگر فتنہ نظم وسیاست کی لائن سے آیا تو خلفاء نے قرآنی سیاست سے اس کے راستے بند کر دیئے''۔ 1

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں: ''وہ مذہب کامل نہیں جس میں سیاست نہ ہو، اور وہ سیاست ہی نہیں جس کے ساتھ تلوار نہ ہو''۔ 2

امت کی سیاست کا حقدار مسلمان عادل ہی ہے، تاکہ صحیح طور پر اللہ تعالی کے اوامر اور نواہی کی صحیح تدبیر اور نفاذ کر سکے، غیر مسلم اور فاسق سیاست واقتدار کا اہل نہیں۔

قوله تعالى ''تؤتي الملک من تشاء، يحتمل وجهين امر ملک الأموال والعبيد وذلک مما يجوز ان يؤتيه الله للمسلم و الکافر، و الأخر امر التدبير وسياسة الامة ،وتدبيرها متعلقة بأوامر الله تعالى و نواهيه،وذلک لا يؤتمن الکافر عليه ولا الفاسق ،لايجوز ان تجعل الى من هذه صفة سياسة المؤمن''. 3

علماء کو سیاسی میدان میں کام کرنے کی ضرورت

کام کرنے کے پانچ بڑے میدان ہیں: ایک جدید فلسفہ کی سمت سے آنے والے مسائل ہیں، دوسرے معاشی مسائل، تیسرے سیاسی مسائل، طب کے شرعی اور فقہی مسائل اور قانونی وعدالتی مسائل، ان پانچوں میدانوں میں علماء کو کام کرنے کی ضرورت ہے۔ پھر حضرت استاذ محترم شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی نظر میں ان پانچ میدانوں میں دو میدان خصوصی طور پر زیادہ اہمیت

1 علماء دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج، ص ۱۳۹، ۱۷۴۔

2 سیرت خاتم الانبیاء، ص ۵۴۔

3 احکام القرآن للجصاص، ۲/ ۲۸۸۔

رکھتے ہیں، ایک تو معیشت کا میدان اور دوسرا سیاست کا میدان۔ 1

دینی سیاست اہم عبادت ہے

سیاست وحکومت کی کاروائیاں اللہ تعالی کے احکام کے مطابق اسی کی رضا جوئی کیلئے انجام دی جائیں تو وہ بھی بالواسطہ عبادت ہیں۔سیاست کا معاملہ یہ ہے کہ اگر ایک مرتبہ اس کا نظام شریعت کے مطابق ہوکر صحیح معنی میں اسلامی حکومت قائم ہو جائے تو اسکے ذریعے تمام بلاواسطہ اور بالواسطہ عبادتوں کی ادائیگی نہ صرف آسان ہو جاتی ہے، بلکہ ان کا دائرہ عملاً زیادہ وسیع ہو جاتا ہے، اس لیئے دوسری بلاواسطہ عبادتوں کے مقابلہ میں اس کی اہمیت زیادہ ہے۔ 2

علماء ہی سیاست کے اہل ہیں

جس طبقہ کی نظر علماء اور سیاست کے اجتماع ضدین کی طرف ہے اور علماء اور سیاست کو اجتماع ضدین سمجھتے ہیں وہ دراصل یورپ کے اس نظریہ کا عکس اپنے آئینہ ادراک میں پارہے ہیں جس نے سیاست کو مذہب سے الگ کردیا ہے، وہ اس سے بے خبر ہیں کہ اسلام ایک ایسا ضابطہ حیات ہے جو زندگی کے ہر پہلو کا ضامن اور انسانی اجتماع کی ہر روحانی و مادی ضروریات کا کفیل ہے، بلاتعصب یہ حقیقت تسلیم کرنی ہے کہ علماء ہی صحیح معنی میں سیاسیات صالحہ کے اہل ہو سکتے ہیں۔ 3

علمائے دیوبند کا سیاسی میدان میں عملی حصہ

بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا مفتی رشید احمد گنگوہیؒ ۱۸۵۷ء میں برطانیہ اور انگریز کے خلاف علم جہاد بلند کیا، پھر ان کے

---

1 اسلام اور سیاسی نظریات، ص ۵، ۸۔

2 اسلام اور سیاسی نظریات، ص ۱۶۴، ۱۶۵۔

3 کمالات عثمانی، ص ۵۵۷۔

شاگرد رشید حضرت مولانا محمود الحسن شیخ الہندؒ نے اسلامی حکومت کے قیام کی تدبیریں اختیار کیں اور تحریک ریشمی رومال وغیرہ کی قیادت کی جس کے نتیجے میں ان کو گرفتار کر کے مالٹا جیل میں قید وبند کی صعوبتوں کو برداشت کرنا پڑا، رہائی پر بھی ملکی سیاسیات میں خوب حصہ لیا ان کے بعد ان کے جانشین حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا عبید اللہ سندھیؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ اور مفتی کفایت اللہؒ وغیرہم ملکی سیاسیات میں حصہ لیتے رہے، یہ حضرات خصوصی طور پر میدان سیاست میں پورے شدومد کے ساتھ اترے۔ 1

سیاست سے علماء کا علیحدہ رہنا درست نہیں

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے جمعیت علماء ہند کے تاسیسی اجلاس میں علماء کو اقتصادی اور سیاسی میدان میں اجتماعی طور پر حصہ لینے پر زور دیا اور فرمایا کہ علماء کے لئے اقتصادیات اور شخصیات کی اصلاح کے وسیع میدان کھلے ہوئے ہیں، لیکن یہ صحیح نہیں کہ اقتصادیات اور شخصیات کی اصلاح کرنے میں علماء کی انفرادی حیثیت ہی مفید ہو اور انعقاد جمعیت اور اجتماعی طور پر کام کرنا اس میں خلل انداز ہو، بلکہ میں کہتا ہوں کہ انفرادی حیثیت کے اعتبار سے جمعیت علماء کی متفقہ طاقت زیادہ اصلاح کر سکتی ہے۔اس طرح یہ بھی صحیح نہیں کہ اقتصادیات وشخصیات کی اصلاح تو علماء کا فرض ہو اور سیاست سے علیحدہ رہنے کی انہیں ہدایت کی جائے، اور سیاسیات کو مذہبی دائرہ سے خارج سمجھ کر ان لوگوں کے لئے چھوڑ دیا جائے جو مذہبی معلومات پر چنداں عبور نہیں رکھتے''۔ 2

---

1 کمالات عثمانی ص ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۷۲۔

2 علماء میدان سیاست میں، ص ۳۹۵۔

سیاست سے علماء کی لاتعلقی اور دوری پر مشاہیر کے شکوے

علامہ ابن خلدونؒ کا شکوہ

علماء کی سیاست سے لاتعلقی اور دوری پر مؤرخ اسلام علامہ ابن خلدونؒ نے مستقل فصل قائم فرمائی جس میں انہوں نے دوری کے اسباب کی نشاندہی فرمائی، اور ایسا لگتا ہے کہ علامہ ابن خلدونؒ علماء کی سیاست سے دوری پر نوحہ کناں ہیں اور شکوہ کر رہے ہیں، ان کی خواہش ہے کہ علماء کو سیاسی میدان میں کردار ادا کرنا چاہیے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں: ''کہ علماء کرام کے اذہان علمی موشگافیوں، علمی تحقیقات، عقلی اور فکری اموراور نظری چیزوں کی چاردیواری تک محدود ہوتے ہیں، ان کو باہر دنیا کی سیاست کی خبر، معلومات اور تعلق نہیں ہوتا، پھر جب کبھی چاردیواری سے باہر عملی طور پر قدم رکھتے ہیں تو پھر ان کا قدم پھسل جاتا ہے، ان سے غلطیاں سرزد ہوتی ہیں اور وہ اس وقت بڑی پریشانی اور مشکل میں پڑ جاتے ہیں''۔

والسبب فی ذلک انهم معتادون النظر الفکری والغوص علی المعانی وانتزاعها من المحسوسات و تجریدها فی الذهن ...فهم متعودون فی سائر انظارهم الأمور الذهنیة والانظار الفکریة لا یعرفون سواها .والسیاسة یحتاج صاحبها الی مراعاة ما فی الخارج وما یلحقها من الاحوال ویتبعها فانها خفیة....فتکون العلماء لأجل ما تعودوه من تعمیم الأحکام وقیاس الأمور بعضها علی بعض اذا نظروا فی السیاسة افرغوا ذلک فی قالب انظارهم ونوع استدلالتهم ،فیقعون فی الغلط کثیرا ولا یؤمن علیهم. 1

1 تاریخ ابن خلدون، الفصل الثانی والاربعون فی ان العلماء من بین البشر ابعد عن السیاسة ومذاہبھا، ۱/۴۵۷۔

تاہم برّصغیر کے علماء، قافلہ شاہ ولی اللہؒ اور علمائے دیوبند نے علامہ ابن خلدونؒ کی اس خواہش کو پورا کردیا کہ جب انہوں نے چاردیواری سے باہر قدم رکھ کر جذبہ حریت کو زندہ رکھنے کے لئے میدان جہاداور میدان سیاست مین نہ صرف حصہ لیا بلکہ قائدانہ کردارادا کیا۔انہوں نے بڑی مصیبتیں برداشت کیں، جانوں کا نذرانہ پیش کیا،کراچی جیل سے لیکر مالٹا جیل تک ان سے آباد رہے، اور بالآخر انگریز حکومت سے آزادی حاصل کرتے ہوئے آزاد مدارس کا قیام،دعوت تبلیغ وجہاداور سیاست میں انہوں نے اپنا مقام بحال کیااور آج تک اعلاءکلمۃ اللہ کے لئے مسجد کے منبر ومحراب سے لیکراسمبلیوں اورایوان اقتدار میں ان کی آوازیں گونجتی ہیں۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کا شکوہ

حضرتؒ فرماتے ہیں:''یادرکھئے اگرہم ملک کے حالات سے اپنے کو کاٹ لیں گےاور جوگرم سرد ہوائیں چل رہی ہیں اس سے بےخبر ہو جائیں گےاور ہم کسی مکیّف مکان میں رہناشروع کردیں گے جہاں نہ گرم جھونکا پہنچ سکے نہ سرد،تو ہم اپنے ساتھ بھی بدخواہی کریں گےاپنے دین کے ساتھ بھی،کوئی فرقہ،ملک کی آبادی کا کوئی عنصر باقی عناصر سے کٹ کرنہیں رہ سکتا...مسلمانوں میں سیاسی شعور''الوعی السیاسی'' شہری شعور''الوعی المدنی'' پیدا کرنا ضروری ہے''۔ 1

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا شکوہ

حضرت استاذ محترم شکوہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:''شاید یہ کہنے میں مبالغہ نہ ہو کہ ہمارا کام اس سلسلے میں اتنا ادھورااور ناقص ہے کہ آج اگر بالفرض یہ کہہ دیا جائے کہ ساری حکومت تمہارے حوالے،تم حکومت چلاؤ،یعنی وزیراعظم سے لے کر ادنی وزیر تک،اورتمام محکموں کے اعلی آفیسر سے لے کرچپڑاسی تک تم آدمی مقرر کرو،تو

1 علماء کا مقام اورانکی ذمہ داریاں،ص ۴۷،۴۸۔

ہم اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ ایک دوروز میں نہیں، ایک دو ہفتوں میں نہیں ایک دو مہینوں میں یا ایک سال میں صورت حال بدل دیں، ہمیں مسائل کا علم اوران کی تحقیق نہیں، اور جب تک مسائل کی تحقیق نہ ہواس وقت تک ان کو کیسے نافذ کیا جائیگا۔ اسلئے ضروری ہے کہ اہل علم اس طرف متوجہ ہوں، یہ انکی ذمہ داری اور وقت کی اہم ضرورت ہے''۔ 1

علماء کا ملکی سیاست میں حصہ لینے کے فوائد وثمرات

۱۔ اعلاء کلمۃ اللہ: سب سے اہم فائدہ یہ ہے کہ ایوان اقتدار اور پارلیمنٹ میں اعلاء کلمۃ اللہ، اسلامی نظام کے نفاذ، اور غیر شرعی امور کے سدّ باب کے لئے آواز بلند کی جائے، یہ مقصد احسن طریقے سے اب تک علماء نے ادا کیا ہے، انہوں نے ہر موقع پر اسلامی احکام کے نفاذ، اور غیر شرعی امور کی روک تھام کیلئے ہمیشہ اپنا فرض ادا کیا ہے۔

۲۔ مساجد و مدارس کا تحفظ: جن ممالک میں علماء کرام اور مذہبی طبقہ سیاست میں سرگرم عمل ہیں وہاں پر مسجد اور مدارس آزادی کے ساتھ اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں، بار بار کوشش کے باوجود اہل اقتدار کو مدارس پر پابندی لگانے اور اپنے کنٹرول میں لینے میں کامیابی نہ مل سکی، اس کے برخلاف جہاں علماء ملکی سیاست سے لاتعلق ہیں وہاں مساجد و مدارس آزادی کیساتھ کام نہیں کر سکتے، اور نہ کوئی دینی کام تبلیغ کی صورت میں ہو یا جہاد کی صورت میں آزادی کیساتھ ہوسکتا ہے۔

حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ فرماتے ہیں ''یہ اندیشہ بے جا نہیں ہے کہ اگر علماء حق نے اس ملک کی سیاسیات میں عملاً حصہ لے کر اسلامی نظام کے اجتماعی قیام وبقا کی کوئی صورت نہیں نکالی اور اس ملک کے نظام حکومت اور قوانین ساز مجالس میں اسلامی تحفظ کی راہ نہیں پیدا کی، تو خدانخواستہ ہمارے مساجد و مدارس اور خانقاہوں

1 اصلاحی خطبات، ۷/۳۱۹۔

کی بڑی سے بڑی عمارتیں بھی بیکار پڑی رہیں گی، کیونکہ لادینی اقتدار خواہ وہ نام نہاد مسلمانوں ہی کے ہاتھ میں ہو وہ تمام مراسم اور شعائر اسلامی کو ایک ایک کر کے تباہ و برباد کر دیگا۔ دنیا کی تاریخ میں ایسے شواہد موجود ہیں کہ جب گمراہ اور بے دینوں کے ہاتھ میں اقتدار آیا ہے تو انہوں نے کیا کچھ نہیں کیا"۔ 1

غیروں کے حکمران بننے سے مساجد و مدارس غیر محفوظ ہوتے ہیں، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے بقول انگریز کی عملداری سے پہلے صرف دہلی شہر میں ایک ہزار مدارس تھے اور بنگال میں اسی ہزار مدارس تھے، انگریز نے حکومت پر قبضہ کرنے اور ملک کو اپنے کنٹرول میں لینے کے ساتھ ان مدارس کو نیست و نابود کر دیا۔ 2

انگریزوں کی عملداری میں مساجد یا تو گرجا گھروں میں تبدیل کر دی گئیں یا پھر انگریزی حکومت کے پارکوں اور چھاؤنیوں میں بدل دی گئیں، انگریز نے مسلمانوں پر عید کی نماز ادا کرنے اور دیگر دینی رسوم پر پابندی عائد کر دی، اسی طرح عائلی قوانین نکاح اور ازدواج کے قواعد و ضوابط بدل ڈالے۔ اسی طرح اندلس میں جب عیسائیوں کی حکومت آئی تو ساری مسجدیں کلیساؤں میں تبدیل کر دی گئیں، سارے کتب خانے غرناطہ اور قرطبہ کے چوراہوں پر کتابوں کے ڈھیر کی شکل میں اس طرح جلائے گئے کہ مہینوں آگ نہیں بجھی۔ 3

استاذ محترم شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ اندلس کے سفرنامہ میں اس صورت حال کو یوں بیان فرماتے ہیں: "سارا علاقہ چونکہ پہاڑی علاقہ ہے اس لئے ہر بستی میں کوئی نہ کوئی پہاڑ ضرور ہوتا اور ہر پہاڑ کی چوٹی پر ایک نمایاں کلیسا نظر آتا جس کا مینار اندلس کی مسجدوں کے مینار سے مشابہ ہوتا، سقوط اندلس

1 جمعیۃ العلماء کیا ہے، ص ۵۳۔
2 نقش حیات، ۱/۱۸۲، ۱۸۳۔
3 علماء میدان سیاست میں، ص ۲۹۲، اسلام اور سیاسی نظریات، ص ۴۴۔

کے کچھ عرصہ کے بعد چونکہ ملک کی تمام مسجدوں کو کلیساؤں میں تبدیل کرنے کا حکم دے دیا گیا تھا، اسلئے غالب گمان یہی ہے کہ پہاڑوں کی چوٹی پر بنے ہوئے یہ کلیسا جن میں ہر جگہ ایک ہی طرز کا مینار نظر آتا ہے، کبھی مسجد رہی ہوں گی اور ان سے پانچ وقت کی اذانوں کی آواز گونجتی ہوگی، لیکن یہ مینار بزبان حال یہ کہتے نظر آتے ہیں۔

زمزموں سے جس کے لذت گیر اب تک گوش ہے

کیا وہ تکبیر اب ہمیشہ کے لئے خاموش ہے 1

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے ترکی کے حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”ترکی کے المیے سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ علماء نے اس دور کے تقاضوں اور نئی نسل کی بے چینی کو رفع کرنے اور اسلام کو سیاسی، مذہبی، فکری، اجتماعی، مسئلہ انتظامی اور قائدانہ حیثیت سے اس کی برتری ثابت کرنے کی صلاحیت کا ثبوت نہیں دیا جس کی وجہ سے ترکی لادینیت کی راہ پر لگ گیا یہی خطرہ مسلم ممالک کے لئے موجود ہے“۔ پھر آگے مزید فرماتے ہیں ”جن ملکوں میں اسلام کا زوال ہو یا وہاں اسلام دشمن طاقتیں غالب آئیں، آپ اگر تحقیق کریں گے تو ان میں کچھ ایسی چیزیں پائیں گے جن سے اس دور میں سبق لیا جاسکتا ہے، ان میں ایک چیز تھی علماء کا شدید اختلاف اور دوسری چیز یہ تھی کہ علماء کا عوام سے رابطہ نہیں تھا اسی طریقہ سے آپ اندلس کی تاریخ میں مدینۃ الزہراء اور قلعۃ الحمراء کی تفصیلات پڑھیں، خواب وخیال اور جن و پری کی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ وہاں تین بڑے عنصر اسلام کے زوال کا باعث ہوئے ہیں ایک معیار زندگی کی بلندی اور اللہ تعالی کی دی ہوئی دولت کا غلط استعمال، اور دوسرے یہ کہ اشاعت اسلام اور معاشرے کو اسلامی بنانے کے بجائے انہوں نے فنون لطیفہ، شعروشاعری اور ادبیات وغیرہ پر ساری توجہ مرکوز کردی تھی، تیسری بات یہ ہے کہ حاکم کے خاندان میں حکومت کے لئے رسہ کشی شروع ہو

1 دنیا مرے آگے، ص ۲۳، ۲۴

گئی تھی۔ یہ تین عنصر تھے اندلس کے زوال کے، اس پر اضافہ کیجئے اخلاقی زوال کا۔ 1

۳۔ مذہبی طبقہ کا تحفظ: علماء کا سیاست میں شامل ہونے اور متعلق ہونے کا تیسرا بڑا فائدہ مذہبی طبقہ کا تحفظ ہے، جن ممالک میں ملکی سیاست میں علماء شریک اور دخیل نہیں ہیں وہاں مذہبی اور دیندار طبقہ بڑی مشکلات اور مصائب میں گرفتار ہے، اس کے بر خلاف جن ممالک میں علماء کا پارلیمانی اور سیاسی کردار ہے وہاں مذہبی طبقہ آزاد ہے اور آزادی کے ساتھ تبلیغی، اصلاحی اور سیاسی کام میں مصروف عمل ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ اندلس میں مسیحیوں کے غالب اور قابض ہونے کے وقت مسلمانوں کی حالت کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں: ''اس کے بعد مسلمانوں کے خلاف کاروائیاں شروع کی گئیں کہ کون مسلمان ہے جو عیسائی مذہب کے بارے میں کوئی لفظ زبان سے نکالتا ہے؟ اور اس کے نتیجے میں بے پناہ اذیتیں مسلمانوں کو دی گئیں''۔ 2

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں: ''تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جہاں علماء نے سب کچھ کیا لیکن زندگی کے حقائق سے امت کو روشناس نہیں کیا، اس ماحول میں اپنے فرائض کے انجام دینے کی انہوں نے تلقین نہیں کی ایک اچھا شہری، ایک مفید عنصر بننے اور اس ملک کی قیادت حاصل کرنے کی اہلیت پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی، وہاں اس ملک نے ان کو اس طرح اگل دیا جیسے لقمہ اگلا جاتا ہے اور ان کو اگل کر کے باہر پھینک دیا، اس لئے کہ انہوں نے اپنی جگہ نہیں بنائی تھی۔ آج ہندوستان کے مسلمان ایک دانشمندانہ اور حقیقت پسندانہ دینی قیادت کے محتاج ہیں، آج اگر مسلمانوں کو سو فیصد تہجد گزار بنا دیں، سب کو متقی اور پرہیزگار بنا دیں لیکن ان کا ماحول

1 علماء کا مقام اور انکی ذمہ داریاں، ص ۶۸، ۱۱۷، ۱۱۸۔

2 اسلام اور سیاسی نظریات، ص ۴۴۔

سے کوئی تعلق نہ ہو، وہ یہ نہ جانتے ہوں کہ ملک کدھر جا رہا ہے، ملک ڈوب رہا ہے، ملک میں بداخلاقی ،طوفان اور وباء کی طرح پھیل رہی ہے ملک میں مسلمانوں سے نفرت پیدا ہورہی ہے،تو تاریخ کی شہادت ہے کہ پھر تہجد تو تہجد پانچ وقت کی نمازوں کا پڑھنا بھی مشکل ہو جائے گا،اگر آپ نے دین داروں کے لئے اس ملک میں جگہ نہیں بنائی اوران کو ملک کا بےلوث مخلص اور شائستہ شہری ثابت نہیں کیا جو ملک کو بے راہ روی سے بچانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتا ہے اور ایک بلند کردار پیش کرتا ہے،تو آپ یادرکھئے کہ عبادات،نوافل اور دین کی علامتیں اور شعائرتو الگ ہیں وہ وقت بھی آسکتا ہے کہ مسجدوں کا باقی رہنا بھی مشکل ہو جائے،اگر آپ نے مسلمانوں کو اجنبی بنا کراور ماحول سے کاٹ کررکھا،زندگی کے حقائق سے ان کی آنکھیں بند رہیں اور ملک میں ہونے والے انقلابات، نئے بننے والے قوانین،عوام کے دل ودماغ پر حکومت کرنے والے رجحانات سے وہ بےخبر رہے تو پھر قیادت تو الگ رہی جو خیر امت کا فرض منصبی ہے،اپنے وجود کی حفاظت بھی مشکل ہو جائیگی‘‘۔ 1

مولانا انوارالحسن قاسمیؒ فرماتے ہیں:’’تاریخ اسلام کے بہت سے درخشاں اوراق اور صفحات اس حقیقت کو روشن کررہے ہیں کہ ابتدائے اسلام سے لیکر آج تک علماء کی ایک جماعت ہمیشہ ہر دور میں ایسی رہی ہے جس نے سیاسیات صالحہ سے ملک کی صحیح نمائندگی کی ہے،البتہ یہ دوسری بات ہے کہ سیاسیات میں حصہ لینے کے عنوانات اوران کی راہیں جدا تھیں، بلکہ آج دنیا میں انہی علمائے حق کی سیاسی ومذہبی بصیرت کے نیک نتائج ہیں کہ مسلمان دنیا کی جدوجہد میں برابر کے شریک نظر آرہے ہیں‘‘۔ 2

۴۔ملک کی حفاظت: درحقیقت ملک سے محبت کرنے والے علماء ہی ہوتے ہیں،

---

1 علماء کا مقام اورانکی ذمہ داریاں،ص۴۴...۴۷۔

2 کمالات عثمانی،ص۵۵۶۔

سیاست میں ان کی شرکت سے ملک کا تحفظ ہوتا ہے، ملک پر سخت حالات پیش آنے کی صورت میں علماء اور مذہبی لوگ سامنا کر سکتے ہیں، جبکہ سرمایہ اور جاگیردار طبقہ ملک سے فرار ہوکر دوسرے ملکوں میں پناہ لیتا ہے، سخت حالات کا مقابلہ کرنے کی ان میں اہلیت نہیں ہوتی ہے۔

جمعیت علماء اسلام کے مرکزی رہنما جناب حافظ حسین احمد صاحب مدظلہ نے ایک مرتبہ کراچی میں ایک جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ’’کہ جب افغانستان میں روسی انقلاب آیا تو مسلمانوں نے افغانستان سے ہجرت کر کے پڑوسی ممالک میں پناہ گزیں ہوئے، بہت سے لوگ کوئٹہ میں ہمارے جامعہ مطلع العلوم میں رہائش پذیر تھے ،ان میں علماء اور سنجیدہ لوگ بھی تھے، ہم نے ان سے روسی انقلاب اور اس کے اسباب کے بارے میں گفتگو کی تو علماء نے یہ کہا کہ اصل میں وہاں پر مفتی محمود جیسا سیاسی عالم نہیں تھا جو سیاسی قیادت کرتا ورنہ آج ہم ان حالات اور مشکلات میں نہ ہوتے‘‘۔

مشائخ کراچی کی سیاست سے لاتعلقی اور اس کی وجوہات

کراچی کے مشائخ حضرات جو بڑے بڑے اداروں کے مہتمم اور شیوخ الحدیث ہیں، ان کا بڑا حلقہ احباب بھی ہے تاہم سیاسی طور پر ان کی وہ حیثیت نہیں جو خیبر پختون خواہ اور بلوچستان میں ایک عام عالم کی ہوتی ہے، ان کے بیانات سننے اور ان سے مسائل معلوم کرنے والوں کی تعداد تو زیادہ ہوتی ہے، لیکن سیاست اور انتخابی میدان میں ان پر اعتماد نہیں کیا جاتا، ۱۹۸۵ء کے غیر جماعتی انتخابات میں ’’سواد اعظم‘‘ کے نام سے مشائخ کراچی نے انتخابات میں حصہ لیا اور بڑے بڑے حضرات خود یا ان کے حمایت یافتہ امیدوار میدان میں تھے، لیکن جب نتائج آئے تو جیت تو دور کی بات تھی ان کی ضمانتیں تک ضبط ہوگئیں، اور اس کے بعد سیاست اور انتخابات سے ان

کو ایسی نفرت ہوگئی کہ انتخابات اور سیاست کا نام سننا ان کو گوارا نہیں اور سیاست سے تعلق نہ ہونے کو اپنے لئے فخر محسوس کرنے لگے۔ سیاست سے ان کے دور اور لاتعلق ہونے کی چند وجوہات واسباب ہیں جو پیش خدمت ہیں:

۱۔ مایوسی کا عالم: ۱۹۸۵ء کے انتخابات میں غیر متوقع بری شکست کے بعد آج تک مشائخ کراچی سیاست اور سیاسی مقابلے سے مایوس نظر آتے ہیں، حالانکہ مقابلے میں خواہ جیت ہو یا شکست، مایوسی کو ہرگز قبول نہیں کرنا چاہیے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے تحریک بالاکوٹ میں شکست پر اپنا نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''۱۸۳۱ء میں حضرت سید احمد صاحبؒ اور مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ اور بہت سے مجاہدین شہید ہوجاتے ہیں اور باقی ماندہ لوگوں میں بہت سے حضرات اپنے اپنے اوطان کو واپس آجاتے ہیں، تب بھی ایک جماعت مسلمانوں کی وہاں باقی رہتی ہے اور اپنی تمام جدوجہد کی کاروائیوں کو سرگرمی کے ساتھ عمل میں لاتی رہتی ہے وہ مایوس نہیں ہوتے اس پر نامردی اور نامرادی کا اندھیرا مؤثر نہیں ہوتا''۔ 1

۲۔ مرعوبیت: سیاست سے مشائخ کراچی کے لاتعلق ہونے کی دوسری وجہ مرعوبیت ہے، کراچی میں وہ مالدار طبقہ جو بظاہر حلیہ اور صورت سے دیندار نظر آتا ہے مدارس کے ساتھ تعاون کرتا ہے اور مشائخ سے اپنا تعلق بھی قائم کرتا ہے، لیکن عموماً ذہن ودماغ کے لحاظ سے یہ لوگ ایسے سیکولر نظریات کے حامل ہوتے ہیں، سیاسی مذہبی جماعتوں کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے ہیں، وہ سیاست اور دین کو الگ الگ تصور کرتے ہیں، اور نماز، زکوۃ اور چند مخصوص اعمال ہی کو دین سمجھتے ہیں اور سیاسی مذہبی جماعتوں اور ان کے قائدین پر مختلف طریقوں سے تنقید کرتے ہیں، یہی لوگ جب مشائخ کراچی سے تعلق قائم کرکے ان کے سامنے مذہبی جماعتوں پر تنقید کرتے ہیں تو مشائخ

1 نقش حیات، ۲/ ۴۴۰، ۴۴۱۔

حضرات اس تنقید کو حقیقت پر محمول کرتے ہوئے ان کی تصدیق بھی کرتے ہیں اور پھر اس بنا پر مذہبی جماعتوں اوران کے قائدین سے دوری بھی اختیار کرتے ہیں۔اسی طرح اخباروں میں مذہبی قائدین خصوصاً حضرت مولانا فضل الرحمان صاحب پر جب بے جا الزامات اور تنقید ہوتی ہے تو مشائخ حضرات عموماً اس تنقید سے متأثر اور مرعوب ہوتے ہیں۔

سوسائٹیوں کے جو امام اور خطیب ہوتے ہیں ان کی خدمت میں مؤدبانہ گذارش ہے کہ ان کو سیٹھوں سے اس طور پر مرعوب ہونے کی ضرورت نہیں کہ دینی سیاسی بات اور بیان وگفتگو کرنا ان کے لئے مشکل ہو۔میرے ایک دوست جو ایک سوسائٹی کی مسجد میں ہوتا ہے اور وہاں پر اس کا چھا خاصا رسوخ وتعلق ہے اس سے ایک مرتبہ گفتگو ہو رہی تھی کہ وہاں کے نمازی تبلیغی ہیں لیکن اکثر کا تعلق جماعت اسلامی سے ہے،تو میں نے اس سے کہا: ''کہ جس طرح فضائل اعمال حضرت مولانا شیخ زکریا صاحبؒ کی تصنیف ہے تو فتنہ مودودیت اور ڈاڑھی کے بارے میں کتاب بھی حضرت شیخ الحدیث زکریاؒ کی تصنیفات ہیں،لہذا ایسا کرنا چاہیے کہ ان کتابوں کو وہاں پر مفت تقسیم کیا جائے ،اور میں آپ کو یہ کتابیں لا کر فراہم کروں گا''۔اس پر موصوف کا جواب یہ تھا کہ آپ ہمیں مسجد سے نکالنا چاہتے ہیں۔علامہ اقبال مرحومؒ نے ایسے حضرات کے لئے مسجد کا ابلہ (بیوقوف،احمق) کا لفظ استعمال کیا ہے جو مسجد میں رہ کر حق بات نہیں کر سکتے وہ فرماتے ہیں:

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
نہ ابلہ مسجد ہوں نہ تہذیب کا فرزند

سوسائٹیوں کے ائمہ اگر اجتماعی اور سیاسی مسائل پر بھی گفتگو اور بیانات کریں تو ان شاءاللہ بڑا انقلاب آ سکتا ہے۔ہمارے اکابر حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ

اور دیگر مفتیان کرام نے ووٹ کی شرعی حیثیت کے بارے میں وضاحت کے ساتھ شرعی نقطہ نظر بیان کیا اور اس کے صحیح استعمال کو واجب قرار دیا ہے۔ کیا ہم نے اس واجب کو اپنے بیانات میں جگہ دی ہے؟۔ ہمیں تو اپنے اکابر کے طرز عمل کو اپنا کر اس طرح بننے کی ضرورت ہے:

ہر بات میں حق بات کا اظہار کریں گے
منبر نہیں ہوگا تو سر دار کریں گے

ایسا نہ ہو کہ سوسائٹیوں کی مسجدوں میں زیادہ مراعات حاصل اور ملنے کی وجہ سے ہم مرعوب رہ کر ایک دینی حکم کو واضح اور بیان نہ کرسکیں۔ علامہ اقبال مرحوم نے ایسے مفادات، مراعات اور رزق سے موت کو اچھا قرار دیا ہے جس رزق سے انسان کی حریت اور پرواز میں کمی آتی ہو۔

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

۳۔سیاست کا تجربہ نہ ہونا: سیاست سے مشایخ کراچی کی لاتعلقی اور دور ہونے کی تیسری وجہ ان کا سیاسی تجربہ اور پختگی کا نہ ہونا ہے، انہوں نے اپنی زندگی میں سیاست سے تعلق نہیں رکھا اپنے مدارس اور اوراداروں میں سیاست کو شجرہ ممنوعہ قرار دیا ہے، ان کی ابتدائی زندگی سے لیکر آخر تک ساری عمر صرف علمی تحقیقات یا علمی میدان میں گزری ہے، سیاست ان کے لئے اجنبی چیز معلوم ہوتی ہے، حضرت مولانا پروفیسر محمد انوار الحسن صاحبؒ فرماتے ہیں: ''وہ علماء جن کو علوم شریعت میں فکر وفہم اور مطالعہ سیاست اور ملکی نشیب وفراز میں وسعت قلبی وذہنی حاصل نہ ہو سیاست ان کے بس سے باہر ہے''۔ 1

۴۔شاہانہ اور پرسکون زندگی کی عادت: سیاست سے لاتعلق ہونے کی چوتھی وجہ کراچی

1 کمالات عثمانی (تجلیات عثمانی) ص،۵۵۶۔

کے حضرات کی پر تعیش اور معیار سے بلند زندگی ہے، اس حال میں میدان سیاست میں ان کے لئے قدم رکھنا مشکل ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ جنہوں نے اپنی تصانیف و مکتوبات میں اہل اقتدار اور ان کے صاحبزادگان کی پر تعیش زندگی کو زندگی اور اقتصادی حالت کے لئے زہر قاتل قرار دیا ہے، آج اگر وہ زندہ ہوتے تو اس دور کے مہتممین حضرات ان کے اصلاحی پروگرام ومکتوبات کے ضرور مخاطب اور نشانہ ہوتے۔

حضرت فضالہ بن عبیدؓ سے روایت ہے: ''کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو زیادہ آرام طلبی سے منع فرماتے تھے، اور ہم کو حکم دیتے تھے کہ کبھی کبھی ننگے پاؤں بھی چلا کریں، اس لئے میں کبھی ننگے پاؤں ہوتا ہوں''۔

قال: ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان ینهانا عن کثیر من الارفاه ، قال فمالی لا اریٰ علیک حذاء ، قال کان النبی صلی الله علیه وسلم یامرنا ان نحتفی احیانا . 1

۵۔ اپنے مزاج کی پابندی: سیاست سے لاتعلق ہونے کی ایک اہم وجہ اپنے اپنے خاص مزاج کی پابندی ہے، وہ اپنے خاص مزاج کے دائرے سے نکلنے کے لئے تیار نہیں ہوتے جبکہ کام، تحریکات اور سیاست کے لئے اپنے مزاج کو نہ صرف چھوڑنا پڑتا ہے بلکہ خلاف مزاج چیزوں کو برداشت کرنا بھی پڑتا ہے۔ طائف میں جسم مبارک کا لہولہان ہونا اور احد میں دندان مبارک شہید ہونا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج کے موافق تھا؟۔

حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ کا واقعہ ہے کہ ان کے ساتھ تحریک میں ایک نازک مزاج اور نازک طبعیت عالم مولانا محمد حسنؒ شامل ہوگئے، حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے ان کی اس نازک مزاجی ختم کرنے کا ارادہ کیا، تو خدام کو حکم دیا کہ اس کا خیال

1 ابوداود، کتاب الترجل، ۴/۷۵۔

رکھا جائے کہ مولوی محمد حسن کسی اور جگہ کھانا نہ کھائیں میں ان کو اپنے ساتھ کھلاؤں گا۔ جب کھانے کا وقت آیا اور مولوی محمد حسن حضرت شاہ کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے تو ایک نوالہ لینے پائے کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے زور سے ناک سنکی (ناک کی غلاظت اور رینٹ نکالنا)، مولوی صاحب فوراً اٹھ کر چلے گئے۔ شاہ صاحبؒ نے حکم دیا کہ جیسا بھی ہوا ان کو میرے علاوہ کسی اور جگہ کھانا کھانے نہ دیا جائے، پھر دوسرے دفعہ کھانے کے وقت پھر حضرت شاہ صاحبؒ نے ایسا کیا تو مولوی صاحب فوراً تو نہیں اٹھے تو شاہ صاحبؒ نے رینٹ کو ان کے سامنے انگلیوں سے ملا، اس پر ان سے نہ رہا گیا اور یہ کہہ کر کہ مولانا کیا کرتے ہو اور اٹھ کر چلے گئے۔ تیسرا وقت کھانے کا آیا تو شاہ صاحبؒ نے زور سے سنکا اور ہاتھ سے رینٹ کو ملتے ہوئے ان کے کھانے کی طرف کو لے گئے، انہوں نے اپنا پیالہ شاہ صاحبؒ کے سامنے کر دیا اور کہا کہ اب تو اگر آپ اس میں ملا بھی دیں گے تب بھی کھالوں گا۔ حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے فرمایا کہ بس اب علاج ہو گیا، خدام سے کہا کہ پانی لاؤ اور پانی منگا کر ہاتھ دھوڈالے، اس کے بعد فرمایا کہ میں نے اس لئے کیا کہ تم جہاد کو جا رہے ہو اور جہاد میں نازک مزاجی نہیں نبھ سکتی ہے۔ 1

۶۔ ذہن و تصور کا مسجد و مدرسہ تک محدود رہنا: اس میں شک نہیں کہ مشائخ کراچی علم و تقوی کے اعتبار سے بڑے اونچے مرتبے میں ہیں، لیکن عموماً ذہنی اعتبار سے ان کی سوچ مدرسہ اور مسجد تک محدود ہے، بہت بڑے حضرات سے سنیں گے کہ ہمارے لئے منبر و محراب مقدس اور سر کا تاج ہے، اس کی مقدسیت میں تو ہرگز شک نہیں، لیکن مسجد نبوی کا منبر و محراب بھی تو مقدس تھا پھر بھی کئی بار اس منبر و محراب کو دوسروں کے حوالہ کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر تشریف لے جا کر غزوات میں قیادت

1 ارواح ثلاثہ، ص ۴۸، ۴۹۔

کی ۔اسی طرح یہی حضرات مدرسہ دینی خدمت کا کل سرمایہ سمجھتے ہوئے باہر قیادت اور خدمت کرنا تو کجا، اس کو دینی خدمت ہی نہیں سمجھتے ہیں۔ کیا ہمارے اکابر حضرت شیخ الہندؒ، حضرت علامہ کشمیریؒ، شیخ الاسلام مدنیؒ، مفتی کفایت اللہؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، محدث العصر محمد یوسف بنوریؒ، مفتی محمودؒ اور دیگر اکابر کا یہی طرز عمل وطریقہ تھا؟۔ ہمارا مدعی صرف یہ ہے کہ کسی کو اس محاورہ ''ملاّ کی دوڑ مسجد تک'' کا مصداق نہیں بننا چاہئے۔

۷۔سہولت پسنداور پرسکون زندگی کی عادت: کراچی کے حضرات یکسوئی اور پرسکون زندگی کے عادی ہیں، اور ظاہر ہے کہ سیاست کی پرخار وادی اور مشکلات کا میدان ہے،اس لئے ان حضرات کے لئے اس وادی پُر خار میں قدم رکھنا مشکل نظر آتا ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

وعنه : سياسة الناس اشد من سياسة الدواب. 1

''کہ انسانوں کی سیاست اور رہبری جانوروں کی دیکھ بھال سے زیادہ مشکل کام ہے''۔

حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ کچھ دوسرے شعبوں اور سیاست کے درمیان موازنہ میں سیاست کو پُر خار مشکل میدان قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''کیا ہے ترک دنیا اور تصوف ایک خوشگوار جذبہ ہے دنیاوی جھگڑوں سے فارغ البالی کا، بہت آسان ہے سالہا سال اعتکاف کے مکاشفات اور مراقبات کی لطف اندوزی، بہت سہل ہے برسہابرس مطالعہ کتب کر کے تبحر علمی کے ملکات کی فراہمی، بہت سہل ہے کسی خانقاہ کی کنج عزلت ، بہت سہل ہے یا کسی دارالعلوم کی مسند تدریس۔تم پوچھو مشکل کیا ہے؟۔ میں بتاؤں گا بہت مشکل ہے رجوع الی اللہ زہد اور تقوی کے ساتھ

1 سیر اعلام النبلاء، الامام الشافعی، ۲۸۰/۸۔

خدمت خلق اور نوع انسانی کی ہمدردی۔ یعنی وہ سوز، وہ تڑپ، وہ بے چینی جو کبھی مسجد میں لے جائے، کبھی حلقہ درس میں، کبھی ممبر پر وعظ و تلقین کے لئے کھڑا کرے، کبھی سیاسی پلیٹ فارم پر ترقی ملت اور اعلاء کلمۃ الحق کے لئے۔ پھر کبھی اپنوں کی گالیاں سنوائے، پابزنجیر جیل خانوں کی سلاخوں میں بند کرادے۔ دن کے وقت خدمت خلق میں مصروف اور پریشان رکھے تو رات کی تاریکی میں محبوب حقیقی کے سامنے راہب شب بیدار بنا کر کھڑا کردے۔ بلاشبہ بہت مشکل ہے ہمدردی خلق اور غم خواری مسلم کی وہ خلش جو رات کی میٹھی نیند حرام کردے"۔ 1

۸۔ جمعیت کے ذمہ داروں کی کمزوری: جمعیت علماء اسلام کراچی کے ذمہ داروں کی بھی اس بارے میں کچھ کمزوری ہے، کہ جس طرح مشائخ سے رابطہ اور تعلق ہونا چاہیے اس طرح نہیں کر پا رہے ہیں۔ ان کو جو مقام دینا ہے اس کی طرف توجہ کم ہے۔

بہرحال پرتعیش اور پرسکون زندگی کے عادی بننے کی وجہ سے مشائخ کراچی نازک مزاج بن چکے ہیں، جبکہ سیاست کا میدان ایک سخت دشوار میدان ہے، اس میں اپنوں کے گلے شکوے بھی سننے پڑتے ہیں دوسروں کے پروپیگنڈے اور تنقیدات، میڈیا کے بے جا الزامات اور مخالف بیانات بھی برداشت کرنے پڑتے ہیں، جیل کاٹنے کی صورت حال بھی پیش آسکتی ہے، سیاسی جلسے وجلوسوں کے لئے بھاگ دوڑ اور آرام کو بھی قربان کرنا پڑتا ہے، حکومت وقت سے ٹکر لینے کی حالت بھی پیش آسکتی ہے، یہ سب کچھ شاید اس طبقے کی قوت سے باہر ہو جو نازک مزاج اور پرتعیش زندگی کا عادی بن چکا ہو اس وجہ سے مشائخ کراچی سیاست سے لاتعلق اور دور ہیں۔

1 حیات شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ، ص ۱۵، ۱۶۔

باب پنجم: قیام دارالعلوم دیو بند کا مقصد اور تعلیم

دارالعلوم دیو بند کا مقصد مشاہیر کی نظر میں

دارالعلوم دیو بند کا مقصد محض تعلیم تھا یا کچھ اور بھی ؟ اس سلسلے میں مختلف حضرات اپنا نقطہ نظر اور آراء رکھتے ہیں، ہم یہاں پر ان تین اکابر کی رائے پیش کرتے ہیں جن کا دارالعلوم دیو بند سے خصوصی تعلق رہا ہے، ایک حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی رائے جو دارالعلوم دیو بند کے بانی ہیں، پھر حضرت شیخ الہندؒ مولانا محمود الحسنؒ کی رائے جو بانی دارالعلوم دیو بند کے خاص شاگرد ہونے کے ساتھ دارالعلوم دیو بند کے اول طالبعلم اور پھر دارالعلوم دیو بند کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث رہے ہیں، اور آخر میں مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کا نقطہ نظر جو بانی دارالعلوم دیو بند کا پوتا ہونے کے ساتھ پچاس سال تک وہ دارالعلوم دیو بند کے مہتمم رہے ہیں۔

بانی دارالعلوم دیو بند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ صاحب کی نظر میں

حضرتؒ نے ایک دفعہ دارالعلوم دیو بند کے فضلاء اور طلباء کو مخاطب کرتے ہوئے اپنی خواہش کا اظہار اس طرح فرمایا: ”میری خواہش ہے کہ دارالعلوم کا ہر فیض یافتہ انگریز کے محل میں شگاف کر دے، اور دارالعلوم کا ہر طالب علم سامراج کے لئے زہر قاتل بن جائے، بہر حال دارالعلوم کی اینٹ سے اینٹ بج جائے تب بھی جنگ جاری رہے گی“۔

بانی دارالعلوم دیو بند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی رائے گرامی کو حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ یوں بیان کرتے ہیں: ”اگر دارالعلوم کو مرکز اتحاد امت

تسلیم کیا جائے تو خلاف واقعہ نہ ہوگا، وہ مرکزی فکر تھی جو حضرت قاسم العلوم کے قلب کی امانت تھی اور وہ اسے اس مدرسہ کے راستہ سے پھیلانا چاہتے تھے۔ پس عام اہل نظر تو اس مدرسہ کو صرف مدرسہ جانتے تھے لیکن حضرت والا اسے مدرسہ نہیں بلکہ مدرسہ فکر جانتے تھے۔ اسلئے ابتداء ہی سے اسے وسعت پذیر بنانے پر ہمت کئے ہوئے تھے، یہی وجہ ہے کہ دارالعلوم کے پروردوں میں اصاغر ہوں یا اکابر، جامعیت کا یہ رنگ قدر مشترک کے طور پر درجہ بدرجہ سب میں نمایاں رہا ہے کہ درس وتدریس کے ساتھ ان میں ریاضت ومجاہدہ، سند حدیث کے ساتھ سند خلافت باطنی اور جوش و احوال کے ساتھ ادب قال، باطنی سوز وگداز کے ساتھ ادب روح ونواز، اور سلاسل شریعت کے ساتھ سلاسل طریقت کا سلسلہ برابر کے درجہ میں قائم ہو، جہاں چشتیت کی لائن سے کلیری صابریت اور گنگوہی قدوسیت آئی، وہیں نقشبندیت کی لائن سے مجددی پیروی سنت اور سید احمد شہیدؒ کے اعلاء کلمۃ اللہ کی روح بھی راسخ رہی''۔ 1

الحاصل حضرت بانی دارالعلوم دیوبند کے نزدیک دارالعلوم دیوبند کا مقصد سامراج کا مقابلہ کرنا، جامعیت اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جدوجہد کرنے کے ساتھ ایک وسعت پذیر فکر ہے جس کو حضرت نانوتویؒ اس دارالعلوم اور مدرسہ کے راستہ سے پھیلانا چاہتے تھے۔ گویا حضرت نانوتویؒ کے تصور کے اوپر تعلیم کا پردہ تھا اور نیچے اس تعلیمی لائن سے اعلاء کلمۃ اللہ، مسلمانوں کی آفاقی عزت وشوکت اور ملّت کی عالمگیر خدمت کے اجتماعی جذبات پنہاں تھے۔ 2

حضرت شیخ الہندؒ صاحب کی نظر میں

حضرت شیخ الہندؒ چونکہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے تلمیذ

1 تاریخ دارالعلوم دیوبند (محبوب رضوی)، مقدمہ ۱/۳۶۔

2 تاریخ دارالعلوم دیوبند (محبوب رضوی)، ۱/۴۳، ۴۴۔

خاص اور ہم راز رفیق تھے، لہذا آپ تحریک دارالعلوم دیوبند کے اصلی منشاء سے بخوبی واقف تھے۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ نے دارالعلوم دیوبند کا مقصد اپنے ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے: ''مدرسہ میرے سامنے قائم ہوا جہاں تک میں جانتا ہوں ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کی ناکامی کے بعد یہ ارادہ کیا گیا کوئی ایسا مرکز قائم کیا جائے جس کے زیر اثر لوگوں کو تیار کیا جائے تا کہ ۱۸۵۷ء کی ناکامی کی تلافی کی جائے''۔ 1

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی نظر میں

حضرت قاری صاحبؒ بھی دارالعلوم دیوبند کو شاملی کے میدان میں شکست کی تلافی قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''گویا شاملی کا میدان اور دارالعلوم کی زمین ایک ہی حقیقت کے دو رُخ تھے، فرق تیغ و سنان اور قلم و زبان کا تھا، وہاں تشدد کے ساتھ آزادی ملک وملت اور آزادی مذہب و دین کا نصب العین سامنے تھا، اور یہاں عدم تشدد کے ساتھ علمی اور آئینی رنگ میں وہی منصوبہ پیش نظر تھا، وہاں اس نصب العین کے لئے افراد استعمال کئے جا رہے تھے اور یہاں اس کے افراد بنائے جانے لگے، وہاں نام میدان جنگ کا تھا اور یہاں نام مدرسہ اور مکتب امن وصلح کا تھا، وہاں قلب و دماغ کے اشاروں پر ہاتھ پیر کام کر رہے تھے اور یہاں براہ راست دل و دماغ نے خود اپنے تصرفات دکھلائے۔ غرض حضرت نانوتویؒ نے شاملی کے نتائج پیش نظر رکھ کر دارالعلوم دیوبند کی تاسیس کی اور اسکے اصول اور نظام کار کو ایسے انداز میں اٹھایا کہ شاملی کے میدان کی تلافی ہو اور جو منصوبہ اس وقت کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکا تھا وہ اب ہو جائے''۔ 2

قاری صاحبؒ مزید فرماتے ہیں: ''اس جامعہ کی تعلیم کا اساسی مقصد کتاب

---

1 احاطہ دارالعلوم میں بیتے ہوئے دن، ص ۱۷۰۔

2 خطبات حکیم الاسلام، آزادی ہند کا خاموش رہنما، ۵۳۱/۶، ۵۳۲۔

وسنت اور فقہ اسلامی کی تعلیم وترویج، اس کی عملی تمرین اور عمومی اشاعت وتبلیغ ہے، اور اس کے ساتھ تعصب آمیز منافرتوں کا استیصال کر کے مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرنا ہے ... ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کے بعد حضرت بانی دارالعلوم دیوبند اور جملہ بزرگان دیوبند کی سب سے بڑی سیاست ہی یہی تھی کہ دینی تعلیم گاہیں قائم کر کے مسلمانوں کو سنبھالا جائے۔ دارالعلوم دیوبند اس چار دیواری کا نام نہیں، اس تمام نظام، مسلک تحریک اور خدمات کا نام ہے جو ہند و بیرون ہند میں قائم ہے"۔ 1

دارالعلوم دیوبند کا مقصد صرف تعلیم نہیں۔ اکابر کے اقوال کی روشنی میں

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا قول

حضرت بانی دارالعلوم دیوبند کے بقول محض درس و تدریس دارالعلوم کا مقصد نہیں، وہ فرماتے ہیں: "ہم نے دارالعلوم کے اصل مقصد پر درس وتدریس، علوم اسلامی کا پردہ ڈال دیا ہے"۔

حضرت بانی دارالعلوم دیوبند کے نزدیک قیام دارالعلوم دیوبند کے اصل مقاصد درج ذیل تھے:

۱۔ شاہ ولی اللہؒ کے اسلوب تدریس کی اساس پر دینی علوم وفنون کی طرف دعوت دینا۔

۲۔ عیسائیت اور ہندوؤں کی جانب سے اسلام کے حوالے سے پھیلائے گئے شکوک وشبہات کا ازالہ کرنا۔

۳۔ مسلم وغیر مسلم طبقات میں دین اور کتاب وسنت کو پھیلانے کے لئے جدوجہد اور کوشش کرنا۔

۴۔ قابض اور مسلط حکومت سے تعاون لئے بغیر دین اسلام کی بیداری کے لئے اپنا

1 خطبات حکیم الاسلام، خطبہ استقبالیہ، ۶/۴۹۱، ۵۱۴، ۵۱۵۔

مال و جان خرچ کرنا۔

۵۔ شاہ ولی اللہؒ کے فلسفے میں تجدید کر کے ہندوستان میں دین کے غلبے کی تحریک کو نئے رُخ پر ڈالنا۔

٦۔ قدیم علوم وفنون میں انتہائی عمیق غور وخوض کر کے اُسے ہندوستان کے لوگوں کی ذہنیت کے قریب بنانا۔

۷۔ ماہرین فلسفہ کی مخصوص اصطلاحات کو چھوڑ کر تمام ہندوستانیوں کی زبان میں بات کرنا۔

۸۔ عدم تشدد کے اصول پر قائم رہتے ہوئے منظّم علمی وفکری شعور بیدار کرنا۔

الحاصل دارالعلوم کا مقصد محض تعلیم وتعلم نہیں، بلکہ قومی وسیاسی نوعیت کے گھمبیر مسائل سے نبرد آزما ہونے اور حکومت برطانیہ سے آزادی کے حصول کے لئے منظّم جماعت تیار کرنا۔ 1

حضرت شیخ الہندؒ کا قول

حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں: ''حضرت الاستاذ (نانوتویؒ) نے اس مدرسہ کو کیا درس وتدریس، تعلیم وتعلم کے لئے قائم کیا تھا؟ مدرسہ میرے سامنے قائم ہوا، جہاں تک میں جانتا ہوں ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کی ناکامی کے بعد یہ ارادہ کیا گیا کہ کوئی ایسا مرکز قائم کیا جائے جس کے زیر اثر لوگوں کو تیار کیا جائے ۱۸۵۷ء کی ناکامی کی تلافی کی جائے''۔ 2

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کا قول

حضرتؒ فرماتے ہیں: ''جس وقت شاملی کے میدان سے وہ خود (مولانا

1 ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالہ، جون ۲۰۱۴، ص ۴۳۔

2 احاطہ دارالعلوم میں بیتے ہوئے دن، ص ۱۷۰، حیات عثمانی ص ۱۴۰۔

نانوتویؒ) اوران کے رفقائے کار بظاہر ناکامی کے ساتھ واپس ہوئے، یقیناً ان کی یہ واپسی یاس ونامرادی کی واپسی نہ تھی اور نہ ہوسکتی تھی، واپس تو وہ بے شک ہوئے تھے لیکن یقیناً یہ واپسی ''متحرفا لقتالٍ اومتحیّزا الی فئۃ'' جنگ کے لئے کتراتے ہوئے یا کسی ٹولی سے ملنے کے لئے ہوسکتی تھی، اور یقیناً اسی کے لئے تھی''۔ 1

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کا قول

حضرت قاری صاحبؒ فرماتے ہیں: ''دارالعلوم کی سرگرمیاں محض درس و تدریس تک محدود نہیں ہیں، بلکہ اس نے قومی، ملکی اور سیاسی معاملات میں بھی اندرونی حدودِ شرعیہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور لے رہا ہے، حضرت سید احمد شہیدؒ اور مولانا اسماعیل شہیدؒ نے جہاد اور اعلائے کلمۃ اللہ کا جو نقش اپنے پاکیزہ لہو سے کھینچا تھا وہ ہر وقت علماء دیوبند کے سامنے ہے، ۱۸۵۷ء میں نانوتویؒ، گنگوہیؒ نے شاملی کے میدان میں تلوار اٹھائی حضرت نانوتویؒ مجاہدین کے قائد تھے، پھر ان کے تلمیذ شیخ الہندؒ اسی قیادت کو لے کر اٹھے اور آزادی ہند کے لئے وہی ۱۹۱۵ء کی ریشمی خط کی انقلابی تحریک کے قائد تھے اور پانچ سال تک فرنگی قید مالٹا میں رہے اور رہا ہونے کے بعد ہندوستان پہنچ کر اسی جوشِ جہاد سے جمعیت علماء ہند کی سرپرستی فرمائی اور آپ کے بعد یہ جماعت فضلاء دارالعلوم ہی کے تحت مصروف خدمت رہی۔ ۱۹۲۰ء کی تحریک خلافت اور پھر ۱۹۳۰ء کی تحریک آزادی میں کتنے ہی علماء نے قائدانہ حصہ لیا''۔ 2

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے ان حضرات کی رائے کو بڑی سختی کے ساتھ رد کیا ہے جن کے خیال میں دارالعلوم دیوبند کا مقصد محض تعلیم و تعلم ہے، حضرت فرماتے ہیں: ''دارالعلوم کی تحریک کا مرکب نصب العین صرف تعلیم ہی کی حد

---

1 سوانح قاسمی ۲/۲۲۲، ۲۲۳۔

2 خطبات حکیم الاسلام، خطبہ استقبالیہ، ۶/۵۲۰، ۵۲۱۔

تک محدود نہ تھا بلکہ اس کے ضمن میں آزادی پسندی، غلامی شکنی، اسلامی اتحاد، وطنی اتحاد، قومی خودمختاری، حق خودارادیت، معاشی استغناء، وسائل قوت کی فراہمی، رابطہ عوام، تالیف خواص وغیرہ کے ملے جلے جذبات کارفرما تھے اور دارالعلوم کی تاسیس ایک خاص مکتب فکر کی تاسیس تھی جیسا کہ حضرت والا (نانوتویؒ) کے اصول ہشت گانہ اور جاری کردہ نظام کار سے واضح ہے ...اگر محض مذہبی تعلیم و تعلم ہی نصب العین کی آخری حد تھی تو مدرسہ میں سپاہ گری (سپاہی کا کام، جنگ کی تیاری) کے شعبہ کے قیام کی ضرورت ہی کیا ہوسکتی تھی؟ جسے حضرت والا نے اہتمام کے ساتھ خود قائم فرمایا، نیز محض تعلیم ہی پیش نظر ہوتی تو حضرت والا صنعت وحرفت کا شعبہ اس مدرسہ میں قائم نہ فرماتے جو خالص معاشی مسائل سے تعلق رکھتا ہے، پھر اگر یہ محض مذہبی مکتب تھا تو حضرت والا شرعی محکمہ قضاء قائم فرما کر اعضاء مدرسہ کو اسکا جج مقرر نہ فرماتے جو خالص ایک سیاسی مسئلہ تھا، اسی طرح صرف مذہبی تعلیم ہی کا خاکہ مدرسے کے کاروبار کی آخری حد ہوتی تو مدرسہ کے چندہ میں ہندوؤں غیر مذہب کے لوگوں کے عطیات شامل کئے جانے کا تصور سامنے نہ آنا چاہئے تھا، نہ ہندو مسلمانوں کے بلا تخصیص مذہب وملت چندے قبول کئے جاتے اور نہ ہندو چندہ دہندگان کی دعا وشکریہ سے ہمت افزائی کی جاتی۔ پھر اگر مدرسہ کی انتہائی غرض محض کتابی درس و تدریس تھی تو حضرت والا اس مدرسہ کے سرپرست اور ہمہ اوست ہوتے ہوئے سلطانی چندہ کی بنیاد ڈال کر اور خلیفۃ المسلمین سلطان عبدالحمید خان والی ترکی کی مدح میں قصائد لکھ کر خلافت ترکی سے رشتۂ ارتباط قائم کرنے کی صورتیں پیدا نہ فرماتے۔ گویا آپ نہ صرف ملک کی اندرونی اقوام ہی سے رشتۂ یگانگت قائم فرمانے کے داعی تھے بلکہ بیرون ملک سے بھی رشتۂ اتحاد کے سلسلے پھیلانا چاہتے تھے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مدرسہ محض کتب درسی کی تعلیم کا مدرسہ نہ تھا بلک

حضرت اسے ایک ملی جلی تحریک کے مرکز کی حیثیت سے قائم فرما رہے تھے جن کے نظام کار میں علم وعدل، معاش ومعاد، قوم اور وطن اور دین ومذہب کی حمایت ونصرت کے ملے جلے جذبات ایک دم پیش نظر تھے جو حضرت والا کے وسیع اور ہمہ گیر ذہن سے نکل کر اس مدرسہ کی بنیادوں میں پیوست ہوئے اور اس کے اثرات تعلیمی راہوں سے اس ادارہ کے تربیت یافتہ فضلاء متوسلین میں حسب استعداد وقابلیت نفوذ پذیر ہوتے رہے"۔ 1

ایک دوسری جگہ قاری محمد طیب صاحبؒ فرماتے ہیں: "بہر حال اسی جامعیت اصول وشخصیت کے امتزاج سے پیدا شدہ مسلک کا نام دیوبندیت اور قاسمیّت ہے، محض درس نظامی کی کتابیں پڑھنے پڑھانے کا ہی نام دیوبندیت نہیں ہے"۔ 2

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کا قول

حضرت ندویؒ نے اس خیال کو بڑے شدّ ومد کے ساتھ رد فرمایا ہے جس میں دارالعلوم کا مقصد صرف تعلیم وتعلم بتایا گیا ہے، حضرتؒ نے اس خیال کو جرم اور بانی دارالعلوم کے ساتھ ناانصافی سے تعبیر فرمایا ہے، حضرتؒ فرماتے ہیں: "مسئلہ محض ایک مدرسہ اور تعلیم گاہ کے قیام کا نہیں تھا، میں سمجھتا ہوں کہ دارالعلوم دیوبند کے حق میں جرم ہوگا، اگر کہا جائے کہ دارالعلوم چند مخصوص کتابوں کے پڑھنے پڑھانے، اور درس وتدریس کے ایک مرکز کی حیثیت سے قائم ہوا تھا اس سے بڑھ کر اس کے بانیوں کے ساتھ کوئی ناانصافی نہیں ہوسکتی، ایسا کہنے والوں کو ان بزرگوں کی روحوں کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے گا جس وقت یہ کہا جاتا تھا کہ یہ محض ایک مدرسہ ہے، تو حضرت شیخ الہندؒ تڑپ اٹھتے تھے، ان کے نزدیک یہ اسلام کا ایک قلعہ، اس کے داعیوں اور

1 خطبات حکیم الاسلام، آزادی ہند کا خاموش رہنما۔ ۶/۵۵۹...۵۶۱۔
2 علماء دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج، ص ۱۹۴۔

مجاہدوں کی تربیت کی ایک چھاؤنی اور سلطنت مغلیہ کے گُل ہونے والے چراغ کا بدل بلکہ نعم البدل تھا''۔ پھر حضرت ندویؒ دارالعلوم دیو بند کے قیام کے مقاصد اور طرّہ امتیاز اسلامی تہذیب اور اسلامی علوم کی حفاظت،حمیت اسلامی اوراسلام کی حفاظت کا جذبہ،اسلامی معاشرت کے قیام اورعلوم دینیہ اورشریعت اسلامیہ کے لئے ایک قلعہ کی تعمیر کوقرار دے رہے ہیں۔ 1

تعلیم وتعلم کیساتھ سیاست بھی دارالعلوم دیو بند کے مقاصد میں شامل ہے

حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ علماء کا سیاست میں حصہ لینے کودارالعلوم دیو بند کی تعلیم وتربیت کا اثر قرار دے رہے ہیں،وہ فرماتے ہیں:''علمائے دیو بندمحکوم ہونے کے باوجود آج کی غیر شرعی سیاست کے ہجوم میں بھی ملکی معاملات اورسیاست سے کلیۃً بیگانہ یا الگ تھلگ نہیں رہے، بلکہ شرعی حدود میں رہ کرتا بحد امکان اس میں حصہ لیا۔اگر چہ یہ مدافعانہ سیاست تھی مگر بہر حال سیاست تھی جس سے انہوں نے اپنی خوداختیاری کے جذبات کو مضمحل(کمزور)نہیں ہونے دیا،اوراس سے انکارممکن نہیں کہ یہ سب اقدامات اورتحریکات بلاشبہ اسی دارالعلوم دیو بند کی تعلیم وتربیت اوراس کے ماحول کے اثرات ہیں جوشعوری یا غیرشعوری طور پر یہاں کے فضلاء اور منتسبین کی طبائع میں راسخ ہوتے رہے اور ہورہے ہیں،اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ دارالعلوم صرف تعلیم گاہ نہیں بلکہ تعلیمی حیثیت سے ایک جامع مکتب فکر کی درسگاہ ہے جس نے اپنے آغاز ہی سے اپنے فضلاء میں خود اختیاری کی روح پھونکی ہے، اگر چہ جماعت دیو بند کے ان اجتماعی اقدامات کومسلک سے نہ بھی تعبیر کیا جائے تو تحفظ مسلک کی سیاست سے ضرور تعبیر کیا جائیگا،اور یہ نہیں کہا جائیگا کہ دارالعلوم سیاسیات سے کلیۃً بیگانہ یاالگ تھلگ رہا۔البتہ یہ ضرور ہے کہ اس نے ادارہ تعلیم کوسیاسی پلیٹ فارم نہیں بنایا،لیکن اس نے سیاسی جماعت ضرور تیار کیں جنہوں

1 پاجاسُراغ زندگی،ص ۱۳۱...۱۳۷۔

نے اس میدان میں اس کے مزاق کے مطابق کام کیا اور ادارہ سے اس کی علمی قوتیں اور شعوری طاقتیں حاصل کیں‘‘۔ 1

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے مذکورہ ارشادات اور عبارت سے چند باتیں معلوم ہوئیں: (الف) تحریکات دارالعلوم دیوبند کی تعلیم وتربیت کے اثرات ہیں۔ (ب) دارالعلوم دیوبند کلیۃً سیاست سے بیگانہ اور الگ تھلگ نہیں رہا۔ (ج) دارالعلوم دیوبند نے سیاسی جماعتیں تیار کیں۔ (د) دارالعلوم دیوبند کے ان اقدامات کو مسلک کی سیاست سے تعبیر کیا جائے گا۔(ہ) دارالعلوم دیوبند بحیثیت ادارہ سیاسی پلیٹ فارم نہیں رہا، البتہ سیاست میں دارالعلوم دیوبند کے فضلاء واکابر نے ضرور حصہ لیا ہے۔تو دارالعلوم دیوبند نے اعتدال سے کام لیا، نہ بالکل سیاسی پلیٹ فارم رہا اور نہ سیاست سے بالکل الگ تھلگ رہا۔

حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ نے ایک دوسرے موقع پر اس طرح وضاحت کی ہے، وہ فرماتے ہیں: ’’بہرحال اس ادارہ کے فکر میں جس پر دارالعلوم کی معنوی عمارت کھڑی ہے، علمی، اخلاقی، عقلی اور سیاسی اوصاف کی ساتھ جامعیت، اجتماعیت اور عدل و اعتدال کا وصف بھی مسلک کا جوہری جز ثابت ہوتا ہے، اس لئے حسب مقالات اکابر وقت کے اہل اللہ کے طبقوں میں یہ مدرسہ من حیث الجماعت مجدد شمار کیا گیا ہے، جس نے اپنے مفکر اور معرفت مزاج افراد کے ذریعہ دین کے تمام شعبوں کی تجدید کا فرض انجام دیا ہے اور وقت کے اولیاء اللہ کی نسبتوں کا مجموعہ ثابت ہوا‘‘۔ 2

الحاصل: دارالعلوم دیوبند اگرچہ بظاہر اس کا تصور تعلیم وتعلم ہی کی حد تک تھا، لیکن حضرت بانی قاسم العلوم مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے سامنے اس کا نصب العین

1 علماء دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج، ص۱۷۶،۱۷۷۔

2 تاریخ دارالعلوم دیوبند (محبوب رضوی) مقدمہ، ۳۸/۱۔

وسیع اور عالمگیر تھا۔صرف تعلیم کی حد تک محدود نہیں تھا۔ 1

مدارس کا سیاست سے تعلق نہ ہونے کا نظریہ اور اس کی تردید، اکابر کے اقوال کی روشنی میں

ایک طبقہ ایسا بھی ہے جس کا نظریہ یہ ہے کہ مدارس کا سیاست سے بالکل تعلق نہیں ہونا چاہئے ، مدرسہ کو سیاست سے الگ تھلگ ہونا چاہئے ۔ہم ماقبل میں حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ کا یہ قول نقل کر چکے ہیں کہ دارالعلوم دیوبند اور علمائے دیوبند سیاست سے بیگانہ اور الگ تھلگ نہیں رہے ہیں ،اب ہم اس نظریہ کہ ’’مدارس کا سیاست سے بالکل تعلق نہیں ہونا چاہئے‘‘ کا تجزیہ پیش کرنا چاہتے ہیں جس سے یہ معلوم اور ثابت ہوگا کہ یہ نظریہ کس کا ہے اور اس کا تعلق کہاں سے جا کر ملتا ہے اور یہ نظریہ کیسے پیدا ہوا، اس بارے میں ہم مشاہیر کے اقوال پیش کررہے ہیں۔

حضرت شیخ الہندؒ کا قول

اس طرح کے نظریے کے حامل اہل تصوف اور اہل خانقاہ والوں کو حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ اسلام کے دامن پر بدنما داغ قرار دیتے ہوئے ان الفاظ کے ساتھ ان پر رد فرمایا: ’’اسلام صرف عبادات کا نام نہیں، بلکہ وہ تمام مذہبی، تمدنی، اخلاقی، سیاسی ضرورتوں کے متعلق ایک کامل و مکمل نظام رکھتا ہے۔ جو لوگ زمانہ موجودہ کی کشمکش میں حصہ لینے سے کنارہ کشی کرتے ہیں اور صرف حجروں میں بیٹھ رہنے کو اسلامی فرائض کی ادائیگی کے لئے کافی سمجھتے ہیں وہ اسلام کے پاک وصاف دامن پر ایک بدنما دھبہ لگاتے ہیں، ان کے فرائض صرف نماز، روزہ میں منحصر نہیں بلکہ اس کے ساتھ ہی اسلام کی عزت برقرار رکھنے اور اسلامی شوکت کی ذمہ داری بھی ان پر عائد ہوتی ہے‘‘۔ 2

1 تاریخ دارالعلوم دیوبند (محبوب رضوی)، ۱/۴۳۱۔

2 ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالہ، جون ۲۰۱۴ء، ص ۴۹۔

حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ کا قول

حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ کے قول کے مطابق یہ نظریہ کہ ''ادارہ کا تعلق سیاست سے نہیں'' انگریز دور اور حکومت کا پیدا کردہ ہے، چنانچہ حضرتؒ فرماتے ہیں: ''۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریز کے ظلم اور بربریت کی وجہ سے مسلمان اس قدر خائف ہو گئے کہ کانگریسی وزارتوں کے قیام سے بیشتر تک قومی اداروں کے دستور اساسی میں بسم اللہ کے بعد پہلا جملہ یہ ہوتا تھا کہ اس ادارہ کو سیاست سے قطعاً تعلق نہ ہوگا''۔ ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں: ''مختصر یہ کہ انگریز انقلاب کی تباہ کاریوں نے مسلمانوں کو اس درجہ پیس ڈالا کہ عمل تو درکنار سیاست کے نام سے بھی وہ لرزنے لگے''۔ 1

علامہ سید سلیمان ندویؒ کا قول

حضرت سید سلیمان ندویؒ کے قول کے مطابق مذکورہ نظریہ کچھ گوشہ نشین علماء اور خانقاہ نشین صوفیاء کا رہا ہے، حضرتؒ فرماتے ہیں: ''کہ ایک مدت سے علماء کی گوشہ گیری اور صوفیاء کی خانقاہ نشینی نے عوام کو یہ یقین دلایا ہے کہ قیام سلطنت اور امور سلطنت میں دخل وتدبیر دنیا کا کام ہے جس سے اہل علم اور اہل خانقاہ کو کنارہ کش رہنا چاہئے''۔ 2

امام حسن البناءؒ کا قول

مصر کی مشہور شخصیت امام حسن البناءؒ نے فرمایا: ''ہم آج دیکھتے ہیں کہ اکثر وبیشتر لوگ اپنی گفتگو میں سیاست اور اسلام کے بارے میں اس طرح گفتگو کرتے ہیں کہ دونوں ایک دوسرے سے جدا معلوم ہوتے ہیں، کبھی اپنی تنظیم کا تعارف اس طرح کرتے ہیں کہ یہ ایک خالص اسلامی اور غیر سیاسی تنظیم ہے یا یہ دینی اور غیر سیاسی جلسہ

1 علماء ہند کا شاندار ماضی، ۹۸۳/۴، علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے، ص۹۷۔

2 سیرت النبی ۱۴۲/۷، اسلام کا نظام سیاست وحکومت (محسن ندوی)، ص۳۶۔

ہے۔مطلق سیاست کا انکاراور اسی کے ساتھ اسلام کا اقرار درست نہیں‘‘۔ 1

تعلیم وتعلم کے ساتھ مدارس وجامعات کی سیاسی خدمات وذمہ داریاں

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے جامعات کی ذمہ داریوں میں سیاسی خدمت اور اسلام کی سربلندی کوبھی شامل کیا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں: ’’عالم اسلام میں کسی بھی درسگاہ کی خواہ وہ مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ میں کیوں نہ قائم ہو، یہ پہلی ذمہ داری ہے کہ سب سے پہلے وہ نعمت نبوت کے سمجھنے کی طرف توجہ کرے، جس سے بڑھ کر اللہ تعالی نے کوئی نعمت نہیں اتاری اور اس نعمت کی قدر وشکر کے ساتھ اسلام کے سرگرم حامیوں اور داعیوں میں ہواور وہ زندگی کی رزم گاہ (میدان جنگ) میں جہاں جاہلیت، ارتداد اور انقلاب کے پرچم ہر طرف لہرارہے ہیں، وہ لوائے محمدی اور خیمہ مصطفوی کے سایہ میں آجائے، اور وہ زندگی کے ہر محاذ پر خواہ وہ فکری و اعتقادی ہو یا عملی وانتظامی، اخلاقی واجتماعی ہو یا تمدنی وسیاسی، اسلام کی سربلندی کیلئے اپنے کووقف کردے‘‘۔ 2

ایک دوسری جگہ میں حضرت ندوی صاحبؒ مدرسہ کی تربیت کے مختلف پہلوؤں کوظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’اس مدرسہ کی تربیت کی تاثیراور اس کے بانی کا فیض کبھی طارق کی شجاعت، محمد بن قاسم کی بسالت (بہادری) اور موسی بن نصیر کی ہمت کے پردے میں چمکا، کبھی امام ابوحنیفہؒ وامام شافعیؒ کی ذکاوت و ذہانت کی شکل میں ظاہر ہوا، کبھی امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کی صلابت واستقامت کے پیکر میں آشکار ہوا، کبھی نور الدین زنگیؒ کے لطف وکرم میں جلوہ گر ہوا، کبھی صلاح الدین ایوبیؒ کے عزم محکم اور سعی پیہم سے ہویدا ہوا، کبھی امام غزالیؒ کا جوہر کمال بن کر سامنے

1 اسلام کا نظام سیاست وحکومت (محسن ندوی)، ص ۲۹۔

2 منصب نبوت اور اس کے عالی مقام وحاملین، پہلا خطبہ، ص ۱۴۔

آیا، اور کبھی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا تقدس و روحانیت بن کر دلوں کا مداوا بنا، کبھی ابن جوزیؒ کی تاثیر بنا، کبھی محمد فاتحؒ کی شمشیر بنا، کبھی محمود غزنویؒ کی مہم جوئی اور کبھی حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی رقت و شفقت ثابت ہوا، کبھی فیروز شاہ خلجیؒ کی بلند طبعی میں صورت پذیر ہوا، کبھی ابن تیمیہؒ کے شجر علمی میں، کبھی شیر شاہ سوریؒ کے حسن تدبیر کی شکل میں سامنے آیا، اور کبھی کبھی اورنگزیب عالمگیرؒ کے آہنی عزم کی ہیئت میں، کبھی شرف الدین یحی منیریؒ کے معارف وحکم میں نمایاں ہوا، اور کبھی مجدد الف ثانیؒ کے آثار قلم و قدم میں، کبھی شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کی دعوت بن کرا بھرا، اور کبھی شاہ ولی اللہؒ کی حکمت بن کر، اور کبھی ان کے بعد آنے والے داعی و مصلحین اور علمائے ربانی کی خدمات بن کر۔ ان تمام عبقریتوں اور ان کی علمی و عملی خدمات کا سلسلہ نسب ونسبت اس مدرسہ اور اس کی تربیت اور اس نئے اور خوش آئند عہد پر منتہی ہوتا ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے شروع ہوا''۔ 1

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت ورسالت کے ذریعے ایسا صالح فرد پیدا کیا جو خدا پر ایمان رکھنے والا، اللہ کی پکڑ سے ڈرنے والا، دیندار و امانت دار، دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے والا، مادیت کے مظاہر کو نظر حقارت سے دیکھنے والا، اور ان مادی طاقتوں پر اپنے ایمان اور روحانی طاقت سے فتح پانے والا تھا، جس کا ایمان اس پر تھا کہ دنیا اس کے لئے پیدا کی گئی ہے اور وہ آخرت کے لئے بنا گیا ہے۔ چنانچہ یہ فرد تجارت کے میدان میں آتا تو راست باز اور امانت دار تاجر ہوتا، اور اگر اس کو فقر و فاقہ سے واسطہ پڑتا تو وہ ایک شریف و محنتی انسان نظر آتا، وہ جب کبھی کسی علاقہ کا حاکم ہوتا تو ایک محنتی اور بہی خواہ عامل ہوتا، وہ جب مالدار ہوتا تو فیاض اور غمخوار مالدار ہوتا، جب وہ مسند قضا اور عدالتی کرسی پر بیٹھتا تو انصاف و وسعت اور معاملہ فہم قاضی ثابت

1 منصب نبوت اور اس کے عالی مقام وحاملین، چھٹا خطبہ، ص ۱۹۶، ۱۹۷۔

ہوتا، وہ حاکم ہوتا تو مخلص اور امانت دار حاکم ہوتا، اسے سیادت و ریاست ملتی تو وہ متواضع اور شفیق و غمخوار حاکم اور سردار ہوتا، اور جب وہ عوام کے مال کا امانت دار بنتا تو محافظ اور صاحب فہم خازن ہوتا۔

یہ سب چیزیں ایک عالمگیر اور ہمہ گیر مدرسہ کی طرح تھیں جس سے یکے بعد دیگرے نئی نسلیں فیض یاب ہوتی رہیں، اور علماء وقائدین، بادشاہ اور حکام، عابد و زاہد اس سے مستفید ہو کر نکلتے رہے۔ سب نے اسی مثالی مدرسہ میں اخلاق و انسانیت کے پہلے سبق لئے اور پھر سب پر فائق ہو گئے۔ 1

تعلیم و تعلم کے ساتھ دارالعلوم دیو بند کی سیاسی و مذہبی خدمات

دارالعلوم دیو بند کا دائرہ عمل محض تعلیمی میدان تک ہی محدود نہیں رہا ہے، چونکہ اسلام دینی و دنیوی زندگی کے لئے ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، اس لئے اس نے نہ صرف آخرت کے لئے بلکہ دنیوی زندگی کے لئے بھی ایک مستقل نظام دیا ہے، لہذا مسلمانوں کو جب بھی کوئی دینی و سیاسی ضرورت پیش آئی تو دارالعلوم دیو بند کے اکابر نے حتی الامکان اس کے پورا کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، ہندوستان میں مسلم پرسنل لاء قوانین کے متعلق غیر شرعی قوانین کے نفاذ پر انہوں نے آواز اٹھا کر اپنا فریضہ ادا کیا ہے۔ 2

دارالعلوم دیو بند دینی علوم کی ایک مؤثر اور فعال تحریک ہے، ساتھ اس نے مسلمانوں کے دلوں سے برطانوی حکومت کا ڈر اور خوف و ہراس دور کر کے انہیں سیاسی اعتبار سے اس لائق بننے میں مدد دی جس سے وہ آزادی ملک کی تحریک میں قائدانہ طور پر حصہ لیکر مسلمانوں کے ملّی وقار کو بلند کر سکیں، غرض کہ تعلیمی و تبلیغی اور سیاسی

1 منصب نبوت اور اس کے عالی مقام وحاملین، چھٹا خطبہ، ص ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۹۔

2 تاریخ دارالعلوم دیو بند (محبوب رضوی)، ۱/۱۴۰، ۱۴۱۔

لحاظ سے زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس میں دارالعلوم نے اپنی گراں خدمات کا نقش نہ بٹھایا ہو، علمائے دارالعلوم دیوبند نے ہر سطح پر اسلام اور مسلمانوں کی گراں قدر خدمات انجام دی ہے، یہ ہر دور میں اپنے فرائض کی ادائیگی کے لئے کمر بستہ رہے ہیں اسلام کو دیئے جانے والے ہر چیلنج کا انہوں نے سینہ سپر ہوکر مقابلہ کیا ہے۔ 1

انیسویں صدی عیسویں مسلمانوں کے عقائد وافکار ونظریات کے لئے ایک زبردست چیلنج تھی، مغربی علوم وفنون اور فرنگی تہذیب دنیا کو ایک عظیم سیلاب کی طرح اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی، علماء کرام نے مغربی چیلنج کے مقابلے کے لئے دارالعلوم دیوبند اور اس طرز کے دوسرے مدارس جابجا قائم کر کے ایسا دفاعی حصار تیار کیا جس نے مسلمانوں کو سیاسی شکست کے نتائج سے بڑی حد تک محفوظ کر دیا۔ 2

تقسیم کار کا شبہ اور اس کا ازالہ

بعض حضرات جن کا نقطہ نظر یہ ہے ''کہ مدارس کا سیاست سے کسی طور پر تعلق نہیں ہونا چاہیے، تقسیم کار کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ تقسیم کار کے تحت مدارس کا کام صرف تعلیم وتعلم ہے اور سیاسی میدان کے لئے مدارس کے علاوہ افراد اور رجال ہیں جو سیاسی میدان میں مصروف عمل ہوں''۔

ہمیں تقسیم کار کی افادیت سے انکار بالکل نہیں، تقسیم کار ہونا چاہیے لیکن دو شرطوں کے ساتھ، ایک شرط یہ کہ ایک دینی کام میں لگنے کے ساتھ دوسرے دینی کام اور شعبہ کو ضائع نہیں سمجھنا چاہئے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کے بقول: ''ایک دینی کام میں لگنا اور دوسرے کو ضائع سمجھنا بے انصافی ہے''۔ 3

1 تاریخ دارالعلوم دیوبند (محبوب رضوی)، ۱۴/۲۔

2 تاریخ دارالعلوم دیوبند (محبوب رضوی)، ۴۸۴/۱، ۴۸۵۔

3 الاعتدال فی مراتب الرجال (اسلامی سیاست)، ص ۶۸۔

لہذا درس وتدریس میں مصروف ہونے والے سیاسی حضرات کو اور سیاسی حضرات درس و تدریس میں مصروف ہونے والے کو ضائع نہ سمجھیں۔ یہ سب دین کے شعبے ہیں۔ تعلیم و تعلم دین کی بنیاد ہے اس سے دین کی بنیاد پڑتی ہے، تصوف اور تزکیہ سے روحانی قوت پیدا ہوتی ہے، تبلیغ سے اشاعت دین ہوتی ہے، جہاد سے استحکام ودفاع دین ہوتا ہے اور سیاست سے تکمیل دین ہوتی ہے۔ تقسیم کار کے تحت جو جس شعبے سے منسلک ہو وہ درست ہے لیکن دوسرے شعبے والوں کو ضائع اور غیر مفید نہیں سمجھنا چاہیے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ تقسیم کار اپنی جگہ صحیح اور درست ہے، لیکن خاص موقع اور حسب ضرورت ایک شعبہ والوں کو دوسرے شعبوں والوں سے تعاون اور مدد کرنا چاہیے، ایسا نہ ہو کہ کوئی پوری زندگی صرف ایک ہی شعبے سے منسلک ہو اور زندگی بھر دوسرے شعبوں سے الگ تھلگ اور لاتعلق رہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے بقول: ''حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے تقسیم کار کے اصول کے تحت اپنے متعلقین کو مختلف شعبوں اور کاموں میں تقسیم کیا تھا، حضرت مولانا سید احمد شہیدؒ، حضرت مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ، حضرت مولانا عبدالحئیؒ اور ان کے رفقاء وعظ ونصیحت اور جہاد کی تیاری میں مصروف عمل تھے، دوسری طرف حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے دوسرے شاگرد حضرت مولانا شاہ محمد اسحاقؒ، مولانا شاہ محمد یعقوبؒ، مولانا صدرالدینؒ، مولانا رشیدالدینؒ اور مولانا فضل حق خیرآبادیؒ کو حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے تعلیم وتدریس میں لگا دیا تھا، لیکن ساتھ یہ حضرات مجاہدین کے لئے بھی پشت پناہ بن کر ان کی ضروریات اس طرح پوری کرتے رہیں گے کہ انگریزوں کی نظر میں نہ کھٹکیں۔ چنانچہ حضرت شاہ محمد اسحاق صاحبؒ اور ان کے بھائی شاہ یعقوب صاحبؒ دہلی میں بیٹھ کر مجاہدین کی تمام ضروریات کو انجام دیتے رہے''۔ 1

1 نقش حیات، ۲/ ۴۳۳، ۴۳۴۔

یہی شاہ محمد اسحاق دہلویؒ جو بظاہر خالص محدث اور مدرس لگتے تھے، ہجرت کے بعد حجاز میں تحریک آزادی جہاد کے لئے چندہ اکٹھا کررہے تھے۔ 1

اصحاب صفّہ سے زیادہ کون علم کے شیدائی اور تعلیم وتعلم کے افراد ہو سکتے ہیں، لیکن ضرورت کے موقع پر وہ جہاد میں بھی نظر آتے ہیں دعوت وتبلیغ کا کام بھی وہ ساتھ کرتے ہیں اور قضاء اور سیاست و سیادت کو بھی سنبھالتے ہیں۔ چنانچہ محقق العصر حضرت علامہ شمس الحق افغانیؒ فرماتے ہیں: ''تعلیم میں دین ودنیا کی تفریق مغرب کی لعنت ہے، دینی نصاب حکومت اور درویشی کا جامع ہے، اسلام میں دین دنیا جدا نہیں۔ اسلام کے سب سے پہلے مدرسے میں ۷۰ طلبہ تھے جو اصحاب صفہ کے نام سے یاد کیئے جاتے ہیں اس مدرسہ میں صرف مبلغ اور ائمہ مساجد پیدا نہیں کئے جاتے تھے۔ بلکہ وہاں کے فارغین ایک طرف مبلغ تھے تو دوسری طرف جہاد کی کمان ان کے سپرد کی جاتی تھی۔ چنانچہ تبوک میں تمام اصحاب صفہ شامل تھے، صرف ایک عبداللہ ذوالبجادینؓ رہ گئے، جس نے تمنا کی پھر اسے بھی جنگ پر روانہ کیا گیا۔ انہی حضرات نے مسجد کو بھی سنبھالا اور حکومت کو بھی۔'' 2

بہر حال تقسیم کار کے باوجود ایک دوسرے کو ضائع نہیں سمجھنا چاہیے اور حسب ضرورت ایک دوسرے سے تعاون کرنا چاہیے۔

تدریس اور سیاست

بعض حضرات کا مؤقف ہے کہ'' تدریس کے ساتھ سیاست کرنا مناسب اور درست نہیں''۔ اس موقف کا مطلب اگر یہ ہو کہ تدریس کے ساتھ سیاست میں عملی طور پر اس طرح مصروف ہونا کہ اس وجہ سے تدریسی خدمات خلل انداز اور نظرانداز ہوں تو پھر اس مؤقف کے درست ہونے میں کسی کو شبہ نہیں ہوگا، لیکن اگر اس موقف کا

1 علماء میدان سیاست میں، ص ۳۱۱، ۳۱۲۔

2 مقالات افغانی ۲/۳٦۰۔

مطلب یہ ہو کہ تدریس میں مصروف ہونے کیساتھ سیاست بالکل شجرہ ممنوعہ ہے اور مدرس کو تحریکات اور سیاست سے بالکل الگ تھلگ ہونا چاہیے، تو اکابرین دار العلوم دیو بند اور اسلاف کے طرز عمل کی روشنی میں یہ مؤقف شاید درست نہ ہو۔ اس بارے میں چند اکابر کا طرز عمل پیش خدمت ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا معمول

تدریسی اور تصنیفی خدمات کے ساتھ حضرت شاہ ولی اللہؒ کا سیاست میں قائدانہ کردار ادا کرنے کے بارے میں مولانا ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں: ''صرف یہ نہیں کہ شاہ صاحبؒ مصائب اور حوادث کے اس گرد و غبار بلکہ ان کی موسلا دھار بارش کے درمیان زیر آسمان بیٹھے ہوئے تصنیف و تحقیق اور درس و تعلیم میں اس طرح منہمک تھے کہ نہ ہوا کے تیز جھونکے سے زیر تسوید کتاب کا کوئی ورق الٹتا تھا، نہ بارش کا کوئی قطرہ اس کے کسی نقش کو مٹاتا تھا، بلکہ وہ ان حالات کو تبدیل کرنے، اس ملک میں مسلمانوں کے اقتدار کو واپس لانے، اور ایک فرض شناس حقیقت پسند، احکام شریعت پر عمل کرنے والی، عام شہریوں کی عزت و ناموس کی محافظ، انتشار انگیز طاقتوں کو ختم کرنے والی، مستحکم اور خوش وحال سلطنت کے قیام کے لئے بھی ساعی اور سرگرم تھے اور اس سلسلے میں بھی وہ ایسا قائدانہ کردار ادا کر رہے تھے جو بڑے سے بڑا سیاسی مبصر ادا کر سکتا تھا، جس کو تصنیف و تالیف اور درس و تحقیق سے ادنی مناسبت اور ذرہ برابر فرصت نہ ہو''۔ 1

الحاصل: حضرت شاہ ولی اللہؒ درس و تدریس اور تحقیق و تصنیف کے ساتھ آرام سے نہیں بیٹھے تھے بلکہ اسلامی سلطنت کے قیام وغیرہ کے لئے سرگرم اور قائدانہ کردار ادا کرنے والے تھے، ان کی اس سیاسی جدوجہد سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کا درس و تدریس سے تعلق نہیں، لیکن حقیقت یہی ہے کہ وہ درس و تدریس کے ساتھ سیاسی قائد بھی تھے۔

1 تاریخ دعوت وعزیمت، ۲۹۴/۵۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کا معمول

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ جو دہلی میں مصروف درس وافادہ تھےلیکن ان کی حقیقت بین نگاہ سارے ہندوستان پر تھی، اور اللہ تعالی نے ان کو غیر معمولی طور پر حقیقت پسند ذہن اور صاحب حمیت وعزیمت طبیعت عطا فرمائی تھی، انھوں نے اس انقلاب کا پورا جائزہ لیا اور اس نتیجہ تک پہنچ گئے کہ اس وقت بچے کھچے اسلامی اقتدار اور اس ملک میں مسلمانوں کے مستقبل کے لئے خطرہ انگریز ہیں، وہ انگریزوں کے اثرات کو ہندوستان تک ہی محدود نہ سمجھتے تھے،ان کو اس سے زیادہ وسیع اور دور رس سمجھ رہے تھے۔وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس وقت ہندوستان کو دارالحرب قرار دینے کی جرأت کی۔ 1

حضرت سید احمد شہیدؒ کا پیغام

حضرت سید صاحبؒ ایک بیان میں فرماتے ہیں:''آج دنیا میں جو بھی ظلم و ستم ہے،ملوکیت اور ملوکیت کے بعد اغیار کی غلامی کی جو ذلت ونحوست سامنے ہے، اس کی ذمہ داری سب سے پہلے ان پر ہے جو رحمۃ للعالمین ﷺ کا نام لیتے ہیں،مگر عمل سے محروم ہیں،رحمۃ للعالمین کا دامن سنبھالنے والے مظلوموں کی امداد کے لئے رحمت بن کر کیوں نہیں اٹھے اور ان اسباب ووسائل کے سامنے سینہ سپر کیوں نہیں ہو جاتے جو اس ظلم وستم اور عوام کی تباہی و بربادی کے ذمہ دار ہیں۔یہ کیا بات ہے کہ رحم وکرم اور امن عالم کے ذمہ دار گوشہ نشیں،خلوت گزیں یا درس گاہوں میں مصروف تدریس ہیں اور نظام کہن کے بوڑھے دیو،متاع امن تاراج کر رہے ہیں،ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ شاہ پرستی کے پرانے کھنڈروں کو پیوند زمین کر دیا جائے اور نظام حکومت کا وہ جدید ایوان تعمیر کیا جائے جو نوع انسان کے ہر طبقہ کے لئے پناہ گاہ ہو اور جہاں مخلوق خدا اطمینان اور چین کا سانس لے سکے''۔ 2

1 تاریخ دعوت وعزیمت،۳۶۵/۵...۳۶۸۔

2 علماء ہند کا شاندار ماضی،۲۰۸/۳۔

الحاصل: حضرت سید صاحبؒ نے خانقاہ والوں اور مدرسین کو پیغام دیا کہ سب سے پہلے ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کام کے لئے تیار ہو جائیں کہ اس وقت کی حکومت کافرہ کا خاتمہ کر دیں اور اسلامی حکومت کی راہ ہموار کر دیں۔

حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کا معمول

حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے جس طرح منطق و فلسفہ، ریاضی اور اقلیدس میں اعلی کمال حاصل کیا تھا، حدیث و فقہ میں جس طرح وہ ماہر ہوئے (اور اچھے عالم و مدرس تھے)، انہوں نے فن سپہ گری (اسلحہ چلانا) میں بھی استاذانہ شان پیدا کی (یعنی وہ معقولات اور منقولات میں اعلی مہارت حاصل کرنے کے ساتھ تحریک جہاد اور تربیت کے بھی ماہر تھے)۔ 1

حضرت شیخ الہندؒ کا معمول

حضرت شیخ الہندؒ جو دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس تھے اور ساتھ سیاست اور تحریکات کے قائد اور سرگرم رہنما تھے، بلقان اور طرابلس کی جنگ اور سنگین واقعات نے حضرت شیخ الہندؒ کے دل و دماغ پر نہایت عجیب اثر ڈالا، چنانچہ اس وقت حسب طریقہ استاذ اکبر مولانا محمد قاسم نانوتویؒ پوری جان توڑ کوشش کی اور امداد اسلام فرمائی، فتوے چھپوائے، مدرسہ کو بند کر دیا، طلبہ کے وفود بھجوائے، خود بھی ایک وفد کے ساتھ نکلے، چندے کئے اور ہر طرح سے مدد کی، دوسروں کو بھی ترغیب دے کر ایک اچھی مقدار بھجوائی۔ 2

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کا معمول

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ ایک طرف تو دارالعلوم کے شیخ الحدیث اور صدر مدرس تھے تو دوسری طرف سیاسی قائد و رہنما اور جمعیت علماء ہند کے

1 علماء ہند کا شاندار ماضی، ۲/۴۹۸۔

2 علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے، ص ۱۴۱۔

امیر بھی تھے، علامہ شاہ انور شاہ کشمیریؒ کے مستعفی ہونے ہونے کے بعد ۱۹۲۷ء میں حضرت مدنیؒ نے چند شرائط کے ساتھ دارالعلوم دیوبند کی صدارت قبول فرمائی، وہ شرائط یہ ہیں: (الف) سیاسی خدمات کے لئے آپ آزاد ہوں گے۔ (ب) سیاسی امور میں مدرسہ کی جانب سے کوئی رکاوٹ عائد نہ کی جائیگی۔ (ج) ہر مہینہ ایک ہفتہ آپ کو اختیار ہوگا کہ سیاسی مقاصد کے لئے وہ دیوبند سے باہر دوسرے مقامات پر سفر کر سکیں گے جس کے لئے رخصت واطلاع کی بھی ضرورت نہ ہوگی، اس سے زائد رخصت پر تنخواہ وضع کی جائیگی۔ اس وقت دارالعلوم کے شوری والوں نے یہ شرائط قبول فرمائیں۔ 1

حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاریؒ کا معمول

حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاریؒ ایک طرف دارالعلوم دیوبند کے مدرس اور رکن شوری تھے، تو دوسری طرف سیاسی رہنما اور جمعیت علماء ہند کے ناظم اعلی بھی تھے۔ 2

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ کا معمول

حضرت مولانا مفتی محمودؒ قرآن وحدیث کے بہترین عالم، بے مثال مدرس، ملی فکر، عظیم سیاسی رہنما اور صحیح معنوں میں عالم باعمل تھے۔ وہ ایک بلند پایہ عالم دین، بہترین مقرر اور شیخ الحدیث والتفسیر تھے، وہ شریعت وطریقت کے جامع اور ایک عظیم سیاسی رہنما تھے۔ وہ قاسم العلوم ملتان کے صدر مدرس، ناظم تعلیمات، شیخ الحدیث اور مہتمم رہے ہیں، دوسری طرف جمعیت علماء اسلام کے نائب صدر، جنرل سیکرٹری، متحدہ دینی محاذ کے صدر، صوبہ سرحد کے وزیر اعلی اور قومی اسمبلی میں قائد حزب اختلاف رہ چکے ہیں۔ 3

---

1 علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے، ص ۳۸۲۔

2 تاریخ دارالعلوم دیوبند (محبوب رضوی)، ۱/۳۷۳۔

3 اقوال محمود، ص ۱۱، ۳۸۱۳...۴۶۔

بطور مثال یہ چند اکابر کے نام تھے جنہوں نے تدریس کے ساتھ سیاسی خدمات اور سیاسی قیادت کی ہے ان کے علاوہ بہت بڑی تعداد ہے جس نے تدریس کے ساتھ سیاسی خدمات سرانجام دی ہیں۔حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے بقول :''برطانیہ کی سازش سے خلافت ترکی پر زوال آیا تو علماء دیوبند باوجود اپنی تدریسی مشاغل کی ، پوری ہمت و پامردی کے ساتھ احتجاج اور اس کے جلسوں کے لئے کھڑے ہو گئے ۔ریشمی رومال کی تحریک سے کون ناواقف ہے جس کے بانی حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند قدس سرہ تھے جنہوں نے اس سلسلہ میں مالٹا کی قید و بند کے مصائب پانچ برس تک جھیلے۔آزادی وطن کی تحریک اٹھی تو انہیں دارالعلوم دیوبند نے حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ کی قیادت میں جمعیت العلمائے ہند قائم کر کے شانہ بشانہ جنگ آزادی لڑی، اور حضرت مولانا سید حسین احمد صاحبؒ صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند نے باوجود مشاغل تدریس دارالعلوم کے برسہا برس اس کی قیادت کی اور ملک کو آزاد کرایا''۔ 1

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ایک طرف خلیفہ اور سیاسی قائد تھے تو دوسری طرف مدرس اور استاذ العلماء بھی تھے۔

اخبرنا الفضل بن دكين قال: حدثنا جعفر بن برقان عن ميمون بن مهران قال : كان عمر بن عبد العزيز معلم العلماء. 2

حضرت شیخ الہندؒ کے عمل سے استدلال اور اس کا جواب

ایک بڑے حضرت جو اس نظریہ کے قائل تھے کہ مدرس کو سیاست سے دور ہونا چاہیے، تدریسی خدمات کے ساتھ سیاسی وابستگی اور تعلق نہیں ہونا چاہیے، ایک

1 علماء دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج، ص ۱۷۴، ۱۷۵۔

2 الطبقات الکبری (طبقات ابن سعد)، عمر بن عبدالعزیزؒ، ۲۸۵/۵۔

بڑے اجتماع میں انہوں نے دلیل پیش کرتے ہوئے فرمایا: ''کہ حضرت شیخ الہندؒ نے جب سیاسی عمل میں کردار ادا کرنا چاہا تو دارالعلوم دیوبند کی تدریس کو خیر آباد کہہ کر سیاست میں عملاً حصہ لیا۔اس سے معلوم ہوا کہ تدریس کے ساتھ سیاست میں عملاً حصہ نہیں لینا چاہیے، اگر سیاست میں حصہ لینے کا کوئی خواہشمند ہو تو پھر تدریس کو چھوڑ کر اس میدان میں کام کرے''۔

یہ استدلال غلط فہمی پر مبنی ہے، حضرت شیخ الہندؒ ۱۸۷۰ء میں دورہ حدیث سے فارغ ہوئے، ۱۸۷۳ء میں دارالعلوم دیوبند میں مدرس مقرر ہوئے، ۱۹۱۵ء تک وہ دارالعلوم دیوبند کے استاذ، صدر المدرسین اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔ ان بیالیس سالوں میں تدریس کے ساتھ مختلف ادوار میں انہوں نے سیاست اور تحریکات میں سرگرم حصہ لیا۔۱۸۸۰ء کو دیوبند میں ثمرۃ التربیت کا قیام، ۱۹۱۰ء کو دیوبند میں جمعیت الانصار کا قیام، ۱۹۱۳ء کو دہلی میں نظارۃ المعارف القرآنیہ کا قیام، ۱۹۱۲ء کو جنگ بلقان میں مجاہدین کے لئے چندہ اور تعاون کی تحریک، ۱۹۱۴ء کو یاغستان میں حاجی ترنگ زئی صاحبؒ کی زیرنگرانی انگریز کے خلاف عمومی جنگ کا اعلان۔ 1 یہ سب امور حضرت شیخ الہندؒ نے تدریس کے ساتھ سرانجام دیئے ہیں، تدریس اور سیاست دونوں میدانوں میں مصروف عمل تھے، البتہ ۱۹۱۴ء کے بعد جب تحریک کے سلسلے میں ان کو حجاز جانا پڑا تو اس اعلی مقصد کے لئے انہوں نے عارضی طور پر ہندوستان اور تدریس کو خیر آباد کہا، کیونکہ حجاز جانے کی وجہ سے وہ دارالعلوم دیوبند میں تدریسی خدمات سرانجام نہیں دے سکتے تھے۔ان کے اس عمل سے مذکورہ استدلال یقینی طور پر کمزور اور ضعیف ہے۔

1 افکار محمود، ص ۴۵، ۴۸۔

عملی سیاست سے تدریسی خدمات متأثر ہونے کا شبہ اور اس کا ازالہ

بعض حضرات کا مؤقف ہے کہ اگر کوئی مدرس عملی سیاست میں حصہ لیتا ہے تو اس کی وجہ سے پڑھائی اور تدریسی خدمات میں خلل اور حرج پیدا ہوتا ہے، اس لئے ایک مدرس کو عملی سیاست سے گریز کرنا چاہیے۔

اصل بات یہ ہے کہ ہر عمل اگر اعتدال کے ساتھ نہ ہو تو پھر اس میں خرابی اور نقص پیدا ہوتا ہے۔ جس طرح دوسرے اعمال اور شعبوں میں اعتدال کی ضرورت ہے اسی طرح عملی سیاست میں بھی اعتدال مدنظر رکھنا چاہیے، مدرس کو اعتدال میں رہنا چاہیے کہ نہ بالکل سیاست سے الگ تھلگ ہو اور نہ یہ کہ اوقات تدریس میں سیاست ہی سیاست ہو۔ بلکہ فارغ اوقات میں عملی سیاست میں مصروف ہونا چاہیے، تا کہ دونوں میدانوں سے وابستگی اور تعلق ہو۔ اگر اعتدال کے ساتھ کام کیا جائے تو ان شاء اللہ کسی بھی شعبہ میں حرج نہیں ہوگا، دارالعلوم دیوبند نے یہی اعتدال کا راستہ اختیار کیا ہے تعلیمی کاموں کے ساتھ سیاست اور قومی معاملات میں اعتدال کے ساتھ مناسب حصہ لیا ہے، اس لئے وہاں پر تعلیمی حرج کا سوال پیدا نہیں ہوا۔ حضرت سید محبوب رضوی صاحبؒ لکھتے ہیں: ''دارالعلوم دیوبند مسلمانوں کی ایک مذہبی درسگاہ اور ایک عظیم الشان علمی ادارہ ہے، جس نے ملکی سیاسیات کے ہنگاموں میں بھی اپنی تعلیم اور تعلیمی کاموں کی ہمیشہ حفاظت کی ہے اور تعلیمی سلسلوں میں کسی وقتی تحریک سے مغلوب ہو کر کبھی خلل پڑنے نہیں دیا، لیکن اس کے باوجود اس نے برطانوی غلبہ واقتدار کی مخالفت کی حد تک کبھی بھی اپنی قوم اور قومی تحریکات سے بیگانگی نہیں برتی، بلکہ ذمہ دارانہ طریق پر اس قسم کے قومی معاملات میں مناسب حصہ لیا''۔ 1

جہاد اور سیاسی تحریک سے دارالعلوم دیوبند کو خطرے کا شبہ اور حضرت

1 تاریخ دارالعلوم دیوبند، ۱/۳۲۰۔

شیخ الہندؒ کا جواب

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ ایک واقعہ ذکر کر کے فرماتے ہیں: ''رائے پور بھی حاضر ہونے کی نوبت آئی مولانا عبدالرحیم رائے پوریؒ صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ شیخ الہندؒ لوگوں سے بیعت جہاد لیتے ہیں یہ تو بہت خطرناک امر ہے، انگریزوں کو اگر خبر ہوگئی تو دارالعلوم کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گے اور مسلمانوں کا یہ علمی اور دینی مرکز اجاڑ دیا جائے گا، میں نے رائے پور سے واپسی پر مولانا عبد الرحیم صاحبؒ کا مقالہ ذکر کیا، تو حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا: ''کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے دعا فرمائی تھی کہ پچاس برس تک دارالعلوم قائم رہے سو بحمد اللہ پچاس برس گزر چکے ہیں اور دارالعلوم اپنی خدمات باحسن وجوہ دے چکا ہے''۔ 1

آج بھی بعض حضرات کو عملی سیاست میں حصہ لینے سے مدارس کو نقصان اور خطرہ ہونے کا خوف ہوتا ہے، لیکن اگر تاریخ پر نظر ڈالیں تو حضرت شیخ الہندؒ اور شیخ الاسلامؒ سے لے کر مفکر اسلام مفتی محمودؒ کی عملی سیاست سے مدارس کو نہ نقصان ہوا ہے اور نہ سیاست کی وجہ سے مدارس بند ہوئے ہیں۔ حقیقت میں سیاسی قوت کا اضافہ مدارس کے تحفظ کا سبب بنتا ہے۔

مدارس میں سیاسی مشورے

بعض حضرات مدارس میں سیاسی مشوروں سے منع کرتے ہیں، یہ کہتے ہوئے کہ ''مدارس تعلیم وتعلم کے لئے ہیں، نہ کہ سیاست اور سیاسی مشوروں کے لئے''۔

اس بارے میں ہم اپنے اکابر کا طرز و عمل نقل کرنا بہتر سمجھتے ہیں کہ اس بارے میں ان کا طرز عمل کیا تھا؟، جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور میں چند اکابر کا ایک سیاسی مشورہ ہوا تھا اس کے بارے میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ لکھتے ہیں: ''

---

1 نقش حیات، ۶۲۳/۲۔

حضرت شیخ الہندؒ کا سفر حجاز سے پہلے حضرت کا قیام ایک ہفتہ مدرسہ مظاہر علوم ہی میں تھا اور اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ اور مولانا الحاج احمد صاحبؒ رامپوری کا قیام بھی اس زمانہ میں سہارنپور میں رہا اور حضرت خلیل احمد سہارنپوریؒ بھی تھے، یہ چاروں حضرات صبح کی چائے کے بعد مدرسہ کے کتب خانہ میں تشریف فرما ہوتے اور ان چار حضرات کے علاوہ کوئی شخص اندر نہیں جا سکتا تھا، ظہر کی اذان کے قریب یہ حضرات اترتے اور کچھ کھانا نوش فرما لیتے اور پھر ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر کتب خانہ میں پہنچ جاتے اور عصر کی اذان پر اترتے تین چار دن تک یہی سلسلہ جاری رہا۔ان ہی ایام میں اعلیٰ حضرت رائے پوری قدس سرہ کے ذمہ حضرت شیخ الہندؒ کی غیبت میں ان کی تحریک کی سرپرستی تجویز ہوئی تھی اور حضرت سہارنپوریؒ کا حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ جانا تجویز ہوا مگر اس طرح پر کہ علیحدہ علیحدہ سفر ہو،اس لئے کہ حکومت کی نگاہ میں دونوں مخدوش تھے ، خیال ہوا کہ اگر ایک گرفتار ہو جائے تو دوسرا حجاز پہنچ جائے، چنانچہ حضرت سہارنپوری کی روانگی پہلے ہوئی اور حضرت شیخ الہندؒ کی بعد میں''۔ 1

دارالعلوم دیوبند کا مقصد بانی دارالعلوم کی نظر میں

بانی دارالعلوم دیوبند حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے دارالعلوم دیوبند کے لئے جو اصول وضع کئے ہیں،ان کی بناء پر دارالعلوم دیوبند اور اس کے ہم صنف دیگر مدارس کے مقاصد میں سے یہ مقصد بھی ہے،آزادی ضمیر کے ساتھ ہر موقع پر کلمۃ الحق کا اعلاء ہو،کوئی سنہری طمع مربیانہ دباؤ یا سرپرستانہ مراعات اس میں حائل نہ ہو سکے''۔ 2

اس اصول اور مقصد کے تحت مدرسہ ایسا ہونا چاہیے جو آزادی ضمیر اور حریت رائے کیساتھ اعلاء کلمۃ الحق کا فریضہ ادا کرتا ہو اور اس میں کوئی طمع اور لالچ ،دباؤ اور مراعات حائل نہ ہوں۔

---

1 آپ بیتی،۴ر۲۴،۲۵۔

2 علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے،ص۸۱۔

دارالعلوم دیوبند کی عملی سیاست کی وجہ سے بعض حضرات کا دارالعلوم دیوبند سے مستعفی ہونا

حضرت شیخ الہندؒ اور ان کے ہمنوا دوسرے حضرات کی اکثریت نے دار العلوم دیوبند کو درس وتدریس کے ساتھ سیاست کا بھی مرکز بنایا تھا، اس کے برخلاف حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مفتی محمد شفیعؒ کا نظریہ یہ تھا کہ ''دارالعلوم دیوبند کو تعلیم وتعلم کے ساتھ خاص ہوکر دارالعلوم دیوبند کو سیاسی سرگرمیوں سے پاک ہونا چاہیے''۔

یہ بھی ہمارے اکابر تھے ان کا نظریہ اخلاص پر مبنی تھا، لیکن اس کے باوجود اس طرح کے حضرات اکابر اور دارالعلوم دیوبند کے مجموعی مزاج میں جب ٹکراؤ ہو، تو ہمیں ان اکابر کے احترام کے ساتھ ان کی رائے کے مقابل دارالعلوم دیوبند کے مجموعی اور خاص مزاج اور طریق کار پر عمل کرنا چاہیے۔ ان اکابر نے جب مذکورہ نظریہ پیش کیا تو دارالعلوم دیوبند کی وسعت اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے مزاج کے پیش نظر دارالعلوم دیوبند نے اس نظریہ کو قبول نہیں کیا، اس کی چار دیواری تعلیم وتعلم تک محدود نہیں رہی اور بالآخر مذکورہ اکابر کو یکے بعد دیگرے مستعفی ہونا پڑا، حضرت حکیم الامت دارالعلوم دیوبند کے سرپرست تھے، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ صدر مہتمم اور مفتی محمد شفیعؒ استاذ حدیث اور دارالعلوم دیوبند کے مفتی تھے، یہ حضرات اپنے عہدوں سے مستعفی ہوکر دارالعلوم دیوبند سے الگ ہوگئے۔ دارالعلوم دیوبند کے کرتا دھرتا اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور شیخ الہند محمود الحسنؒ کے جانشین حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ بن گئے جن کا مزاج دارالعلوم دیوبند کے موافق تھا، صدر المدرسین اور شیخ الحدیث کے منصب کو سنبھالنے کے ساتھ وہ سیاسی قائد بھی تھے۔ اور پھر ان بعد آج تک دارالعلوم دیوبند کا اختیار اور اہتمام حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کے متعلقین کے پاس رہا ہے۔

مسجد اور سیاست

کچھ عرصہ پہلے ایک بڑے حضرت نے ایک اجتماع میں یہ بیان دیا کہ ”مسجد کے منبر ومحراب کو سیاست کے لئے استعمال نہیں کرنا چاہیے“۔

ہم آگے چند فقہائے کرام اور اکابر حضرات کے حوالے پیش کریں گے جن سے معلوم ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لیکر آج تک ہمیشہ ہمارے اسلاف اور اکابر نے مسجد کو سیاسی اور شرعی امور کے لئے استعمال کیا، اور اسلامی سیاست کو مسجد ہی میں سرانجام دیا ہے۔

صاحب ہدایہؒ کا قول

ویجلس للحکم جلوسا ظاهرا فی المسجد کیلا یشتبه مکانه علی الغرباء و بعض المقیمین ،والمسجد الجامع اولی لانه اشهر... وکان رسول الله صلی الله علیه وسلم یفصل الخصومة فی معتکفه،وکذا الخلفاء الراشدون کانو ایجلسون فی المساجد لفصل الخصومات، ولان القضاء عبادة فیجوز اقامتهافی المسجد کالصلوة. 1

”قاضی فیصلوں کے لئے عام نشست اختیار کرتے ہوئے مسجد میں بیٹھے گا تاکہ اجنبی اور بعض باشندوں پر اس مکان مشتبہ نہ ہو، اور پھر جامع مسجد زیادہ شہرت کی وجہ سے زیادہ بہتر اور اولی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلام جائے اعتکاف میں منازعات کے فیصلے فرماتے تھے، اسی طرح خلفاء راشدین منازعات کے فیصلوں کے لئے مسجد میں تشریف فرما ہوتے تھے، اور ساتھ یہ کہ قضاء ایک قسم کی عبادت ہے تو اس کو نماز کی طرح مسجد میں سرانجام دینا چاہیے“۔

اس مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ قضا جو ایک سیاسی امر ہے، اس کو آپ

1 ہدایہ، کتاب ادب القاضی، ۳/۱۴۳۔

صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین نے مسجد میں سرانجام دیا ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ کا قول

علامہ ابن تیمیہؒ کے بقول نماز کی ادائیگی،قرآن کی تلاوت وقرأت،ذکر کے حلقے،علم اور درس وتدریس،وعظ ونصیحت، سیاست، جہاد کی تیاری اور مسلمانوں کے اجتماعی اور دوسرے اہم دنیاوی اور دینی امور یہ سب مسجد نبوی میں سرانجام دیئے جاتے تھے۔

فان النبی صلی اللہ علیه وسلم اسس مسجده المبارک علی التقوی،ففیه الصلوۃ والقراءۃ،والذکر ،وتعلیم العلم،والخطب ، وفیه السیاسة،وعقد الالویة والرایات،وتامیر الامراء،وتعریف العرفاء،وفیه یجتمع المسلمون عنده لما اهمهم من امر دینهم ودنیاهم. 1

آج کے دور میں مساجد میں عموماً سیاسی گفتگو پر پابندی ہوتی ہے،مسجد میں سیکولر سیاست تو نہیں ہوسکتی،علماء مسجد میں جو سیاست کریں گے وہ شرعی اور اسلامی سیاست ہوتی ہے،اس کو مسجد میں ممنوع قرار دینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہے۔ ہمارے وہ ائمہ مساجد جو کمیٹی والوں یا مقتدیوں سے مرعوب اور خوف زدہ ہوتے ہیں، وہ بھی بڑے معصومانہ انداز میں اپنے وعظ ونصیحت کو غیر سیاسی گفتگو کے ساتھ مختص کرتے ہیں اور اس طرح کے بیانات کو اصلاحی بیانات سے موسوم کرتے ہیں۔ اگر اسلام کی انفرادی اور شخصی بات اصلاحی ہوسکتی ہے تو اجتماعی اور سیاسی بات کیوں اصلاحی نہیں ہوسکتی ہے۔ ہمیں اپنے طرز عمل پر ضرور نظر ثانی کرنی چاہیے اور ایک بار پھر خلفاء راشدین کی طرح مساجد کو انفرادی اصلاح اور اجتماعی اصلاح وامور کا مرکز

1 الفتاوی الکبری،مسائل منشورہ،فصل وکانت مواضع الائمۃ ومجامع الامۃ المساجد،۱۱۸/۵،مجموع الفتاوی،فصل المساجد موضع الائمۃ ومجامع الامۃ ۳۹/۳۵،وکذا فی ’’المشروع والممنوع فی المسجد‘‘ ۲۷/۱۔

بنانا چاہیے۔کیا وجہ ہے کہ نماز ،دوسرے شخصی اعمال اور نکاح وطلاق کے مسائل میں تو عوام علماء پر اعتماد کرتے ہیں اور ان کی طرف ان مسائل میں رجوع بھی کرتے ہیں، لیکن اجتماعی اور ملکی مسائل میں وہ اعتماد باقی نہیں رہتا ، حالانکہ علماء جس طرح مصلی کے امامت کے مستحق ہیں تو ملکی قیادت اور امامت کے بھی حقیقتاً وہی مستحق ہیں۔

ہم نے علامہ ابن تیمیہؒ کے حوالے سے ثابت کیا کہ مسجد نبوی میں سیاست ہوتی تھی ،اب ان حضرات کو چیلنج ہے جو مسجد میں سیاست کو ممنوع قرار دے رہے ہیں کہ وہ بھی ایک ایسا حوالہ پیش کریں جس میں واضح ہو کہ مسجد نبوی میں سیاست اور سیاسی گفتگو پر پابندی تھی۔

علامہ عبدالفتاح ابوغدہؒ کا قول

وفیہ: تفقد الامام الاعظم حال المساجد وتعهدها .وهی حرّیةبالتعهدو العناية كل العناية من امام المسلمين،لانها مجامع المسلمين،ومواطن عباد تهم و مدارس تعليمهم و ثقافتهم، و منشداهم، و مجلس شوراهم،ومر كز قيادتهم،ومنطلق جيوشهم،وموئل لقائهم، و متعلق قلوبهم و أفئدتهم،وملتقى الوفود لديهم. 1

’’اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ سربراہ مملکت اور قائد مساجد کی نگرانی اور دیکھ بھال خود کرے گا ،مساجد اس کے لائق ہیں کہ امام اور سربراہ ان کی اچھی طرح دیکھ بھال کرے کیونکہ مساجد مسلمانوں کی اجتماع گاہ ہوتی ہیں اور عبادت گاہ بھی اور تعلیم وثقافت کے مدارس ہیں ،مجلس اور مشوروں کے مواضع ہیں، قیادت اور سیادت کے مراکز ،لشکروں کی روانگی اور تیاری کی جگہ، وفود اور ملاقاتوں کے مقامات ہیں اور مساجد سے مسلمانوں کے دل متعلق ہوتے ہیں‘‘۔

1 الرسول المعلم صلی اللہ علیہ وسلم واسالیبہ فی التعلیم ،ص ۷۱۔

سید سلیمان ندویؒ کا قول

حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں: ’’آنحضرتﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں یہ قاعدہ تھا کہ جب کوئی اہم واقعہ پیش آتا یا کوئی سیاسی وقومی مشکل پیدا ہوتی یا کوئی مذہبی بات سنانی ہوتی تو مسلمانوں سے منادی کرائی جاتی کہ ’’الصلوٰۃ جامعۃ‘‘ سب لوگ وقت پر جمع ہوجاتے اور اس امر اہم سے اطلاع پاتے یا اس کے متعلق اپنے مشورے عرض کرتے، یہ گویا مسلمانوں کے مذہبی، اجتماعی، سیاسی مسائل کے مخلصانہ حل کا بھی ذریعہ تھا جس کے لئے نماز کے تعلق سے ہر مسلمان کا کسل وسستی کا بہانہ بغیر جمع ہونا ضروری تھا۔ان تمام امور کو سامنے رکھنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نماز اسلام کا اولین شعار اور اس کے مذہبی واجتماعی وتمدنی وسیاسی واخلاقی مقاصد کی آئینہ دار ہے۔اس کی شیرازہ بندی سے مسلمانوں کا شیرازہ بندھا تھا اور اسی کی گرہ کھل جانے سے اس کی نظم وجماعت کی ہر گرہ کھل گئی ہے، مسجد مسلمانوں کے ہر قومی اجتماع کا مرکز اور نماز اس مرکزی اجتماع کی ضروری رسم تھی۔‘‘ 1

مسجد سیاست گاہ

مکہ مکرمہ میں رابطہ عالم اسلامی کے زیر اہتمام مسجد کے عنوان سے ایک اجتماع منعقد ہوا تھا، جس میں قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیو بند نے نمائندگی کرتے ہوئے مسجد کے مقاصد اور فوائد کے عنوان سے خطاب کیا تھا اس میں انہوں نے فرمایا: ’’مسجد ہی انسان کی اصلاح وفلاح اور دینی و دنیوی اصلاح کا واحد ذریعہ ہے، جو ذکر وصلاح کے راستے سے تمام امور خیر کو انسانوں کے ضمیر میں پیوست کر کے اُسے ایک سچا خدا پرست اور ایک سچا شہری بنا دیتی ہے، جس میں عبادت و طاعت،

1 سیرۃ النبیﷺ، ۱۰۴/۵۔

اخوت ومساوات، ایثار وہمدردی اور ملنساری کے ساتھ تقدس وبرگزیدگی کے ملے جلے جذبات ابھرآتے ہیں اور وہ دنیا کے لئے ایک سکون بخش اور راحت دہ انسان بن جاتا ہے ۔مسجد کا تصور درحقیقت طہارت ،عبادت،عدالت ،سماحت ،خدمت، دعوت، اخوت محبت ،مساوات اور اجتماعیت عامہ کا تصور ہے ...اسلام میں سارے اساسی کاموں کا محل آغاز واتمام مسجد ہی رہی ہے،مسجد ہماری عبادت گاہ بھی ہے اور تربیت گاہ بھی، مسجد ہی دعوت گاہ بھی ہے اور مسجد ہی سیاست گاہ بھی ہے، جس سے ایک طرف اگر علمائے روزگار نکلتے تھے تو دوسری طرف مجاہدین اسلام کے عسا کر بھی روانہ ہوتے تھے اس میں اگر درس وتدریس ہوتی تھی تو اسی میں عدالتی فیصلے اور بین الاقوامی معاہدات بھی طے پاتے تھے۔۔مسجد ہمیں پیغام دے رہی ہے کہ ہم عبادات، اخلاق، معاملات،معاشرت ،سیاسیات اور اجتماعیات کو اس کے ذریعے سے اس رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کریں جو نماز وذکر اور تعلق مع اللہ کا رنگ ہے''۔ 1

حضرت علیؓ کی خلافت کا معاملہ مسجد میں طے ہوا

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا معاملہ سقیفہ بنی ساعدہ میں طے ہوا،حضرت عمرؓ کی خلافت کا معاملہ دار ابی بکرؓ میں ،حضرت عثمان کی خلافت کا معاملہ دارالمسور میں فیصلہ کیا گیا جبکہ حضرت علیؓ کی خلافت کا معاملہ ان کی طلب پر مسجد نبویؐ میں طے ہوا۔ 2

مساجد کے منبر اور مدارس کے پلیٹ فارم

انگریزوں کی پالیسی کے خلاف علماء نے بغیر کسی خوف وخطرہ کے ترک موالات کا فتویٰ دیا جس کا مطلب یہ تھا کہ انگریزوں کے ساتھ مسلمانوں کے دوستانی مراسم ،تعاون اور مشنری اسکولوں اور کالجوں میں مسلمان بچوں کو بھیجنا ناجائز اور حرام

---

1 تاریخ دارالعلوم دیوبند (محبوب رضوی)، ۱/۳۱۳،۴۱۴،۴۱۳۔

2 اسلام اور سیاست،ص۱۰۴،۱۰۵،اسلام اور سیاسی نظریات،ص۲۳۱،۲۳۲۔

ہے، علماء نے مساجد کے منبر اور مدارس کے پلیٹ فارم سے خطاب کر کے مسلمانوں کو اس مسئلہ کی سنگینی سے آگاہ کیا اور سامراجیت کے ساتھ ساتھ عیسائیت سے بھی سخت مقابلہ کی دعوت دی۔ 1

بہر حال اس باب پنجم کا حاصل یہ ہے کہ اہل مدارس کا کام صرف تعلیم و تعلم ہی نہیں بلکہ تعلیم و تعلم کے ساتھ سیاست میں بھی ان کو کردار ادا کرنا چاہیے۔ مسجد کے منبر و محراب کی امامت کے ساتھ امامت عظمی اور سیاسی قیادت بھی کرنا چاہیے۔

علماء کو سیاست سے لاتعلق ہونا اور یہ میدان چوروں اور ڈاکوؤں کے ہاتھ میں دینا سنت انبیاء کے خلاف ہے۔ اسلام کا منشاء یہ ہے کہ اجتماعی معاملات کی باگ دوڑ اہل انصاف اور اہل دین کے ہاتھ میں رہنی چاہیے نہ کہ فساق کے ہاتھ میں۔ 2

کسی کو یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ آج کی سیاست اور جمہوری سیاست آپ ﷺ کے دور میں نہیں تھی۔ تو یہ مسجد میں کیسے ہوسکتی ہے؟ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ علماء کی سیاست شرعی سیاست ہے۔ البتہ طریقہ کار میں تبدیلی ہوسکتی ہے جس طرح مدارس کا موجودہ نظام اور نصاب، جہاد اور دعوت و تبلیغ کا موجودہ طریقہ کار آپ ﷺ کے زمانہ میں نہیں تھا، پھر بھی یہ امور شرعی کہلاتے ہیں، اسی طرح علماء حق کی موجودہ سیاست، طریقہ کار اور نظم میں تبدیلی ہونے کے باوجود شرعی سیاست سمجھیں گے۔ اس کی پوری تفصیلی ہماری دوسری زیر تصنیف کتاب ''اسلام اور جمہوریت'' میں ملے گی۔ ان شاءاللہ

1 علماء میدان سیاست میں، ص ۸۹۴۔

2 علماء میدان سیاست میں، ص ۲۲، اسلام کا نظام سیاست و حکومت (محسن ندوی)، ص ۱۷۔

باب ششم: طلباء اور سیاست

مدارس کے طلبہ کو سیاست میں حصہ لینا درست ہے یا نہیں؟ بعض حضرات کا مؤقف یہ ہے کہ طلبہ کو سیاسی عمل سے بہرصورت اجتناب کرنا چاہئے، سیاست ان کے لئے شجرہ ممنوعہ ہے، اوران کو سیاست سے بالکل الگ تھلگ اور لاتعلق ہونا چاہئے۔اس کے برخلاف بعض حضرات کا طرز عمل یہ ہے کہ طلبہ کو سیاسی عمل میں ضرور شریک کرنا چاہئے خواہ ان کی پڑھائی میں حرج کیوں نہ ہو۔ یہ دونوں مؤقف حد اعتدال سے باہر ہیں ایک کا مؤقف بالکل ایک سرے پر ہے کہ ان کے نزدیک طلبہ کے لئے سیاست بہرحال ممنوع ہے، جب کہ اس کے برخلاف دوسرے مؤقف کو اختیار کرنے والے دوسرے سرے پر ہیں کہ ان کے نزدیک بہرحال طلبہ کو سیاست میں شرکت کرنی چاہئے۔

ہم ہر چیز میں اعتدال کی رٹ لگاتے ہیں لیکن جب سیاست کی بات ہوتی ہے تو پھر اعتدال کو بھول جاتے ہیں۔اس بارے میں ہمارا موقف یہ ہے کہ تبلیغ کی طرح حد اعتدال میں رہتے ہوئے طلبہ کو سیاست سے اس طور پر تعلق ہو کہ پڑھائی میں بھی حرج نہ ہو اور فارغ اوقات میں سیاست سے تعلق بھی ہو۔

طلباء اور علمی وعملی سیاست

سیاست کو وفاق المدارس کے نصاب میں داخل ہونے کی ضرورت، اکابر کے اقوال کی روشنی میں

قاری محمد طیب صاحبؒ کا قول

قاری محمد طیب صاحبؒ کے بقول سیاسی ملل ونحل کی ضرورت ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں: ''فی زمانہ اسلامی مسائل میں انتشار یا ان کے بارے میں شکوک و

شبہات کی بوچھاڑ کا سرچشمہ سب جانتے ہیں کہ مغربی تہذیب وتمدن اور اس سے زیادہ آج کے سیاسی نظریات دماغوں پر مذہب کے رنگ سے چھائے ہوئے ہیں، آج مسلک اور ازم بن رہے ہیں تو سیاسی اور معاشی حتی کہ عقائد بن رہے ہیں تو وہ بھی سیاسی و معاشی، چنانچہ سیاسی نظریات کے بارے میں اصطلاح بھی ٹھہر گئی ہے جو مذہب اور دین کے بارے میں رائج تھی کہ ہم فلاں نظریئے پر یقین رکھتے ہیں یا بالفاظ دیگر ایمان لاتے ہیں جو کسی دور میں دینی عقائد کے لئے استعمال کی جاتی تھی۔اس لئے آج ایک سیاسی ملل ونحل کی تدوین کی اشد ضرورت ہے جس میں سیاسی مذاہب کے عقائد وافکار کو تقابلی رنگ سے سامنے رکھ کر اسلام کے اجتماعی مسائل کو دلائل کی روشنی میں پیش کیا جائے،جس کے لئے چند مفکر عالم اور چند مفکر گریجویٹوں کی خدمات حاصل کی جائیں، کیونکہ قدیم زمانہ کے ملل ونحل اس دور کے پیدا شدہ مذہبی عقائد و افکار کے پیش نظر مرتب ہوئے تھے جبکہ دلوں پر سیاست کے ٹھپے لگے ہوئے نہیں تھے، اب عصر حاضر کے سیاسی عقائد وافکار کو سامنے رکھ کر اسلام کے سیاسی ،اجتماعی اور معاشرتی مسائل کو دلائل وشواھد سے سامنے لانے کی ضرورت ہے''۔ 1

ایک دوسری جگہ قاری صاحبؒ فرماتے ہیں:''اب تک اگر دیانات کے سلسلہ میں علم وکلام کی متعدد ملل ونحل تصنیف ہوئی ہے،تو آج ضرورت ہے کہ کوئی سیاسی ومعاشی ملل ونحل بھی مرتب کی جائے جس میں جدید سیاسی افکار اور نئی معاشیات کے فلسفوں کو تقابلی مطالعہ کے ساتھ مرتب کیا جائے تا کہ اسلامی فکر اور اسلامی فلسفہ معاشیات سامنے آجائے''۔ 2

حضرت مفتی محمد شفیعؒ کا قول

حضرت مفتی صاحبؒ نے طلبہ واساتذہ سے فرمایا:'' کہ آپ کو ملکی سیاست کا علم ہونا

1 خطبات حکیم الاسلام، فکر اسلامی کی تشکیل جدید، ۶/۳۱۸، ۳۱۹۔

2 دارالعلوم دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج، ص ۱۸۶، ۱۸۷۔

ضروری ہے، البتہ جب مشغلہ میں مصروف ہیں اس وقت تک عملی سیاست میں قطعاً حصہ نہ لیں اور نہ کسی دوسری تنظیم کا رکن بنیں، کیونکہ اس سے تحصیل علم میں خلل واقع ہوگا''۔ 1

حضرت مفتی صاحبؒ نے مذکورہ عبارت میں طلبہ کے لئے بھی ملکی سیاست سے باخبر ہونا اور اس کا علم ہونا ضروری قرار دیا۔ جہاں تک عملی سیاست سے ان کو روکنے کی بات ہے، ہم آگے چل کر ان شاء اللہ اس پر تفصیلی گفتگو کریں گے۔

حضرت مولانا ابن الحسن عباسی مدظلہ العالی کی رائے

حضرت مولانا ابن الحسن عباسی مدظلہ العالی دینی مدارس کے نصاب و نظام کا تنقیدی جائزہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''دنیا میں رائج سیاسی نظاموں سے نظریاتی واقفیت بھی ضروری ہے، ایسی کتاب داخل نصاب ہونی چاہئے جس میں اسلام کے سیاسی نظام اور اس کے اصول و مبادی کے ساتھ ساتھ مروجہ مختلف نظامہائے سیاست کے متعلق بھی معلومات جمع ہوں''۔ 2

حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی خواہش وتمنا

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ ملکی تعزیرات وقوانین کو نصاب میں داخل کرنے کے بارے میں اپنے رائے کا اظہار یوں فرماتے ہیں: ''یہ میری بہت پرانی رائے ہے اور اب تو رائے دینے سے بھی طبعیت افسردہ ہوگئی، اس لئے کہ کوئی عمل نہیں کرتا، وہ رائے یہ ہے کہ تعزیرات ہند کے قوانین اور ڈاک خانہ اور ریلوے کے قواعد بھی مدارس اسلامیہ کے درس میں داخل ہونے چاہئیں۔ یہ بہت پرانی رائے ہے، مگر کوئی مانتا نہیں اور سنتا ہی نہیں''۔ 3

---

1 مجالس مفتی اعظمؒ، ص ۶۲۸۔

2 التجائے مسافر، ص ۵۹۔

3 الافاضات الیومیہ، ۶/ ۴۳ ۵، بحوالہ درس نظامی، وفاق المدارس العربیہ کے نصاب کا تنقیدی جائزہ، ص ۶۴۔

دارالعلوم دیو بند کا نصاب

دارالعلوم دیو بند کے نصاب میں دستور ہند کے بعض ضروری ابواب شامل تھے۔ 1

آج طلباء کو تو چھوڑیں علماء کی اکثریت کو دستور پاکستان کا نہ علم ہے اور نہ اس کا مطالعہ ہے، سیاسی طور پر ہم اپنے ملک کے دستور سے ناواقف ہیں۔ حضرت مفتی محمودؒ جو ۱۹۷۳ء کے آئین کے بانیوں میں سے ہیں، ان کے بارے میں سنا ہے کہ انھوں نے اقوام متحدہ کے قوانین اور چارٹر کا بھی گہرائی سے مطالعہ کیا اور پھر تجزیہ اور تحقیق کرتے ہوئے ان میں اسلام کے خلاف قوانین اور شقوں کی نشاندہی فرمائی۔

اورنگ زیب عالمگیرؒ نے نوعمری میں ملکی آئین و دستور کا علم حاصل کرلیا تھا

اورنگزیب عالمگیر (المتوفی :۱۱۱۸ھ) جو ہندوستان میں ایک عادل اور منصف سلطان اور بادشاہ کی حیثیت سے مشہور ہیں، وہ کئی صوبوں کے گورنر بننے کے بعد پورے ہندوستان کے حاکم رہے۔ وہ نہ صرف ایک حاکم تھے بلکہ اس کے ساتھ وہ ایک بڑے بزرگ اور متبحر عالم بھی تھے، فتاوی عالمگیری ان کی سرپرستی میں مرتب ہوا، انھوں نے نوعمری اور جوانی میں سیاسی امور میں مہارت حاصل کی۔ حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ ان کے بارے میں لکھتے ہیں: ’’خلاصہ یہ کہ جملہ علوم وفنون کو مکمل طور پر حاصل کیا، عربی، فارسی، ترکی اور ہندی زبانوں میں پوری مہارت پیدا کی اور عربی و فارسی خط میں کمال حاصل کیا، اسی کے ساتھ فنون حربیہ، ملکی آئین، طریق جہانبانی ودستور فرمانروائی کا وہ بہترین سلیقہ فراہم کیا کہ اس ننھی سی عمر میں سب سے زیادہ پر آشوب صوبوں یعنی صوبجات دکن کی وہ کامیاب گورنری کی، کہ بعد کے کہنہ مشق حکام وافسران اس طرح کامیابی کے ساتھ حکومت نہ کرسکے‘‘۔ 2

---

1 تاریخ دارالعلوم دیو بند (محبوب رضوی)، ۲/۲۷۱۔

2 علماء ہند کا شاندار ماضی، ۱/۲۷۸۔

دوران تعلیم اکابر علماء کی عملی سیاست

بچپن سے حضرت شیخ الہندؒ کا سیاست سے تعلق

بچپن سے حضرت شیخ الہندؒ کا سیاست سے تعلق تھا اور بچپن سے ان کی سیاسی تربیت ہوئی تھی، حضرت مدنیؒ ان کے بارے میں لکھتے ہیں: ''حضرت شیخ الہندؒ کی عمر چھ یا سات برس کی تھی کہ ہنگامہ انقلاب آزادی ۱۸۵۷ء واقع ہوا، وہ اگرچہ ۱۸۵۷ء کے واقعات کو صغیر سنی کی وجہ سے پوری طرح نہیں دیکھ سکے تھے، مگر اجمالی طور پر یاد تھے، بڑے ہونے کے بعد اپنے والدین ماجدین اور اساتذہ اور گرد و پیش سے وہ انسانیت سوز مظالم اور درندگی و بربریت کے معاملات جو انگریزوں نے ہندوستانیوں کے ساتھ کئے تھے، سنتے اور معلوم کرتے رہے۔ ذہن ثاقب، طبعیت غیور، حافظہ نہایت قوی اور جرأت بے مثل قدرت نے عطاء فرمائی تھی، بنابریں تاریخی اطلاعات اور ان کی کھوج و تلاش اور ان کی یاد مثل دیگر امور علمیہ سینہ مبارکہ میں جاگزیں ہوتی گئی۔ پھر قدرت نے حضرت شمس الاسلام والمسلمین مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت شمس العلم والعلماء مولانا رشید احمد گنگوہیؒ قدس اللہ اسرارہما کے در دولت تک پہنچا کر شرف شاگردی اور حاضر باشی بارگاہ عطاء فرمایا... بہرحال حضرت شیخ الہندؒ میں ان دونوں بزرگوں اور بالخصوص حضرت نانوتویؒ کی صحبت، شاگردی اور خدمت کی وجہ سے وہ تمام حالات جن کی وجہ سے انقلاب ۱۸۵۷ء کی کوششیں ہندوستانیوں نے کی تھیں اور وہ واقعات جو اس جنگ آزادی میں پیش آئے تھے، معلوم ہو کر محفوظ ہو گئے تھے جن کی بناء پر وہ جذبہ حریت وایثار اور اس کی آگ اور امور حکومت پر تنقیدانہ نظر پیدا ہو گئی تھی کہ جس کی نظیر بجز قرون اولی عالم اسلام میں پائی جانی تقریباً ممتنع ہے''۔ 1

---

1 نقش حیات، ۱/۱۵۳، ۱۵۴۔

دورانِ تعلیم مفکرِ اسلام مولانا مفتی محمودؒ کی عملی سیاست

حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے ۱۹۳۷ء سے سیاست کا آغاز کیا اس وقت وہ طالبعلم تھے، ۱۹۴۱ء میں انہوں نے دورہ حدیث کیا، ۱۹۳۷ء کے انتخابات میں جمعیۃ علماء ہند اور مسلم یو پی انڈیا نے مسلم یونٹی بورڈ کے نام سے مشترکہ انتخابات میں حصہ لیا تو مفتی محمودؒ نے مسلم یونٹی بورڈ کے ایک رکن کے طور پر بھرپور حصہ لیا اور اس سلسلے میں متعدد مقامات کا پیدل سفر کیا۔ 1

دورانِ تعلیم امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدرؒ کی سیاسی سرگرمیاں

۱۹۴۰ء میں جب آپ دارالعلوم دیوبند میں زیرِ تعلیم تھے تو فرنگی دور چل رہا تھا، تحریک آزادی عروج پر تھی، انگریزی حکومت نے آپ کے استاذ محترم حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کو گرفتار کر لیا، حضرت مدنیؒ کی رہائی کے لئے دارالعلوم دیوبند کے طلباء کا جو پہلا جلوس نکالا گیا اس کی قیادت آپ نے کی۔ 2

سیاسی سرگرمیوں کے لئے تعلیمی تعطیلات

جنگ بلقان کے موقع پر دارالعلوم دیوبند کی تعلیمی تعطیل

بلقان اور طرابلس کی جنگ اور رنگین واقعات نے حضرت شیخ الہندؒ کے دل و دماغ پر نہایت عجیب اثر ڈالا، چنانچہ اس وقت حسب طریقہ استاذ اکبر مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے پوری جان توڑ کوشش اور امداد اسلام فرمائی، فتوی چھپوائے مدرسہ کو بند کر دیا، طلبہ کے وفود بھجوائے، خود بھی ایک وفد کے ساتھ نکلے چندے کئے اور ہر طرح سے مدد کی ترغیب دے کر ایک اچھی مقدار بھجوائی۔ 3

1 اقوال محمود، ص ۳۷۔

2 صوبہ سرحد کے علماء دیوبند کی سیاسی خدمات، ص ۱۶۱۔

3 علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے، ص ۱۴۱۔

ہندوستان کے مسلمانوں کو ترکوں سے ہمیشہ ہمدردی رہی ہے اس لئے جنگ بلقان سے بھی مسلمانان ہند سخت متأثر ہوئے ،علماء دیوبند اس تأثر میں آگے آگے تھے،حضرت شیخ الہندؒ تو سب سے زیادہ متأثر تھے،اس لئے ترکوں کی امداد کی خاطر ایک وہ وقت آیا جب کہ مدرسہ کو بھی ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ نومبر ۱۹۱۲ء میں بند کر دیا گیا اور تمام علمائے دیوبند اور طلبہ ہندوستان کے گوشے گوشے میں چندے کے لئے پھیل گئے ... علامہ شبیر احمد عثمانیؒ بھی بہر حال اسی دارالعلوم کے ہونہار اور قابل فرزند تھے، وہ کیسے خاموش رہ سکتے تھے چنانچہ آپ نے بھی اس سلسلے میں کوششیں کیں۔ 1

نیز جنگ بلقان اور طرابلس کے موقع پر حضرت شیخ الہندؒ کے ایماء سے دارالعلوم دیوبند کی طویل چھٹی کی گئی اور اساتذہ وطلباء اس جنگ کیلئے چندہ جمع کرنے میں مشغول ہوں گے،اس موقع پر حضرت شیخ الہندؒ کے زیر ہدایت حضرت مفتی محمد شفیعؒ (جو اس وقت پڑھتے تھے) نے بھی گاؤں گاؤں پھر کر چندہ جمع کیا۔ 2

دارالعلوم امینیہ کی تعلیمی تعطیل

جنگ بلقان کے موقع پر جب دارالعلوم دیوبند کو بند کر دیا تھا اور ترکوں کی امداد کے لئے چیزوں کی فراہمی کی خاطر دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ اور طلبہ کے وفود مرتب کئے گئے تھے،تو حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے بھی مدرسہ امینیہ بند کر دیا تھا،اور اساتذہ وطلبہ کو خدمت ملّی کے اسی کام پر لگا دیا تھا۔ 3

جمعیۃ علماء ہند کے جلسے کیلئے دارالعلوم دیوبند میں ایک ہفتہ تعطیلات

۱۹۴۵ء میں سہارنپور میں جمعیۃ علماء ہند کا ایک بار جلسہ ہو رہا تھا،اس کئے لئے

1 حیات عثمانی،ص ۲۰۱،۲۰۲۔

2 تذکرے،ص ۱۹۶۔

3 علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے (ضمیمہ)،ص ۵۶۔

دارالعلوم دیوبند میں ایک پورا ہفتہ تعطیل اور چھٹی ہوئی تھی۔

جمعیۃ علماء ہند کے جلسے کیلئے جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی تین دن تعطیلات

۱۹۴۵ء میں جمعیۃ العلماء کا مشہور جلسہ و اجلاس تین دن سہارنپور میں منعقد ہوا تھا، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ نے جامعہ مظاہر علوم کے منتظمین سے تین دن کی چھٹی کرنے کا کہا، ابتداء میں تو ناظم تعلیمات نے انکار کیا لیکن حضرت شیخ الحدیثؒ نے کہا کہ دارالعلوم دیوبند میں پورا ہفتہ چھٹی ہے تو ہم کو کم از کم تین دن کی چھٹی تو کرنی چاہیئے۔ گفت و شنید کے بعد بالآخر تین دن کی چھٹی کا فیصلہ کیا گیا۔ 1

حضرت مولانا مدنیؒ کی گرفتاری پر دارالعلوم دیوبند کے طلباء کا پرامن احتجاج

۱۳۶۱ھ میں حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کو حکومت نے سہارن پور سے گرفتار کر کے جیل بھیج دیا، جب اس کی اطلاع دارالعلوم دیوبند میں پہنچی تو اساتذہ، طلباء اور ذمہ داروں میں اضطراب اور غم و غصے کی لہر دوڑ گئی، شہر میں ہڑتال کر دی گئی اور تمام بازار بند ہو گئے، حضرت صدر مہتمم صاحب کی صدارت میں احتجاجی جلسہ منعقد کیا گیا ایسے اشتعال انگیز موقع پر طلباء اور نوجوانوں نے پرامن مظاہرہ کیا۔ 2

اکابرین دارالعلوم دیوبند کی زیر سرپرستی طلباء تنظیموں کا قیام

حضرت شیخ الہندؒ کی زیر سرپرستی ثمرۃ التربیت اور جمعیۃ الانصار کا قیام

حضرت شیخ الہندؒ نے دیوبند میں ایک جماعت بنام ثمرۃ التربیت قائم فرمائی، ایک عرصہ تک اس جماعت نے کام کیا اور پھر اس کو وسیع کرتے ہوئے جمعیۃ الانصار کے نام سے یہ تنظیم وجود میں آئی، جس کے ارکان میں مولانا عبیداللہ سندھیؒ

---

1 آپ بیتی، ج۱، حصہ۲/۱۰۴، ۱۰۵۔

2 تاریخ دارالعلوم دیوبند (محبوب رضوی)، ۱/۳۰۶، ۳۰۷۔

،علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ،مولانا محمد صادق سندھیؒ اور مولانا احمد علی لاہوریؒ وغیرہ تھے۔اس تنظیم نے ۱۹۱۰ء میں دارالعلوم دیوبند میں ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد کیا،اس جلسہ کے بعد جمعیۃ الانصار کا پہلا اجلاس ۱۹۱۱ء کومرادآباد میں منعقد ہوا پھر حضرت شیخ الہندؒ کے حکم سے ۱۹۱۳ء میں دیوبند سے منتقل ہو کر دہلی میں ''نظارۃ المعارف القرآنیہ'' کے نام سے کام شروع کیا۔ 1

جامعہ ملیہ کے قیام کے وقت حضرت شیخ الہندؒ کا طلباء سے خطاب

حضرت شیخ الہندؒ نے بالکل آخری عمر میں ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو علی گڑھ میں جامعہ ملیہ اسلامی یونیورسٹی کا سنگ بنیاد کے موقع پر خطبہ صدارت میں فرمایا: ''اے نونہالان وطن! جب میں نے دیکھا کہ میرے اس درد کے غمخوار مدرسوں اور خانقاہوں میں کم اور اسکولوں اور کالجوں میں زیادہ ہیں،تو میں نے اور میرے چند مخلص احباب نے ایک قدم علی گڑھ کی طرف بڑھایا اور اس طرح ہم نے ہندوستان کے دو تاریخی مقاموں دیوبند اور علی گڑھ کا رشتہ جوڑ دیا۔ میں نے اس پیرانہ سالی اور علالت ونقاہت کی حالت میں آپ کی اس دعوت پر اس لئے لبیک کہا کہ میں اپنی ایک گمشدہ متاع کو یہاں پانے کا امیدوار ہوں ، بہت سے نیک بندے ہیں جن کے چہروں پر نماز کا نور اور ذکر اللہ کی روشنی جھلک رہی ہے ،لیکن جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدارا جلد اٹھو اور اس امت مرحومہ کو کفار کے نرغے سے بچاؤ تو ان کے دلوں پر خوف وہراس مسلط ہو جاتا ہے، خدا کا نہیں بلکہ چند ناپاک ہستیوں کا اور ان کے سامان حرب وضرب کا''۔ 2

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی زیر سرپرستی جمعیۃ الطلبہ کا قیام

۱۹۱۹ء میں دارالعلوم دیوبند میں جمعیۃ الطلبہ کے نام سے طلباء کی ایک تنظیم

1 علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے،ص ۱۲۴،۱۳۸...۱۴۰،حیات عثمانی،ص ۹۹،۱۰۰۔

2 علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے،ص ۲۴۸۔

بنائی گئی علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس کے صدر اور غلام غوث ہزارویؒ جو اس وقت دارالعلوم دیو بند میں زیر تعلیم تھے وہ اس تنظیم کے ناظم اعلی مقرر ہوئے۔

مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی زیر سر پرستی جمعیت طلباء سندھ کا قیام

حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ پچیس سالہ جلا وطنی کاٹنے کے بعد جب وطن واپس لوٹے تو حیدر آبد سندھ کے پکا قلعہ میں دینی مدارس اور کالجز کے طلباء کا ایک مشترکہ کنونشن بلا کر پوری دنیا کی صورت حال کا خاکہ ان کے سامنے رکھا، اور ملت کے نوجوان طبقے کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلا کر جمعیۃ طلباء سندھ کی بنیاد رکھی۔

مولانا مفتی محمودؒ اور مولانا غلام غوث ہزارویؒ کی زیر سر پرستی جمعیت طلباء اسلام کا قیام

مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ اور مجاہد ملت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے زیر سر پرستی اکتوبر ۱۹۶۹ء کو لاہور میں جمعیت طلباء اسلام کی بنیاد رکھی گئی۔ 1

بچپن میں حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ کی تنظیمی سرگرمیاں

استاذ محترم مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی دامت برکاتہم العالیہ اپنے بچپن کا واقعہ ذکر فرماتے ہیں: ''ہمارے بزرگ تو اپنی جگہ کام کر رہے تھے، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ جو دارالعلوم دیو بند کے جلیل القدر محدث اور صحیح مسلم شریف کے استاد تھے ہمارے والد صاحبؒ نے مسلم شریف انہی سے پڑھی تھی، ہمارے والد صاحبؒ ابوداود پڑھاتے تھے، حکیم الامت حضرت تھانوی صاحبؒ کی ہدایت پر ان حضرات نے تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا، اور ہندوستان کے طول وعرض میں جلسے اور تقریریں کیں۔ پھر مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن

1 ماہنامہ الجمعیۃ، راولپنڈی، اپریل ۲۰۱۷ء، ص ۲۸، ۸۴، ۱۰۷۔

(مسلمان طلبہ کی جماعت) کے نام سے دیوبند میں ایک نوجوانوں کی تنظیم تھی وہ بھی پورے ملک میں پھیلی ہوئی تھی جس کا مرکز علی گڑھ تھا، ان کے جلوس آئے دن نکلتے رہتے تھے، تیسری ایک تنظیم ہم بچوں نے بنائی تھی جس کا نام تھا بچہ مسلم لیگ... چنانچہ ہم نے بچہ مسلم لیگ بنا رکھی تھی، دارالعلوم دیوبند کی جو مرکزی جامع مسجد تھی اس میں سب بچے مل کر جمعہ کی نماز پڑھتے تھے پھر ہمارا وہیں سے جلوس نکلتا تھا تقریبا (۶۰۰) بچے اس کے رکن تھے اور ہم یہ نعرے لگاتے ہوئے گشت کرتے تھے:

لے کے رہیں گے پاکستان　　　　دینا پڑے گا پاکستان...''۔ 1

طلباء کو سیاست سے بالکلیہ روکنے کے نقصانات

ا۔انگریز سامراج کا منصوبہ: عیسائیت میں مذہب اور سیاست الگ الگ ہیں، وہ اس نظریے کی ابتداء نوجوانوں سے کرنا چاہتی ہے کہ وہ اس نظریہ کا شکار ہو کر آگے وہی نوجواں اس نظریہ کے قائل ہو جائیں، انگریز ایک دم اپنا نظریہ مسلط نہیں کرنا چاہتے رفتہ رفتہ اپنے نظریے کو بڑے منصوبے کے تحت کامیاب کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے بقول: ''انگریز ہندوستان میں رفتہ رفتہ سو سال میں ملک کے بادشاہ بن گئے''۔ 2

اب اگر سیاست کو طلباء کے لئے شجرہ ممنوعہ قرار دیا جائے تو نوجوانی میں ان کو سیاست سے نفرت پیدا ہوگی، آگے جا کر فارغ ہونے کے بعد بھی سیاست سے وہ مانوس نہیں ہو سکتے، بہت ممکن ہے بلکہ واقع ہے کہ اس طرح کے طلباء فارغ ہونے کے بعد بھی سیاست سے دور اور لاتعلق ہوتے ہیں۔ اگر تمام مدارس میں طلباء کے لئے سیاست کو شجرہ ممنوعہ قرار دینے کا قانون وضع کیا جائے پھر تو کوئی طالبعلم عالم ہونے

1 تحریک پاکستان یوم آزادی اور ہماری ذمہ داریاں، ص ۷، ۸۔
2 نقش حیات، ۱/۱۵۸۔

کے بعد بھی سیاست میں حصہ نہیں لے گا اور بالآخر مذہب اور سیاست کے الگ الگ ہونے کا تصور عملی صورت بن کر وجود میں آئے گا۔

۲ سیکولر طبقہ کا غالب آنا: اس وقت سیکولر طبقہ اور مغرب زدہ جماعتیں نوجوانوں پر محنت کر رہی ہیں، اور سیاسی طور پر ان کو اپنے ہمنوا اور ہم مزاج بنا رہی ہیں جبکہ دوسری طرف مدارس میں نوجواں طلباء کے لئے سیاست ممنوع قرار دی جا رہی ہے، تو آگے جا کر ہمارے مدارس کے نوجواں سیاسی طور پر ان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے اور اس طور پر سیکولر جماعتیں غالب آ کر بخارا اور سمرقند کا نقشہ اور صورت حال سامنے آ سکتی ہے۔ مغربی تہذیب جو سیکولر جماعتیں نوجوانوں پر مسلط کرنا چاہتی ہیں یہ اسلام اور مذہبی طبقہ کے لئے چیلنج بن سکتی ہے۔

ایک دفعہ وفاق المدارس کی مجلس عاملہ کا اجلاس جامعہ خیر المدارس ملتان میں تھا جس میں بڑے بڑے اکابر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ، حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ جیسے جید اکابر علماء کرام شریک تھے، اجلاس میں حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ نے ان اکابر علماء کی موجودگی میں یہ فرمایا تھا: ''آنے والے دور میں اسلام کی جنگ عیسائیت، یہودیت اور ہندوازم کے ساتھ نہیں ہوگی کیونکہ عیسائیت اور یہودیت اب مذہب کے بجائے قوم بن چکی ہے، اب آئندہ سالوں میں اسلام کی جنگ اور مقابلہ مغربیت سے ہوگا۔ اب علماء کرام کے لئے عیسائیت اور یہودیت کے بجائے مغربی تہذیب چیلنج ہوگی۔ 1

بہرحال کسی دوسرے حضرات کے مزاج کے بجائے ہمیں دارالعلوم دیوبند کے ماحول اور اس کے مجموعی مزاج کو اپنانے کی ضرورت ہے کہ اس بارے میں

1 ماہنامہ وفاق المدارس العربیہ ملتان، اپریل ۲۰۱۸ء۔

دارالعلوم کا طریقہ کار اور مزاج کیا تھا، ظاہر ہے کہ دارالعلوم دیوبند نے سیاست کو شجرہ ممنوعہ قرار نہیں دیا ہے، اور نہ اس طرح کے وصول کئے جن کے تحت طلباء کے لئے سیاست اور قابل مواخذہ جرم ہو۔

طلباء کے لئے سیاست کو شجرہ ممنوعہ قرار دینے والے اکابر کے اقوال اور ان کا تجزیہ

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے قول کا تجزیہ

حضرت حکیم الامتؒ طلباء کے لئے سیاست کو ممنوع قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''میری رائے ہے کہ کسی تحریک میں بھی طالب علم کو شرکت کی اجازت نہیں ہونی چاہئے آئندہ کے لئے اس میں سخت نقصان ہے جو اس وقت محسوس نہیں ہوتا... طلبہ کو اس قسم کی کمیٹیوں اور جلسوں میں شرکت کی اجازت ہرگز نہیں دینی چاہئے''۔ 1

یہ حضرت حکیم الامتؒ کی ذاتی رائے تھی جس کو بعد میں کئی حضرات نے معمول بنا کر اس کو اس طور پر نقل کیا ہے جس سے معلوم اور ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سب اکابر علماء دیوبند کی رائے تھی، حالانکہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مفتی رشید احمد گنگوہیؒ اور حضرت شیخ الہند محمود الحسنؒ یہ تینوں حضرات جو دارالعلوم دیوبند کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں، ان سے اس طرح کی رائے منقول نہیں، بلکہ ہم پہلے اسی باب میں حضرت شیخ الہندؒ کے واقعات نقل کر چکے ہیں جن سے معلوم ہوا تھا کہ حضرت شیخ الہندؒ نے طلبہ کی تنظیم کی نہ صرف اجازت دی بلکہ سرپرستی بھی فرمائی اور تحریک بلقان کے مسلمانوں کے لئے مدرسہ کی چھٹی کروا کر اس تحریک میں طلباء کو بھی شامل کر دیا تھا۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی اس رائے کو دارالعلوم نے قبول نہیں کیا اور دارالعلوم دیوبند کے طلبہ برابر تحریکات میں حصہ لیتے رہے اور بالآخر حضرت حکیم

1 الافاضات الیومیہ، ۹۹/۱، ۱۲۱ بحوالہ اسلام اور سیاست، ص ۵۷۔

الامتؒ کو دارالعلوم دیوبند کی سرپرستی سے مستعفی ہونا پڑا۔

سیاست جو ایک مظلوم شعبہ بن چکا ہے اس کے بارے میں تو حضرت حکیم الامتؒ کی رائے اور مؤقف کو تو بڑے زور اور شور کے ساتھ اپنایا گیا ہے لیکن حضرت حکیم الامتؒ کے دوسرے موقفوں کو بالکل ترک کر دیا ہے، نہ ان کا تذکرہ کرتے ہیں اور نہ اپنی تصانیف و کتابوں میں نقل کرتے ہیں۔ مثلاً حضرت حکیم الامتؒ کا معمول یہ رہا کہ انہوں نے اپنی کسی تصنیف سے کبھی کسی قسم کا دنیوی مفاد حاصل نہیں کیا، یہاں تک کہ کسی کتاب کے طبع ہونے کے بعد اس کے نسخہ ملنے کی بھی توقع نہیں رکھی ان کی طرف سے عام اجازت تھی کہ جس تصنیف کو جو چاہے اور جتنی تعداد میں چاہے چھاپ سکتا ہے۔ 1

کیا آج کے مصنفین ان کے اس معمول اور اصول پر عمل کرتے ہیں کہ اپنی تصانیف کے بارے میں ان کی طرف سے طبع کرنے کی عام اجازت ہو اور کوئی مفاد رقم یا کتاب کے نسخوں کی صورت میں ان کو حاصل نہ ہو۔

اس طرح حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں: ''اپنے دوستوں کو یہی مشورہ دیتا ہوں کہ اگر اللہ تعالی نے ان کو کسی دینی مدرسہ میں درس و تدریس کا موقع نصیب فرمائے تو انتظام و اہتمام کو اپنے لئے قبول نہ کریں کیونکہ دونوں میں تضاد ہے۔ مدرس اور علمی خدمت کرنے والوں کے لئے یہی زیبا ہے کہ اپنے اسی شغل میں لگے رہیں مقامی اور ملکی سیاست سے یکسو رہیں''۔ 2

حضرت تھانویؒ نے مذکورہ عبارت میں مدرسین حضرات کو سیاست سے یکسو اور لاتعلق رہنے کا جس طرح مشورہ دیا ہے، اسی طرح انتظام و اہتمام کو درس و تدریس کے منافی قرار دیتے ہوئے مدرسین کو انتظام و اہتمام قبول نہ کرنے کا مشورہ بھی تو دیا ہے، تو کیا ہم ان کے اس مشورے پر عمل کر کے سیاست کی طرح مدرسین کو اس سے لا

1 اشرف السوانح، ۳/۸۱۔

2 تحفۃ العلماء، ۱/۳۸۔

تعلق رہنے کا اصل اور ضابطہ قرار دیں گے؟ آج تک کسی نے اس مشورے کو ضابطہ نہیں بنایا تو پھر صرف سیاست سے لاتعلق رہنے کو کیوں ضابطہ بنایا جارہا ہے۔

اس کے ساتھ یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ سیاست کے بارے میں حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے کچھ مخصوص تفردات بھی تھے، مثلاً عملی سیاست میں طلباء کی طرح علماء کی شرکت کے بھی وہ قائل نہیں تھے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں: ''اگر تم یہ چاہو کہ علماء اس سے آگے بڑھ کر سیاست میں عملی طور پر حصہ لیں، اور تمھارے سیاسی جلسوں اور مظاہروں میں شریک ہوا کریں تو یہ ان کا کام نہیں''۔ 1

جبکہ اس کے برخلاف دوسرے اکابرین علماء دیوبند حضرت شیخ الہندؒ، حضرت مدنیؒ، مفتی کفایت اللہؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ وغیرہ حضرات نے ملکی سیاست میں نہ صرف شرکت کی بلکہ قائدانہ کردار ادا کیا۔

اسی طرح ۱۹۲۰ء میں حضرت شیخ الہندؒ کی سرپرستی میں تحریک ترک موالات کے نام سے ایک تحریک چلی تھی، جس کا مقصد اس وقت کے حکمران انگریز سے ہر قسم کے تعلق اور تعاون کا انقطاع تھا، اس تحریک کی حمایت میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا مرتب کردہ فتویٰ حضرت شیخ الہندؒ اور دوسرے پانچ سو علماء کے دستخط سے جاری ہوا۔ 2 لیکن حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے انفرادی طور پر اس تحریک سے موافقت نہیں کی، بلکہ اس کو ممنوع اور فتنہ قرار دیا۔ 3

اسی طرح ترکی میں خلافت عثمانی کے استحکام اور حمایت میں حضرت شیخ الہندؒ اور دوسرے اکابر علماء نے ۱۹۱۹/۲۰ء میں ہندوستان میں تحریک خلافت کے نام سے ایک منظّم تحریک چلائی۔ حضرت مفتی محمد شفیعؒ نے بھی اس تحریک میں حصہ لیا تھا۔ 4

1 اسلام اور سیاست، ص ۷۰، بحوالہ الافاضات الیومیہ، ۱۰/۴۷۔

2 نقش حیات، ۲/۶۷۵۔

3 جواہر الفقہ، افادات اشرفیہ در مسائل سیاسیہ، ۵/۲۳۲۔

4 میرے والد میرے والد میرے شیخ اور ان کا مزاج و مذاق، ص ۱۱۷۔

لیکن حضرت تھانویؒ اس تحریک کے مخالف تھے۔حضرت مفتی محمد شفیعؒ اس بارے میں فرماتے ہیں: ''زمانہ تحریک خلافت میں قریب قریب سب نے رائے میں (حضرت حکیم الامتؒ کی) مخالفت کی ، اور پورے ہندوستان کے بڑے بڑے علماء کرام حضرت والا سے رائے کا اختلاف رکھتے تھے''۔ 1

حضرت مفتی محمد شفیعؒ جو حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے خلیفہ تھے،انہوں نے جب عملی سیاست میں حصہ لیا اور جمعیت علماء اسلام کے ناظم عمومی کی حیثیت سے کردار ادا کرنا چاہا، جو بظاہر حکیم الامتؒ کی رائے کی مخالفت تھی کہ علماء کو سیاست میں حصہ نہیں لینا چاہئے تو حضرت مفتی صاحبؒ نے حضرت حکیم الامت کی رائے سے مؤدبانہ الفاظ میں اختلاف کرتے ہوئے فرمایا: ''اہل حق کو سیاست کے لئے نہیں بلکہ دفاع عن الحق کے لئے اس میدان میں آنا چاہئے اور مقدور بھر اسلام کا دفاع کرنا میں فرض عین سمجھتا ہوں اور یقین ہے کہ اگر آج حضرت سیدی حکیم الامت قدس سرہ اس عالم میں تشریف فرما ہوتے تو اہل قدرت کو ہرگز اس وقت کی سیاست سے علیحدگی کا مشورہ نہ دیتے بلکہ شرکت کی ترغیب دیتے۔'' 2

بہر حال سیاست کے بارے میں حضرت حکیم الامتؒ کے مخصوص چند تفردات تھے،اس لئے علماء اور طلباء کی سیاست کے بارے میں دارالعلوم دیو بند کے مزاج اور عمل و کردار کو اپنانا زیادہ مناسب ہوگا۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے قول کا تجزیہ

آپ نے طلباء و اساتذہ سے فرمایا: ''کہ آپ کو ملکی سیاست کا علم ہونا ضروری ہے، البتہ جب مشغلہ میں مصروف ہیں اس وقت تک عملی سیاست میں قطعاً حصہ نہ لیں اور نہ کسی دوسری تنظیم کا رکن بنیں کیونکہ اس سے تحصیل علم میں خلل واقع ہوگا۔ 3

1 مجالس مفتی اعظم ،ص ۵۳۳۔ 2 جواہر الفقہ ،ملکی سیاست اور علماء ۲/ ۶۴، ۶۵۔

3 مجالس مفتی اعظم ،ص ۶۲۸۔

حضرت مفتی صاحبؒ نے کم از کم علمی سیاست کو تو لازم اور ضروری قرار دیا، جبکہ آج کے ماحول میں طلباء کے لئے مطلقاً سیاست کو شجرہ ممنوعہ قرار دیا جارہا ہے، پھر اگر مفتی صاحبؒ طلباء و اساتذہ کے لئے عملی سیاست ممنوع قرار دے رہے ہیں تو وہ تو مدرسین کے لئے عہدہ اہتمام اور انتظام قبول نہ کرنے کی تجویز اور مشورہ بھی تو دے رہے ہیں، چنانچہ مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں: ''اپنے دوستوں کو یہی مشورہ دیتا ہوں کہ اگر اللہ تعالی نے ان کو کسی دینی مدرسہ میں درس و تدریس کا موقع نصیب فرمائیں تو انتظام واہتمام کو اپنے لئے قبول نہ کریں کیونکہ دونوں میں تضاد ہے۔ مدرس اور علمی خدمت کرنے والوں کے لئے یہی زیبا ہے کہ اپنے اسی شغل میں لگے رہیں، مقامی اور ملکی سیاست سے یکسو رہیں''۔ 1

حضرت مفتی صاحبؒ نے مذکورہ عبارت میں ملکی سیاست سے یکسو رہنے کے ساتھ مدرسین کو اہتمام اور انتظام قبول نہ کرنے کا بھی مشورہ دیا ہے۔ تو کیا اس پر عمل ہو رہا ہے یا اس کی ترغیب تقریراً و تحریراً دی جارہی ہے کہ کوئی مدرس اہتمام و انتظام کو قبول نہ کرے۔ اگر ان کے اس مشورے پر عمل نہیں ہوتا تو پھر سیاست نے کیا گناہ کیا ہے کہ اس بارے میں ان کے قول کو سند قرار دیا جارہا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کے قول کا تجزیہ

حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ فرماتے ہیں: ''میں تو طلبہ کی (سیاست میں) ہر قسم کی عملی شرکت کو ان کے لئے سم قاتل سمجھتا ہوں، ممکن ہے کہ میرے بعض اکابر میرے اس خیال کی زور وشور سے تردید فرمائیں اور بہت ممکن ہے کہ حق بھی وہی ہو جو وہ ارشاد فرمائیں، کیوں کہ بہر حال وہ میرے بڑے ہیں اور میری رائے ان کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں''۔ 2

---

1 مجالس مفتی اعظم، ص ۴۰۵۔

2 الاعتدال فی مراتب الرجال (اسلامی سیاست)، ص ۴۵۔

حضرت شیخ الحدیثؒ نے مذکورہ رائے کو اپنی ہی رائے قرار دیتے ہوئے اس کے مقابل میں بعض اکابر کی رائے کے حق ہونے کا امکان بھی ظاہر فرمایا ہے۔ پھر ہم نے اسی باب میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کا واقعہ ذکر کیا جس میں انہوں نے سہارن پور میں جمعیت علماء ہند کے منعقدہ اجلاس و جلسے کے لئے جامعہ مظاہر علوم کے طلبہ کی تین دن کی چھٹی اور تعطیل کروائی تھی، کیا یہ طلبہ کی عملی سیاست میں شرکت نہیں؟ اصل میں ایک قول کو سامنے اور دوسرے کو بالکل نظر انداز کرنا درست نہیں، دونوں کو سامنے رکھ کر نتیجہ اخذ کرنا چاہئے۔ہم نے جب شیخ الحدیث صاحبؒ کے دونوں قولوں کو سامنے رکھا تو اس نتیجے کو اخذ کیا کہ دوران تعلیم سیاست میں اس طور پر حصہ لینا کہ جس سے تعلیم میں خلل واقع ہوتا ہو، تو اس طور پر شرکت یا حصہ لینے کو ہم بھی درست نہیں سمجھتے، لیکن ساتھ طلباء کے لئے سیاست بالکل ممنوع قرار دینا بھی درست نہیں سمجھتے ہیں۔ فارغ اوقات یا تعطیلات میں کوئی طالب علم سیاسی سرگرمی یا حصہ لے تو اس میں مضائقہ نہیں۔

پھر حضرت شیخ الحدیثؒ نے اگر مذکورہ عبارت میں طلباء کے لئے عملی سیاست کو سم قاتل اور ممنوع قرار دیا ہے، تو کتاب کے اسی صفحہ میں طلباء کے لئے بیعت سے انکار کو بھی اپنے اسلاف کا طریقہ بتا دیا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں: ”ہمارے اکابر اور اکابر کے اکابر ہمیشہ سلوک ان کی جان رہا ہے اور گویا علمی مشغلہ کے ساتھ ان حضرات کے یہاں یہ سلسلہ بھی جز لاینفک کے قبیل سے رہا ہے، مگر خلفاً عن سلف سب کے سب قاطبۃً طلباء کو بیعت سے انکار ہی فرماتے رہے، حالانکہ ان حضرات کے یہاں یہ جز کتنا ضروری سمجھا جاتا ہے مگر طلب علم کے اسکو بھی منافی سمجھتے ہیں“۔ 1

تو کیا ہم نے تحریراً یا تقریراً سیاست کی طرح طلباء کے لئے بیعت سے

1 الاعتدال فی مراتب الرجال (اسلامی سیاست)، ص ۴۵۔

انکار یا اس پر پابندی لگا دی ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے تو پھر سیاست کے ساتھ بھی وہی معاملہ اختیار کرنا چاہئے جو بیعت کے ساتھ اختیار کیا جاتا ہے۔

شیخ الحدیثؒ اور رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰنؒ کے صاحبزادہ کا واقعہ

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن رئیس الاحرارؒ نے اپنے صاحبزادہ مولانا انیس الرحمٰن کو تعلیم کے لئے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی تربیت میں داخل کرانا چاہا تو حضرت شیخ الحدیثؒ نے چار شرائط لگا کر اجازت دی: (الف) اخبار دیکھنے کی بالکل اجازت نہیں ہوگی۔ (ب) کسی جلسے میں جانے کی اجازت نہیں ہو گی۔ (ج) اجازت کے بغیر مدرسہ سے نہیں نکلے گا۔ (د) دوسرے طلباء سے تعلقات نہیں رکھیں گے۔ 1

ایک بڑے حضرت نے چند سال پہلے ختم بخاری کے اجتماع میں مذکورہ واقعہ ذکر کیا، تاکہ طلباء سیاسی جلسوں میں شرکت نہ کریں اور دلیل کے طور پر اس واقعہ کو ذکر کیا۔ حالانکہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ نے چند سال کے بعد مولانا انیس الرحمٰن کو جلسوں میں جانے کی اجازت دی تھی، مذکورہ حضرت نے اس کا ذکر نہیں کیا اور یہ ظاہر کیا کہ ہمارے اکابر طلباء کو مطلقاً سیاسی جلسوں میں جانے سے روکتے تھے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے خود ذکر فرمایا: ''کہ اس نے پہلی دو شرطوں پر امید سے بہت زیادہ عمل کر کے دکھلایا حتی کہ ایک دو سال بعد میں نے مضرت نہ سمجھ کر اکابر کی تقریروں اور جلسوں میں جانے کی اجازت دی''۔ 2

جہاں تک عملی سیاست سے پڑھنے میں خلل اور حرج کی بات ہے تو ہم پہلے اسکا تذکرہ کر چکے ہیں کہ نقصان اور خلل اس وقت پیدا ہوتا ہے جب اعتدال نہ ہو۔

---

1 آپ بیتی، ۱۹/۲، ۲۰۔

2 آپ بیتی، ۲۱/۲۔

اعتدال کے ساتھ اگر کام کیا جائے تو ان شاء اللہ نہ خلل اور نقصان پیدا ہوگا اور نہ کوئی حرج لازم آئیگا۔ حضرت مولانا مفتی محمودؒ اور حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ کے واقعات ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ یہ حضرات دوران تعلیم بھی عملی سیاست میں شریک ہوتے تھے حالانکہ ان حضرات کے علم اور محقق ہونے سے کوئی انکار نہیں کرسکتا ہے۔ اسی طرح ہمارے سامنے ہمارے اساتذہ کی ایک بڑی تعداد ہے جو دوران تعلیم سیاسی جماعت سے وابستگی اور جماعتی نظم سے منسلک رہے اور پھر وہ حضرات وقت کے بڑے مدرس اور عالم ثابت ہوئے، اس کے برخلاف ایک بڑی تعداد ہمارے سامنے ایسی ہے جو دوران تعلیم اور عالم بننے کے بعد بھی ان کا سیاسی تعلق نہیں رہا لیکن علمی اعتبار سے وہ بہت کمزور ہے۔ علم کی پختگی کا تعلق استعداد، محنت اور شوق سے ہے۔ جس طرح سیاست میں زیادہ مصروف اور سرگرم رہنے سے تعلیم میں حرج اور کمزوری پیدا ہوتی ہے، اسی طرح ہمارے سامنے ان طلبہ کی بھی مثالیں ہیں جو دوران تعلیم جہاد، تبلیغ یا تصوف کی لائن میں زیادہ سرگرم ہونے کی وجہ سے ان کی تعلیم اور علمی حیثیت کمزور ہے، تو کیا ان شعبوں پر سیاست کی طرح شجرہ ممنوعہ کے طور پر پابندی ہے؟۔

الحاصل: بعض اکابرؒ نے اگر کچھ خدشات کی وجہ سے یا اپنے مزاج کے مطابق طلباء کے لئے سیاست کو ممنوع قرار دیا ہو، جب دارالعلوم دیوبند کا مجموعی مزاج اس کے برخلاف ہو تو پھر اس طرح کی پابندی کو قانون کلی نہیں بنانا چاہیئے۔

باب ہفتم: دارالعلوم دیوبند کے اصحاب سیاست وعزیمت

ارباب اہتمام اور سیاست

بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

سوانح حیات

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بن شیخ اسد علی ۱۲۴۸ھ/۱۸۳۲ء کو قصبہ نانوتہ میں پیدا ہوئے، آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیقؓ سے جا کر ملتا ہے۔ آپ نے اکثر کتابیں حضرت مولانا مملوک علیؒ سے پڑھیں، ان سے علوم وفنون کی تکمیل کے بعد حضرت مولانا شاہ عبد الغنیؒ سے دورہ حدیث پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔ اور فراغت کے بعد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے بیعت ہوئے۔ ۴ جمادی الاولی ۱۲۹۷ھ/۱۵ اپریل ۱۸۸۰ء بروز جمعرات ۴۸ سال کی عمر میں رحلت فرما گئے۔ 1

حضرت نانوتویؒ کی قدر ومنزلت اکابر ومشاہیر کی نظر میں

حضرت حاجی امداد اللہ مکیؒ نے حضرت نانوتویؒ کے بارے میں فرمایا ہے: ’’ایسے لوگ کبھی پہلے زمانہ میں ہوا کرتے تھے، اب مدتوں سے نہیں ہوتے۔ 2

حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ جو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے ہم عصر، ایک استاذ کے شاگرد اور دونوں پیر بھائی تھے، وہ فرماتے ہیں: ’’کہ ہم دونوں ایک ساتھ

1 بانی دارالعلوم دیوبند، ص ۸،۵۶۔

2 تاریخ دارالعلوم دیوبند (محبوب رضوی)، ۱/۱۱۵۔

رہے، مگر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے کمالات کا اثر ہمارے قصور استعداد سے ہم میں ظاہر نہ ہوا"۔ 1

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ جو حضرت نانوتویؒ کے شاگرد خاص تھے، فرماتے ہیں: "میں نے اس کا التزام کیا کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تصانیف دیکھ کر حضرت نانوتویؒ کے درس میں حاضر ہوتا اور وہ باتیں پوچھتا جو حضرت شاہ صاحبؒ کی کتب میں مشکل ہوتی تھیں، حضرت شاہ صاحبؒ کی کتابوں میں جو انتہائی جواب ہوتا تھا وہ حضرت نانوتویؒ اول ہی دفعہ فرما دیتے تھے، بارہا اس کا تجربہ کیا"۔ 2

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں: "اگر حضرت نانوتویؒ کی کتابوں کا ترجمہ عربی میں کر دیا جائے اور نام نہ بتایا جائے، تو یہی کہا جائیگا کہ یہ کتابیں امام رازیؒ یا امام غزالیؒ کی لکھی ہوئی ہیں"۔ 3

امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ فرمایا کرتے تھے: "کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی حکمت کے لئے زینہ اور سیڑھی صرف حکمت قاسمیہ ہے، جس سے گذرے بغیر آدمی ولی اللٰہی مدارک تک کما حقہ نہیں پہنچ سکتا"۔ حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ فرماتے ہیں: "حضرت قاسم العلوم مولانا محمد قاسم نانوتویؒ حضرت شاہ ولی اللہؒ، شاہ عبد العزیزؒ، شاہ محمد اسحاقؒ اور شاہ عبد الغنیؒ کے علوم کا نچوڑ اور ان کے دینی تفقہ کا خلاصہ تھا"۔ 4

1 حالات طیب، ص ۳۳۔

2 علماء دیوبند کے واقعات و کرامات، ص ۶۷۔

3 اکابر علماء دیوبند، ص ۲۶۔

4 تاریخ دار العلوم دیوبند (محبوب رضوی)، ۱/۲۱، ۲۲۔

جنگ آزادی میں حضرت نانوتویؒ کا مجاہدانہ کردار

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اور جہاد کے سلسلے میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ امیر تھے، جبکہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سپہ سالار اور حضرت مفتی رشید احمد گنگوہیؒ قاضی تھے۔مولانا شیخ محمد تھانویؒ نے جب اس بارے میں یہ اشکال اٹھایا کہ دشمن کے مقابلے میں ہم بہت کمزور اور تعداد میں بہت کم ہیں،تو حضرت نانوتویؒ نے جواب میں فرمایا: کہ کیا ہماری تعداد بدر والوں سے بھی کم ہے؟۔حضرت مولانا حافظ ضامن شہیدؒ نے یہ جواب سن کر فرمایا: کہ بس ہوگیا، ہم مطمئن ہیں۔ 1

حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ فرماتے ہیں: ''۱۸۵۷ء میں لوجہ اللہ استخلاص وطن کے لئے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند نے جنگ آزادی میں قائدانہ حصہ لیا، توپ وتفنگ سے انگریزوں کا مقابلہ کیا اور بازیافت وطن کی ایک مثال قائم کردی۔خلافت ترکیہ پر روسی یلغار کے وقت حضرت نانوتویؒ نے خلافت کی بقاء وتحفظ پر مسلمانوں کی آواز کو متحد بنایا اور ترکوں کی مالی امداد کے لئے نہ صرف چندہ کر کے ہزار ہا روپیہ ہی ترکوں کی امداد کے لئے بھجوایا، بلکہ خود اپنے گھر بار کا سارا اثاثہ بھی اس امداد میں لگا دیا''۔ 2

ہندوستان کی آزادی کی جدوجہد ابتدا میں صرف مسلمانوں نے شروع کی، حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا، تو حقیقتاً آزادی کا سنگ بنیاد ان اکابر ملت نے اس وقت رکھا جب آزادی کے تصور سے بھی اس ملک کے دل ودماغ خالی تھے، وہ شاہ ولی اللہؒ کے جانباز شاگردوں کی جماعت تھی جو دو برس سے اس سعی میں نہ صرف قلم اور روشنائی سے بلکہ شمشیر اور خون سے مقابلہ کر رہی تھی۔۱۸۵۷ء میں بانی

---

1 نقش حیات، ۱/۴۵۱، ۴۵۲۔

2 علماء دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج، ص ۴۷۔

دارالعلوم دیو بند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اس آزادی کے سب سے بڑے داعی، حامل اوراس جوش کے بڑے امین تھے۔ 1

حضرت نانوتویؒ کی سیاسی خدمات

حضرت نانوتویؒ ایک طرف اگروہ ایک بڑے محقق عالم اور دارالعلوم دیو بند کے بانی نظر آتے ہیں تو دوسری طرف میدان جہاد کے مجاہد اور میدان سیاست کے قائد بھی معلوم ہوتے ہیں۔اس بارے میں حضرت مولانا سید محبوب رضوی صاحب فرماتے ہیں:''قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ جواس تعلیمی تحریک کے قافلہ کے سالار اور روح رواں تھے،تو ساتھ انھوں نے علمی،تعلیمی،تبلیغی،تصنیفی، سیاسی اور معاشرتی امور میں برصغیر کے مسلمانوں کی عظیم الشان اور گراں قدر خدمات بھی انجام دی ہیں''۔ 2

۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی کے ناکامی کے بعد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب،حضرت مولانا شاہ عبدالغنیؒ اور حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ مکہ معظّمہ میں مقیم ہوگئے، وہاں پر دین کی تعلیم اور خدمت جاری رکھی ، جبکہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ،مفتی رشید احمد گنگوہیؒ،مولانا محمد مظہرؒ اور مولانا محمد منیر نانوتویؒ ہندوستان میں رہ کر تحریک نشاۃ ثانیہ کے طور پر انھوں نے دارالعلوم دیو بند، جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور اور جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد جیسے ادارے قائم کردیئے۔ان بزرگوں کے عقیدے کے مطابق وطنی سیاست اور جدو جہد آزادی ایک فرض کی حیثیت رکھتی تھی۔ 3

حضرت نانوتویؒ کا وارنٹ گرفتاری

---

1 خطبات حکیم الاسلام،۵۰۲،۵۰۱/۶۔

2 تاریخ دارالعلوم دیو بند،۱۵۲/۱۔

3 علماء دیو بند کا شاندار ماضی،۸۵۹/۴۔

حکومت سے بغاوت کے الزام میں حضرت نانوتویؒ کا وارنٹ گرفتاری جاری ہوا تو تین دن تک وہ روپوش رہے، اس کے بعد مکان سے باہر نکل آئے، لوگوں نے اصرار کیا کہ اس طرح نہ کریں گرفتاری کا خطرہ ہے، تو فرمایا: کہ جناب رسول اللہ صلی علیہ وسلم صرف تین دن تک روپوش رہے ہیں وہ سنت پوری ہوگئی، اب روپوش ہونا خلاف سنت ہوگا، کسی کی بات نہ مانی اور قرب وجوار کے مقامات میں پھرتے رہے۔ گرفتاری کی پوری کوشش جاری تھی مگر حفاظت الٰہی ساتھ تھی اس لئے یہ کوشش کامیاب نہ ہوسکی، ایک دفعہ مسجد میں تھے کہ اس دوران اہلکار آ گئے، آپ اپنی جگہ سے کچھ ہٹ گئے، افسر آپ کو پہچان نہ سکا مسجد میں داخل ہونے کے بعد پوچھا مولوی قاسم کہاں ہیں؟، آپ نے پہلی جگہ کی طرف اشارہ کر کے بولا کہ ابھی یہاں تھے، دیکھ لو کہیں مسجد میں ہوگا، وہ ڈھونڈ نے دوسری طرف گیا اور آپ مسجد کے دروازے سے نکل کر جنگل کی طرف چلے گئے۔ افسر اور سپاہیوں نے مسجد میں چاروں طرف کونے کونے اور حجروں کو خوب دیکھا مگر آپ ہاتھ نہ آسکے۔ اسی طرح ہر جگہ پر مخبریاں ہوتی رہیں اور اہلکار آتے رہے مگر حضرت نانوتویؒ ان کے ہاتھ نہ آتے۔ 1

قیام دارالعلوم دیوبند ایک مجددانہ کارنامہ

اکابرین دیوبند نے دین کی جو خدمات سرانجام دی ہیں ان کی وجہ سے سب اپنی اپنی جگہ مجدد کہلانے کا مستحق ہیں، تاہم بندہ کے خیال میں چار حضرات ایسے ہیں کہ ان کے مجددانہ کارناموں اور خدمات کی وجہ سے ان کو مجددین شمار کرنا زیادہ ظاہر ہے۔ ایک حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ہیں، جن کے دور اور زمانے میں مدارس تقریباً ختم ہو چکے تھے، آپ نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے الہامی طور پر دار العلوم دیوبند کے قیام کا فیصلہ کیا جو یقینی طور پر وقت کا اہم اور مجددانہ کارنامہ ہے۔

---

1 نقش حیات، ۲/۴۶۸۔

دوسرے شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ ہیں ، جنھوں نے علماء اور صوفیاء کو مدارس اور خانقاہوں کی چار دیواری سے باہر نکال کر ملکی اور بین الاقوامی تحریکات ، سیاسیات اور حالات سے ان کے جوڑنے اور سرگرم عمل ہونے کی کوشش کی۔ تیسرے حضرت مولانا محمد الیاسؒ ہیں ، جنھوں نے عام عوام کو دین سے وابستہ کرنے اور دعوت تبلیغ کی ذمہ داری کو آسان اور عام فہم طریقے سے رائج کرنے کی کامیاب جدوجہد کی ۔ چوتھی شخصیت مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ ہیں ، جنھوں حالات کا ادراک کرتے ہوئے پارلیمنٹ میں علماء کی ضرورت محسوس کی اور جماعتی اور اجتماعی طور پر علماء اور مذہبی طبقے کو پارلیمنٹ تک پہنچنے کا اقدام کیا اور مجددانہ کارنامہ انجام دیا ، اور بحیثیت پارلیمانی لیڈر ، قائد حزب اختلاف اور صوبائی وزیر اعلی عملی طور پر یہ ثابت کردیا کہ اب بھی علماء ہی حکومت کرنے اور چلانے کا مستحق ہیں۔

حضرت مولانا حبیب الرحمان عثمانیؒ اور سیاست

سوانح حیات

حضرت مولانا حبیب الرحمان عثمانیؒ دیوبند میں پیدا ہوئے ، ان کے والد حضرت مولانا فضل الرحمان عثمانیؒ کا شمار دارالعلوم دیوبند کے بانیوں میں ہوتا ہے ، بنائے دارالعلوم میں وہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے معاون اور رفیق خاص تھے۔ مولانا حبیب الرحمان عثمانیؒ حضرت مفتی عزیز الرحمانؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے بھائی تھے۔ آپ نے شروع سے آخر تک تعلیم دارالعلوم دیوبند میں حاصل کی ، ۱۳۰۰ھ میں حضرت مولانا شیخ الہندؒ سے دورہ حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی ، اور پھر مفتی رشید احمد گنگوہیؒ سے بیعت کر کے ان کے خلیفہ مجاز بن گئے ۔ ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء میں ان کو دارالعلوم دیوبند کا نائب مہتمم بنادیا گیا اور ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ء میں مستقل مہتمم بن

گئے۔ ۴رجب ۱۳۴۸ھ /۱۹۲۹ میں آپ اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے۔

علمی و عملی مقام مشاہیر کی نظر میں

حضرت علامہ شاہ انور شاہ کشمیریؒ فرمایا کرتے تھے: ’’اگر مجھ پر کسی کے علم کا اثر پڑتا ہے تو وہ مولانا حبیب الرحمان عثمانی ہیں‘‘۔ 1

حضرت مولانا احسن مناظر گیلانیؒ فرماتے ہیں: ’’دار العلوم دیو بند کا سارا ماحول اس زمانے میں اسباق ہی اسباق سے لبریز تھا، فقیر نے باضابطہ دار العلوم کے مہتممین یعنی مہتمم اعظم حضرت مولانا حافظ محمد احمدؒ صاحب اور مہتمم واقعی حضرت مولانا حبیب الرحمانؒ سے کوئی کتاب نہیں پڑھی تھی، لیکن یہ نہیں کہہ سکتا ہوں کہ ان بزرگوں کی عملی زندگی سے مسلسل جو درس ملتا رہا، اس کی تفصیل کے لئے ایک مستقل کتاب ہی کی ضرورت ہے‘‘۔ 2

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں: ’’حضرت مولانا حبیب الرحمان عثمانیؒ کا اسم گرامی ہمارے بزرگوں میں بہت نمایاں ہے، آپ دار العلوم دیو بند کے مہتمم تھے اور اس انتظامی مصروفیت کی بنا پر آپ کا علمی و عملی مقام لوگوں پر واضح نہ ہوسکا، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ علمی اور عملی دونوں حیثیتوں سے اللہ تعالی نے آپ کو عجیب کمالات عطا فرمائے تھے۔ آپ کو عربی ادب کا بڑا ستھرا ذوق تھا اور آپ کی عربی تحریریں بڑی چست اور ادیبانہ ہوتی تھیں، آج کل دار العلوم دیو بند کے فضلاء کو جو سند دی جاتی ہے اس کا پورا مضمون حضرت ہی کا مرتب فرمایا ہوا ہے‘‘۔ 3

حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ فرماتے ہیں: ’’حضرت مولانا حبیب الرحمان عثمانیؒ دار

---

1 تاریخ دار العلوم دیو بند (محبوب رضوی) ۲/۵۹، ۶۰۔

2 احاطہ دار العلوم میں بیتے ہوئے دن، ص ۱۹۱۔

3 اکابر علمائے دیو بند، ص ۹۱۔

العلوم دیوبند کے چھٹے مہتمم تھے، حق تعالی نے آپ کو دین کا خاص فہم عطا فرمایا تھا، آپ کی دانش وتدبیر مشہور زمانہ تھی، ادبیات کے ماہر تھے، عربی نظم ونثر دونوں پر کمال قدرت رکھتے تھے، دارالعلوم کے نظم ونسق نے آپ کے تدبر ودانش سے عظیم استفادہ کیا"۔ 1

سیاسی بصیرت وانتظامی صلاحیت

حضرت مولانا حبیب الرحمان عثمانیؒ فہم وفراست، علم وفضیلت، دانائی وسیاست میں بلند شخصیت کے مالک تھے، وہ علم اور فراست کے مجسمہ تھے۔ ان کا تدبر اور انتظام دارالعلوم دیوبند کی تاریخ میں ضرب المثل سمجھا جاتا ہے، دارلعلوم کی ترقی میں ان کی خدمات اور خداد صفات کو بڑا دخل حاصل ہے، اس بارے میں ان کی حیثیت یگانہ روز تسلیم کی جاتی تھی، عام خیال ہے کہ اگر آپ کو ملکی سیاست میں بھی اتنا شغف ہوتا جیسا کہ دارالعلوم کے ساتھ تھا تو آپ ہندوستان کے سب سے بڑے سیاسی لیڈر ثابت ہوتے۔ 2

حضرت مفتی محمد شفیعؒ نے فرمایا: "اللہ تعالی نے آپ کو انتظامی اور سیاسی سوجھ بوجھ اس قدر غیر معمولی عطا فرمائی تھی کہ درحقیقت وہ وزیر بننے کے لائق انسان تھے، دارالعلوم دیوبند پر سخت سے سخت حالات آئے، بڑی بڑی شورشیں اٹھیں لیکن اس بندہ خدا کو کبھی ہراساں یا پریشان نہیں دیکھا، سنگین سے سنگین حالات میں بھی ان کے اطمینان اور خود اعتمادی میں کبھی فرق آتا نہیں دیکھا"۔ 3

جمعیت علماء ہند میں کردار

حضرت مولانا حبیب الرحمان عثمانیؒ ایک متبحر عالم اور عربی کے بہترین ادیب

---

1 تاریخ دارالعلوم دیوبند (قاری محمد طیب)، ص ۶۱، ۶۲۔

2 تاریخ دارالعلوم دیوبند (محبوب رضوی)، ۲/ ۵۹، ۶۰۔

3 اکابر علمائے دیوبند، ص ۹۲، ۹۳۔

تھے، آپ کا تدبر، سیاست، فراست، انتظام، دوراندیشی اور دور بینی ضرب المثل تھی اور دارالعلوم دیوبند میں ہمیشہ بےنظیر سمجھی جاتی تھی۔ دارالعلوم دیوبند کی حیرت انگیز ترقی میں جس طرح روحانی امور کا دخل ہے، بلا شبہ حضرت عثمانیؒ کی خداداد صفات کو بھی دخل ہے۔ ساتھ میدان سیاست بھی آپ سے محروم نہیں رہا، آپ جمعیت علماء ہند کے بہترین مشیر رہے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے خصوصی طور پر یہ وصیت فرمائی تھی کہ جمعیت علماء ہند کو دو آدمی نہیں چھوڑنا چاہیے، ایک حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ اور دوسرے حضرت مولانا حبیب الرحمان عثمانی صاحبؒ۔ 1

ملکی سیاست میں آپ کو ید طولی حاصل تھا، جمعیت علماء ہند کے مقتدر اور صاحب اثر ممبر تھے، آپ جمعیت علماء ہند کے اجلاسوں میں شرکت اور تجاویز فرماتے، جمعیت کا اجلاس چہارم دسمبر ۱۹۲۲ء بمقام ''گیا'' ہندوستان آپ ہی کی صدارت میں منعقد ہوا تھا، اس میں انھوں نے خطبہ صدارت پیش کیا جس کو سن کر علماء اور لیڈران قوم عش عش کر اٹھے۔ 2

بہر حال مذکورہ معروضات سے یہ بات معلوم اور ثابت ہوگئی کہ دارالعلوم دیوبند کے بانی اور مہتمم صاحبان ملکی اور بین الاقوامی سیاست سے لاتعلق نہیں تھے، انھوں نے نہ اپنے آپ کو مدرسے کی چار دیواری تک محدود رکھا اور نہ ان کا عہدہ اہتمام سیاست کے لئے مانع اور رکاوٹ بنا۔

دارالعلوم دیوبند کے شیوخ الحدیث اور سیاست

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ اور سیاست

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ ۱۲۶۸ھ/۱۸۵۱ء کو بریلی میں پیدا

1 علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے، ص ۲۶۹، ۲۷۰۔

2 حیات عثمانی، ص ۴۲۔

ہوئے ،اس وقت ان کے والد ماجد حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحبؒ بریلی میں ملازم تھے۔آپ کی تعلیم کا آغاز چھ سال کی عمر میں ہوا،قرآن مجید اور فارسی کی کچھ کتابیں مولانا عبداللطیف صاحبؒ سے پڑھیں ،ابھی قدوری وغیرہ کتابیں پڑھ رہے تھے کہ۱۸۶۶ء میں دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں لایا گیا،آپ اس مدرسہ کے پہلے طالب العلم تھے،۱۲۸۶ھ میں آپ کی تعلیم مکمل ہوگئی۔اس کے بعد دارالعلوم دیوبند میں مدرس مقرر ہوئے ،اور ۱۳۰۸ھ میں دارالعلوم کے تیسرے صدر مدرس اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے۔ 1

یاداور تذکرہ شیخ الہندؒ

حضرت شیخ الہندؒ کے تذکرے کے ساتھ تین چیزیں ذہن میں آتی ہیں :

(الف) دارالعلوم دیوبند:اس لئے کہ وہ دارالعلوم کے پہلے طالب العلم تھےاور پھرآگے جاکرصدر مدرس،شیخ الحدیث اوراستاذ الکل بنیں،توضروران کےتذکرےاورنام کے ساتھ دارالعلوم دیوبند کا تذکرہ اورنقشہ ذہن میں آتا ہے۔(ب) انقلابی زندگی: آپ کی زندگی جدوجہداورانقلاب سے عبارت ہے،آپ انقلابی تحریکات کے معمار ہیں،تو آپ کےتذکرےاورنام کےساتھ انقلابی تحریکات کی طرف ذہن ضرور منتقل ہوتا ہے۔

(ج) جمعیت علماء: جمعیت علماء ہند کا قیام آپ کی زندگی کا آخری بڑا کارنامہ ہے،مالٹا قید سے واپسی پر جمعیت علماء ہند کی قیادت وصدارت آپ کوتفویض کی گئی،لہذا آپ کے نام کے ساتھ جمعیت علماء کا قیام اورتاریخ وکردار بھی سامنے آتا ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ کی علمی وسیاسی بصیرت

حضرت شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ حضرت شیخ الہندؒ کی علمی اور سیاسی بصیرت کے بارے میں فرماتے ہیں :''حضرت شیخ الہندؒ صرف تفسیر و

1 پچاس جلیل القدر علماء،ص۳۶،تاریخ دارالعلوم دیوبند(قاری محمد طیب)ص۷۹۔

حدیث، فقہ واصول فقہ، منطق وفلسفہ، حساب، مساحت و ہیئت اور معقولات کے بحر ذخار تھے، اور ساتھ ہی ان کو ادبیات عربیہ وفارسیہ واردو، شعر وسخن، اساتذہ فن کے مقالات وغزلیات اور مثنویاں وغیرہ اس قدر یاد اور ازبر تھیں کہ سننے والا حیران ہو جاتا تھا، اور تعجب کرنے لگتا تھا کہ ان کے حافظہ میں کس قدر بے شمار علوم ومعقولات اور محفوظات کے خزانے بھرے ہوئے ہیں۔ اسی طرح حضرت شیخ الہندؒ کی نظر تاریخی معلومات اور سیاسی واقعات پر نہایت وسیع اور گہری تھی، جس پر اطلاع پانے کے بعد انسان ششد وحیران ہو جاتا کہ یہ بے شمار امور کس طرح ان کے ذخائر علمیہ میں آگئے۔ نیز حضرت شیخ الہندؒ تواریخ سلاطین ماضیہ خصوصًا سلاطین ہند، اوران کے واقعات وانتظامات پر نہایت زیادہ عبور رکھتے تھے۔ ہندوستان کی اقتصادی، معاشی، سیاسی، تجارتی، صنعتی، تعلیمی، انتظامی اور جنگی وغیرہ معلومات بھی اس قدر تھیں کہ بڑے سے بڑے ڈاکٹر اور اکانومک پروفیسر ان تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اخبار بینی اور واقعات عالم پر اطلاع کا بہت شوق تھا۔ بہر حال ان کو انگریزی حکومت اور ہندوستان کے واقعات نے مجبور کیا کہ اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر انگریزی استبداد اور مظالم کا مقابلہ کیا جائے، اور اس کو جڑ سے اکھاڑ دینے کی پوری جدوجہد عمل میں لایا جائے، اور کسی قسم کے خطرہ کو بھی مرغوب یا متاثر کرنے کا موقع نہ دیا جائے''۔ 1

حضرت شیخ الہندؒ کی شان جامعیت

حضرت شیخ الہندؒ کی ذات گرامی صرف ایک عالم ربانی، ایک محدث جلیل، صرف ایک مفسر قرآن، اور صرف ایک صاحب نسبت شیخ کامل ہی کا مقام نہیں رکھتی، بلکہ ان کی ذات علم وعمل، فراست وبصیرت، تدبر وحکمت، جہاد وعزیمت اور ثبات واستقامت کے ایک روشن شاہکار کی رکھتی۔ وہ بیک وقت راسخ العلم ربانی عالم بھی

1 نقش حیات، ۱/۱۵۴۔

تھے، مجسم زہد وتقوی بھی تھے، سر بکف مجاہد بھی تھے، امت کے درمند مصلح بھی تھے، سراپا عمل وحرکت، پیکر صدق وصلاح، علوم شریعت کے رمز شناس، مرجع خاص وعام، اعلی نسبت روحانی کے حامل، دن کے شہ سوار مجاہد اور شب کے عابد، اسلاف کے صحیح وارث، روشن دماغ، عالی حوصلہ اور بلند نگاہ والے تھے۔ 1

حضرت شیخ الہندؒ کے سیاسی اور فکری اقوال وارشادات

دین اسلام میں رہبانیت کی نفی کرتے ہوئے حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں:

''کہ مسلمانوں کا مذہب انھیں رہبانیت نہیں سکھاتا، بلکہ بنی نوع انسان کے اجتماعی مسائل حل کرنے اور معاشرے کی ضروریات پوری کرنے، اور خیر امت ہونے کی حیثیت سے تمام مسلمانوں کے لئے خیر وبرکت اور ہدایت ورہنمائی کا ذریعہ بننے کا سبق دیتا ہے''۔ 2

اسلام کو ضابطہ حیات اور کامل وجامع نظام قرار دیتے ہوئے حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا: ''اسلام صرف عبادات کا نام نہیں بلکہ وہ تمام مذہبی، تمدنی، اخلاقی اور سیاسی ضرورتوں کے متعلق ایک کامل ومکمل نظام رکھتا ہے۔ جو لوگ کہ زمانہ موجودہ کی کشمکش میں حصہ لینے سے کنارہ کشی کرتے ہیں اور وہ صرف حجروں میں بیٹھ رہنے کو اسلامی فرائض کی ادائیگی کے لئے کافی سمجھتے ہیں، وہ اسلام کے پاک وصاف دامن پر ایک بدنما دھبہ لگاتے ہیں۔ ان کے فرائض صرف نماز روزہ میں منحصر نہیں، بلکہ ساتھ ہی اسلام کی عزت برقرار رکھنے اور اسلامی شوکت کی حفاظت کی ذمہ داری بھی ان پر عائد ہوتی ہے''۔

علماء کو احساس ذمہ داری دلانے کے لئے ان کو مخاطب کرتے ہوئے

---

1 حضرت شیخ الہند شخصیت خدمات وامتیازات، ص۱۳۔

2 شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ ایک سیاسی مطالعہ، ص۱۰۵۔

حضرت شیخ الہندؒ نے فرماتے ہیں: ’’ جماعت علماء جو حقیقتاً مسلمانوں کے مذہبی قائدین ہیں، ان کا فرض ہے کہ اس وقت اور موقعہ کی نزاکت اوراہمیت کونظرانداز نہ کریں، آپس کے نزاع اور اختلاف میں پڑکر اصل مقصود کوخراب نہ کریں، ورنہ مسلمانوں کی خرابی اور بربادی کی تمام ذمہ داری انہیں پر عائد ہوگی۔ علمی تدقیقات کے لئے آپ کے واسطے بہت سے میدان کھلے ہوئے ہیں، عبادات وریاضت کے لئے بہت سی راتیں آپ کو بلاشرکت غیرے حاصل ہیں، مگر جو کام جبل احداور میدان بدر میں ہوا وہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جیسی مقدس جگہ کے مناسب نہ تھا‘‘۔ (یعنی مسجدوں اورحجروں سے باہر نکلنا بھی علماء کی ذمہ داری ہے)۔

نیک اور عبادت گذار بندوں کو خطاب کرتے ہوئے حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا: ’’بہت سے نیک بندے ہیں جن کے چہروں پر نماز کا نور اور ذکر اللہ کی روشنی جھلک رہی ہے، لیکن جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدارا اٹھواوراس امت مرحومہ کو کفار کے نرغے سے بچاؤ، تو ان کے دلوں پر خوف وہراس مسلط ہوجاتا ہے، خدا کا نہیں بلکہ چند ناپاک ہستیوں اور ان کے سامان حرب وضرب کا۔ حالانکہ ان کو سب سے زیادہ جاننا چاہیے تھا کہ خوف کھانے کے قابل اگر کوئی چیز ہے تو وہ خدا کا غضب اوراس کا قاہرانہ انتقام ہے، اور دنیا کی متاع قلیل خدا کی رحمتوں اوراس کے انعامات کے مقابلے میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی‘‘۔ 1

نوجوانوں کو اپنے درد کے غمخوار اور امیدوں کا سہارا سمجھتے ہوئے جامعہ ملیہ میں ان سے خطاب کے دوران شیخ الہندؒ نے فرمایا: ’’اے نونہالان وطن جب میں نے دیکھا کہ میرے اس درد کے غمخوار مدرسوں اور خانقاہوں میں کم اوراسکولوں اور کالجوں میں زیادہ ہیں، تو میں نے اور میرے چند مخلص احباب نے ایک قدم علی گڑھ کی طرف بڑھایا،

---

1 مولانا محمود حسن شیخ الہند، ص ۵۶، ۵۷، علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے، ص ۲۴۷، ۲۴۸۔

اور اس طرح ہم نے ہندوستان کی دو تاریخی مقاموں دیوبند اور علی گڑھ کا رشتہ جوڑا۔ مجھے لیڈروں سے زیادہ ان نونہالان وطن کی ہمت بلند پر آفرین اور شاباش کہنا چاہیے جنھوں نے اس نیک مقصد کی انجام دہی کے لئے اپنی ہزاروں امیدوں پر پانی پھیر دیا اور باوجود ہر قسم کی طمع اور خوف کے وہ موالات نصاری کے ترک پر مضبوطی اور استقلال کے ساتھ قائم رہے۔ میں نے اس پیرانہ سالی اور علالت ونقاہت کی حالت میں آپ کی دعوت پر اس لئے لبیک کہا کہ میں اپنی گمشدہ متاع کو یہاں پانے کا امیدوار ہوں"۔ 1

عصری تعلیم کے بارے میں حضرت شیخ الہندؒ کے احساسات

جامعہ ملیہ کی سنگ بنیاد کے موقع پر عصری تعلیم کے بارے میں اپنا نقطہ بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا تھا: "آپ میں سے جو حضرات محقق اور باخبر ہیں، وہ جانتے ہیں کہ میرے اکابر سلف نے کسی وقت بھی کسی اجنبی سیکھنے یا دوسری قوموں کے علوم وفنون پر کفر کا فتوی نہیں دیا، ہاں یہ بے شک کہا گیا ہے کہ انگریزی تعلیم کا آخری اثر یہی ہے جو عمومًا دیکھا گیا کہ لوگ نصرانیت کے رنگ میں رنگ جائیں یا ملحدانہ گستاخیوں سے اپنے مذہب اور اپنے مذہب والوں کا مذاق اڑائیں یا حکومت وقت کی پرستش کرنے لگیں، تو ایسی تعلیم پانے سے مسلمان کے لئے جاہل رہنا اچھا ہے"۔ ساتھ جامعہ ملیہ کی افادیت کے بارے میں فرمایا: "کہ امت اسلامیہ کی ایک بڑی اہم ضرورت کا احساس کیا گیا، بلا شبہ مسلمانوں کی درس گاہوں میں جہاں علوم عصریہ کی اعلی تعلیم دی جاتی ہو اگر طلبہ اپنے مذہب کے اصول وفروع سے بے خبر ہوں، اور اپنی قومی احساسات اور اسلامی فرائض فراموش کر دیں، اور ان میں اپنی ملت اور اپنی قوموں کی حمیت نہایت ادنی درجہ پر رہ جائے، تو یوں سمجھو کہ وہ درسگاہ مسلمانوں کی قوت کو ضعیف بنانے کا ایک آلہ ہے۔ اس لئے اعلان کیا گیا ہے کہ ایسی

1 علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے، ص ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۹، مولانا محمود حسن حضرت شیخ الہند، ص ۵۴۔

آزاد یونیورسٹی کا افتتاح کیا جائے گا جو گورنمنٹ کی اعانت اور اس کے اثر سے بالکل علٰحدہ ہو، اور جس کا تمام تر انتظام اسلامی خصائل اور قومی محسوسات پر مبنی ہو"۔

عصری تعلیم کے بارے میں مبنی پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے اپنا موقف اس طرح بیان کیا: "مطلق تعلیم کے فضائل بیان کرنے کی ضرورت اب میری قوم کو نہیں رہی، کیونکہ زمانے نے بتلا دیا ہے کہ تعلیم ہی سے تدبر، ہوش مندی اور بلند خیالات نشوونما پاتے ہیں، اور اس کی روشنی میں آدمی نجات وفلاح کے راستے پر چل سکتا ہے۔ ہاں ضرورت اس کی ہے کہ وہ تعلیم مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو اور اغیار کے اثر سے بالکل آزاد ہو، باعتبار عقائد وخیالات کے، باعتبار اخلاق واعمال کے، اور باعتبار اوضاع واطوار کے ہم غیروں کے اثرات سے پاک ہوں۔ ہماری عظیم الشان قومیت کا اب یہ فیصلہ نہ ہونا چاہیے کہ ہم اپنے کالجوں سے بہت سستے داموں کے غلام پیدا کرتے رہیں، بلکہ ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیاں نمونہ ہونے چاہیں بغداد اور قرطبہ کی یونیورسٹیوں کے اور ان عظیم الشان مدارسوں کے جنھوں نے یورپ کو اپنا شاگرد بنایا اس بیشتر کہ اس کو اپنا استاذ بناتے۔ آپ نے سنا ہوگا کہ بغداد میں جب مدرسہ نظامیہ کی بنیاد ایک اسلامی حکومت کے ہاتھوں سے رکھی گئی تو اس دن علماء نے جمع ہوکر علم کا ماتم کیا، کہ افسوس آج سے علم حکومت کے عہدے اور منصب حاصل کرنے کے لئے پڑھا جائے گا۔ تو کیا آپ ایک ایسے کالج سے فلاح قومی کی امید رکھتے ہیں جس کی مدد اور نظام میں بڑا زبردست ہاتھ ایک غیر اسلامی حکومت کا ہو"۔ 1

حضرت شیخ الہندؒ کے مجاہدانہ جذبات اور استقامت

حضرت شیخ الہندؒ نے آخری وقت میں جب بستر مرگ کی حالت میں تھے، فرمایا: "میری تمنا اور زندگی بھر کی دعا یہ تھی کہ اسلام کے لئے جہاد کرتا ہوا مارا جاؤں اور

1 علماءِ حق کے مجاہدانہ کارنامے، ص ۲۴۷، ۲۴۸۔

میری پسلی گھوڑوں کی ٹاپوں میں پس جائے، اور صبح قیامت سرخرو ہو کر اٹھوں، اور اب جب کہ میرا آخری وقت آپہنچا ہے دعا کے قبول نہ ہونے کا غم ستا رہا ہے"۔ اور ایک موقع پر فرمایا: "مرنے کا تو کچھ افسوس نہیں، افسوس تو یہ ہے کہ میں بستر پر مر رہا ہوں، تمنا یہ تھی کہ میدان جہاد ہوتا اور اعلاء کلمۃ اللہ کے جرم میں میرے جسم ٹکڑے کیے جاتے"۔ 1

حضرت شیخ الہندؒ کو غسل دیتے وقت کمر کے اوپر عجیب طرح کے نشانات دیکھنے میں آئے، ایسا لگتا تھا کہ پشت کو آگ سے داغا گیا ہو، تدفین کے بعد ان کے بعد ان کے شاگرد اور خادم خاص حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا، تو حضرت مدنیؒ نے یہ سن کر آبدیدہ ہو گئے، اور فرمایا: "کہ یہ میرے حضرت کا راز تھا، حضرت نے مجھے تاکید کی تھی کہ میری زندگی میں یہ راز کسی کو مت بتانا، میں نے اس عہد کی پابندی کی۔ اب عرض کرتا ہوں کہ اسارت مالٹا کے دوران ایک موقع پر جب انگریزوں کی طرف سے بے حد اصرار بڑھا کہ تم اپنا موقف بدل دو اور ہماری حمایت کا اعلان کر دو، حضرت شیخ الہندؒ نے پوری قوت کے ساتھ انکار کر دیا اور اپنے موقف پر ثابت قدم رہنے کا اعلان کر دیا۔ انگریزوں نے آگ جلوائی، انگارے گرم کرائے اور پھر حضرتؒ کو ان انگاروں پر لٹا دیا گیا، پوری پشت جھلس گئی۔ سزا جھیلنے کے بعد جب حضرت کمرے میں آئے تو تکلیف اتنی شدید تھی کہ سونا مشکل ہو گیا، ہم سے حضرت کی یہ حالت برداشت نہیں ہو رہی تھی تو ہم نے ادب سے عرض کیا: حضرت! شریعت میں جان بچانے کے لئے حیلے کی تو اجازت ہے، جان بچانے کے لئے اگر آپ انگریزوں کے سامنے کوئی ذو معنی مبہم بات کہہ دیتے تو کیا حرج تھا؟ یہ سن کر حضرت نے فرمایا: "کہ حسین احمد تم مجھے کیا سمجھتے ہو؟ میں روحانی بیٹا ہوں

1 مولانا محمود حسن حضرت شیخ الہندؒ ص ۶۰، ۳۵۔

حضرت بلال ؓ کا، میں روحانی بیٹا ہوں حضرت خبیب ؓ کا، میں روحانی بیٹا ہوں حضرت امام اعظم ؒ کا، میں روحانی بیٹا ہوں حضرت امام مالک ؒ کا، میں روحانی بیٹا ہوں امام احمد بن حنبل ؒ کا۔ یہ لوگ میرے جسم سے جان تو نکال سکتے ہیں، مگر میرے دل سے ایمان نہیں نکال سکتے''۔ 1

حضرت شیخ الہند ؒ نے مرض وفات کے زمانہ میں کئی مرتبہ فرمایا: ''کہ اگر اس مرض سے اچھا ہو گیا تو اس تحریک کی اشاعت کے لئے سارے ہندوستان میں دورے کروں گا''۔ 2 مدینہ کے گورنر جمال پاشا نے حضرت شیخ الہند ؒ کے بارے میں فرمایا تھا: ''شیخ الہند کی مٹھی بھر ہڈیوں اور مختصر سے جثے میں کیا حرارت رکھی ہوئی تھی کہ اس نے دنیائے اسلام کو لپیٹ میں لے لیا''۔ 3

انگریزوں سے حضرت شیخ الہند ؒ کی نفرت و عداوت

یو پی کے گورنر سر جیمس نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن ؒ کے بارے میں ایک موقع پر کہا تھا: ''کہ اگر اس شخص کو جلا کر خاک بھی کر دیا جائے تو وہ بھی اس کوچہ سے نہیں اُڑے گی جس میں کوئی انگریز ہوگا۔ اور اس کی بوٹی بوٹی کر دی جائے تو ہر بوٹی سے انگریزوں کے خلاف عداوت ٹپکے گی''۔ 4

حضرت شیخ الہند ؒ کو انگریزوں کے مظالم اور سیاہ کاریوں کی بنا پر جس قدر نفرت ان سے تھی شاید کسی اور سے ہو۔ ایک مرتبہ کسی صاحب نے حضرت سے کہا: ''کہ حضرت آپ ہمیشہ انگریزوں کی برائیاں ہی کیوں بیان فرماتے ہیں، آخر ان میں کوئی اچھی بات بھی تو ہوگی''۔ حضرت نے برجستہ ظریفانہ جواب دیا: ''ہاں ان کے

1 حضرت شیخ الہند شخصیت خدمات وامتیازات، ص۲۱، ۲۲۔

2 علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے، ص ۲۴۵۔

3 خطبات حکیم الاسلام، اکابر دیوبند اور آزادی ہند، ۵۰۲/۶۔

4 بانی دارالعلوم دیوبند، ص ۲۲، سلف صالحین ؒ کے ایمان افروز واقعات، ص ۴۸۶۔

(جسم سے بنے ہوئے) کباب بڑے لذیذ ہوں گے“۔ 1

حضرت شیخ الہندؒ مالٹا قید سے رہا ہونے کے بعد جب ہندوستان تشریف لائے تو مرض الوفات کا آغاز تھا، اور پیرانہ سالی اور بیماری کے باوجود جب حضرت کو جامعہ ملیہ کی صدارت کے لئے منتخب کیا گیا، تو ان کی بیماری اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ کروٹ بدلنے میں بھی دشواری ہوتی تھی، خدام نے اس حالت میں سفر کو خطرناک تصور کیا اور اصرار کے ساتھ حضرت کو منع کرنا چاہا، لیکن حضرت کا جواب تھا کہ اگر میری صدارت سے انگریز کو تکلیف ہوگی تو میں اس جلسہ میں ضرور شریک ہوں گا۔ 2

سیاسی مظاہروں اور جلسوں جلوسوں کے بارے حضرت شیخ الہندؒ کا فتوی

اس بارے میں حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا: ”آج احتجاج اور مطالبہ حقوق کے میدان مظاہروں کے پلیٹ فارم ہیں، خلوتیں اور تنہائی کی راتیں اس کے لئے کافی نہیں ہے۔ اگر موجودہ زمانہ میں توپ اور ہوائی جہاز کا استعمال دشمنوں کے مقابلہ اور مدافعت کے لئے جائز ہوسکتا ہے، باوجودیکہ قرون اولی میں یہ چیزیں نہ تھیں، تو مظاہروں اور قومی اتحادوں اور متفقہ مطالبوں میں بھی شک نہ ہوگا، کیونکہ موجودہ زمانہ میں ایسے لوگوں کے لئے جن کے ہاتھ میں بندوق اور ہوائی جہاز نہیں، یہی چیزیں ہتھیار ہیں“۔ 3

جیل میں قرآن وحدیث کی خدمت

حضرت شیخ الہندؒ جب دیوبند میں مقیم تھے اس وقت آپ نے قرآن کریم کا ترجمہ لکھنا شروع فرمایا تھا، اس دوران دس پاروں کا ترجمہ مکمل کیا اور اس کے بعد

1 تذکرے، ص ۲۰۵۔

2 علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے، ص ۲۴۷، ۲۴۸۔

3 علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے، ص ۲۴۹، مولانا محمود حسن شیخ الہند، ۵۰۔

انگریزنے ان کو گرفتار کر کے مالٹا جیل میں قید کر دیا، تو وہاں آپ نے بقیہ بیس پاروں کا ترجمہ مکمل کیا، اور ساتھ شروع سے سورۃ نساء تک تفسیر لکھی۔ اس کے علاوہ آپ نے جیل ہی میں بخاری شریف کے ابواب اور تراجم پر بھی کام کیا۔ 1

حضرت شیخ الہندؒ کے دو اہم سبق

مالٹا جیل سے رہائی کے بعد دار العلوم دیوبند میں ایک مجمع کے سامنے حضرت شیخ الہندؒ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''ہم نے مالٹا میں قید و بند کی زندگی میں دو سبق سیکھے ہیں، میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں، تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے، ایک ان کا قرآن چھوڑ دینا، دوسرے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی۔ اس لئے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کروں کہ قرآن کو لفظاً و معناً عام کیا جائے، اور مسلمانوں کے باہمی جنگ و جدال کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے۔ 2

حضرت شیخ الہندؒ کے بارے میں علماء کے اقوال و تأثرات

حضرت مفتی رشید احمد گنگوہیؒ آپ کو علم کا کٹھلا (زیور) فرماتے تھے، حضرت حکیم الامت اشرف علی تھانویؒ آپ کو شیخ العالم کہتے تھے، جبکہ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ آپ کو علم شریعت و طریقت کا ناپیدار سمندر اور مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ آپ کو شریعت و طریقت کا بادشاہ کہتے تھے۔ 3

آپ کی وفات پر امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ نے اپنے تأثرات کا

1 اساطین ملت، ص ۱۲۹۔
2 تذکرے، ص ۲۰۳، ۲۰۴۔
3 پچاس جلیل القدر علماء، ص ۳۶۔

اظہار اس طرح فرمایا: ''حضرت شیخ الہندؒ کی وفات بلاشبہ ایک قومی ماتم ہے، آپ ہندوستان کے گذشتہ دور کے آخری یادگار تھے''۔ حضرت سعید احمد اکبرآبادیؒ کے بقول شیخ الہندؒ کی تحریک اور سیاسی جدوجہد خالص قرآن مجید کی تعلیمات کے زیر اثر ایک نہایت عظیم اور اہم اسلامی مقصد کی تکمیل کے لئے تھی، اوران کی تحریک کا اصل مقصد استعمار اور ملوکیت کو ختم کرنا تھا۔ مولانا محمد علی جوہرؒ نے فرمایا: ''حضرت شیخ الہندؒ تو اس تحریک میں ایسے بلند مقام پر پہنچ گئے کہ ہمارے اذہان اور خیالات بھی وہاں نہیں پہنچے، اور حضرتؒ کے انتقال نے ہماری کمر توڑ دی''۔ حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ نے فرمایا: ''حضرت شیخ الہندؒ نے اس پیرانہ سالی میں وطن سے ہزاروں کوس دور جس ثبات قدم اور رسوخ عزم کے ساتھ اس سنگلاخ زمین کو طے کررہے تھے وہ گذشتہ ائمہ کرام کے عہد ماضی کی یاد زندہ کررہا ہے''۔ بقول ڈاکٹر انصاری آپ عہد حاضر کے سب سے بڑے محدث اور اسوہ پیغمبری کے عالم باعمل تھے۔ 1

حضرت شیخ الہندؒ کی مجددانہ شان

حضرت شیخ الہندؒ کی علمی اور بزرگی کی شان اپنی جگہ، لیکن انہوں نے جو کام کیا کہ علماء کو حجروں سے نکال کر کے بین الاقوامی اور ملکی تحریکات اور سیاسیات سے منسلک اور وابستہ کردیا، اور پُرامن تحریکات کے سلسلے میں انہوں نے سب سے پہلے جو قدم اٹھایا یہ ان کی مجددانہ شان اور تجدیدی کارنامہ ہے۔ ان کے بعد برصغیر خصوصًا پاک و ہند میں جتنے بھی دینی تحریکات ہیں یہ سب تحریک شیخ الہندؒ کا سلسلہ اور کڑی ہے۔

منصب تدریس سے میدان سیاست میں قدم رکھنا

حضرت شیخ الہندؒ جو دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث تھے، صورت حال کے مطابق آپ اور آپ کے رفقاء نے انگریز اقتدار کی مخالفت میں سیاست

1 افکار محمود، ۱۴۹،۱۵۴، مولانا محمود حسن حضرت شیخ الہند، ص ۱۴۲،۱۴۳۔

کی پُر شور اور ہنگامہ آراء زندگی اختیار کی، ایسی قدسی صفات بزرگوں کا راحت وآرام سے بڑھ کر درس وتدریس، تعلیم وتربیت، تزکیہ نفوس، تالیف وتصنیف، تفسیر وافتاء وغیرہ مقدس مشاغل سے دست کش ہوکر سیاست کے میدان میں کود پڑنا اور حکومت مسلّطہ کے بالمقابل صف آراء ہوجانا معمولی بات نہیں۔ 1

علم وسیاست کے دونوں میدانوں میں حضرت شیخ الہندؒ کی عالمگیر شہرت

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں: ''حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ جو دارالعلوم دیوبند کے پہلے طالب علم تھے اور بعد میں علم وسیاست دونوں میدانوں میں عالمگیر شہرت حاصل کی، جب وہ دارالعلوم کے صدر مدرس ہوئے تو انہیں صرف بڑے مولوی کہا جاتا تھا۔ 2

محقق عصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ اور سیاست

مختصر سوانح حیات

حضرت علامہ کشمیریؒ ۲۷ شوال المکرّم ۱۲۹۲ھ بمطابق ۲۶ نومبر ۱۸۷۵ء بروز ہفتہ بمقام دودھواں لولاب کشمیر میں پیدا ہوئے، ساڑھے چار سال کی عمر میں اپنے والد ماجد حضرت مولانا سید معظم شاہ صاحبؒ سے قرآن پاک شروع کیا، اور چھ برس کی عمر میں قرآن پاک کے علاوہ فارسی کے متعدد رسالے بھی ختم کر لیئے۔ ابتدائی فارسی وعربی تعلیم حضرت مولانا غلام محمدؒ سے حاصل کی، تیرہ چودہ سال کی عمر میں آپ نے تحصیل علم کے لیئے ہزارہ کا سفر کیا، تین سال تک وہاں پر متعدد علماء کی خدمت میں رہ کر مختلف علوم وفنون کی تکمیل کی۔ ۱۳۰۷ھ دیوبند میں داخلہ لیا، چار سال دیوبند میں رہ کر مختلف مشائخ سے علم کی پیاس بجھائی، خصوصًا حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ اور

1 نقش حیات، پیش لفظ، ۱/۱۰۔

2 مجالس مفتی اعظم، ص ۵۶۰، ۵۶۱۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ سے آپ نے دورہ حدیث پڑھ کر علمی سفر مکمل کیا، اس کے بعد حضرت مفتی رشید احمد گنگوہیؒ سے بیعت ہوئے۔ فراغت کے آپ نے بارمولا کشمیر میں مدرسہ فیض عام کی بنیاد ڈالی، اور تقریباً تین سال تک مخلوق خدا کو فیض یاب فرماتے رہے، اس کے بعد آپ کو دار العلوم دیوبند میں مدرس مقرر کر دیا گیا، شیخ الہندؒ کے بعد آپ صدر مدرس اور شیخ الحدیث بنیں۔ ۱۳۴۵ھ میں آپ دار العلوم دیوبند سے مستعفی ہو گئے اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں تشریف لے گئے، ۱۳۵۱ھ تک آپ نے مشغلہ حدیث جاری رکھا۔ ۳ صفر ۱۳۵۲ھ/ ۲۸ مئی ۱۹۳۳ء بروز اتوار آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا، اور دیوبند میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔ 1

حضرت کشمیریؒ کی علمی شان مشاہیر کی نظر میں

حضرت شیخ الہندؒ جو حضرت کشمیریؒ کے خاص استاذ تھے، وہ بھی حضرت کشمیریؒ کی وسعت علمی اور تبحر کے قائل تھے، حضرت شیخ الہندؒ دوران درس جب کسی حدیث کی نئی توجیہ بیان کرتے یا کوئی علمی نکتہ بیان کرتے تو ارشاد ہوتا کہ "میرے خیال میں تو یہ بات آ رہی ہے، البتہ یہ شاہ صاحب بتائیں گے کہ متقدمین ومتاخرین میں سے کسی نے یہ بات کہی ہے یا نہیں"۔ حضرت کشمیریؒ عرض کرتا کہ حضرت! یہی بات فلاں عالم نے لکھی ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے قلم مبارک سے جو خصوصی سند علامہ کشمیریؒ کو عطا فرمائی تھی، اس میں یہ الفاظ تحریر فرمائے ہیں: **ان الله قد جمع له العلم والعمل والسيرة والصورة والورع والزهد والرأى الصائب والذهن الثاقب۔**

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا: "میرے نزدیک اسلام کی حقانیت کے دلائل میں سے موجودہ وقت میں مولانا انور شاہ کا مسلمان ہونا

1 علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے، ص ۲۷۱، ۲۷۲

ہے، یہ اتنے بڑے عالم ہیں کہ اگر اسلام میں کہیں اور کسی جگہ بھی کجی ہوتی تو اسلام کو چھوڑ دیتے ،اور جب یہ اسلام پر ہیں تو یقیناً یہ اسلام کی صداقت کی ایک دلیل ہے‘‘۔

اور جب حضرت حکیم الامتؒ نے تفسیر بیان القرآن تصنیف فرمائی تو حضرت شاہ صاحبؒ نے اس کی تعریف کی ، اس پر حضرت تھانویؒ نے فرمایا: ’’حضرت شاہ صاحب ایسے بڑے عالم کی تعریف وتوثیق کے میں بیان القرآن کے لئے کسی اور توصیف کا منتظر نہیں ہوں‘‘۔

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ مہتمم دار العلوم دیوبند حضرت شاہ صاحبؒ کے بارے میں فرماتے تھے: کہ یہ چلتا پھرتا کتب خانہ ہے‘‘۔حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ فرماتے کہ’’ مجھے جب بھی کوئی علمی اشکال پیش آتا تو اس کے لئے ممکن جدوجہد کرتا پھر بھی حل نہ ہوتا تو حضرت شاہ صاحب سے رجوع کرتا وہ جو کچھ فرماتے اسے آخری وقطعی بات سمجھتا‘‘۔ 1

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے حضرت کشمیریؒ کی وفات پر دیوبند میں تعزیتی جلسے میں فرمایا تھا:’’کہ میں ایسے حضرات کو بھی جانتا ہوں جن کو ایک لاکھ حدیثیں یاد ہیں ،ایسے حضرات کو بھی جانتا ہوں جن کو صحیحین حفظاً یاد تھیں،لیکن ایسا عالم دین کہ کتب خانہ ہی سینہ میں محفوظ ہو سوائے حضرت مولانا انورشاہ صاحب کے کوئی اورنہیں دیکھا‘‘۔حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ فرمایا کرتے تھے:’’کہ اس قسم پر کوئی کفارہ نہیں جو اس امر پر کھائی جائے کہ مولانا انورشاہ صاحب اس زمانہ میں بے نظیر عالم ہیں‘‘۔ 2 حضرت مولانا مدنیؒ نے یہ بھی فرمایا تھا:’’بلاشبہ حضرت شاہ صاحب مرحوم کی وفات سے علماء وطلبہ یتیم ہوگئے ۔فضل وکمال تبحر علمی، وسعت معلومات اور

---

1 حیات محدث کشمیری رحمہ اللہ،۲۷۳...۲۸۲

2 انوارانوری،ص۴۹۔

قوت حافظہ میں آپ کی نظیر نہیں تھی، میں نے ہندوستان اور عالم اسلام کے نامور علماء کو دیکھا اور ان سے ملاقاتیں کی ہیں، لیکن علامہ کشمیری مرحوم کی نظیر کہیں نہیں پائی"۔ 1

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں: "کہ مجھ سے اگر مصر وشام کا کوئی آدمی پوچھتا کہ تم نے حافظ ابن حجر عسقلانی، شیخ تقی الدین ابن دقیق العید اور شیخ عز الدین بن عبدالسلام کو دیکھا ہے؟ تو میں استعارہ کر کے کہہ سکتا تھا کہ ہاں! دیکھا ہے، کیوں کہ صرف زمانے کا تقدم وتاخر ہے ورنہ اگر حضرت شاہ صاحب بھی چھٹی یا ساتویں صدی مین ہوتے تو ان کی خصوصیات کے حامل ہونے کی وجہ ان کے ہی مرتبے میں ہوتے اور آپ کے تذکرے بھی انھیں کی طرح مدتوں کئے جاتے۔ اسی وجہ سے میں شاہ صاحب کی وفات پر خیال کرتا ہوں کہ گویا کہ حافظ ابن حجر، شیخ تقی الدین اور سلطان العلماء عز الدین کا آج انتقال ہوا ہے"۔ 2

حضرت کشمیریؒ کی سیاسی زندگی

حضرت شاہ صاحبؒ باوجود اس کے کہ وہ ایک علمی مدرس، محقق محدث اور متبحر عالم تھے، لیکن پھر بھی سیاست سے لاتعلق نہیں تھے، آپ شیخ الہندؒ کے مخصوص شاگردوں میں سے تھے اس لئے ان پر شیخ الہندؒ کا اثر تھا اور تحریکات وسیاست سے ان کا تعلق تھا۔
حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ کے بقول: "حضرت شاہ صاحبؒ موجودہ سیاسی حلفشار میں جمعیت علماء ہند کے مسلک کے بہت بڑے حامی، بہت بڑے حریت پسند، برطانیہ کے سخت دشمن اور ہندوستان میں دین کی سر بلندی دیکھنے کے آرزومند تھے۔ شروع سے آخر تک جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کے رکن اعلیٰ اور جمعیت کے مقاصد کے ہمدرد تھے، ہمیشہ سے آپ نے اپنے گرانقدر مشوروں سے جمعیت کی رہنمائی اور

1 حیات محدث کشمیری رحمہ اللہ، ص ٦١

2 علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے، ص ٢٧٧، ٢٧٨

جمعیت کے حلقے کو وسیع کرنے کی کوشش فرمائی۔ ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۷ء میں پشاور میں جمعیت کے آٹھویں عظیم الشان اور تاریخی سالانہ اجلاس کے صدر کی حیثیت سے ایک بصیرت افروز اور معرکہ آراء خطبہ میں بہت سے مذہبی اور سیاسی موضوعات پر اپنے گرانقدر خیالات کا اظہار فرمایا“۔ 1

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے حضرت شاہ صاحبؒ کی سیاسی بصیرت کے بارے میں فرماتے ہیں: ”جمعیۃ علماء ہند کے سالانہ اجلاس منعقدہ پشاور ۱۹۲۷ء میں حضرت شاہ صاحبؒ نے سوصفحات سے زائد پر مشتمل ایک ایسا معرکۃ الآراء خطبہ دیا تھا جس سے مسائل وحوادث پر آپ کی سیاسی بصیرت، دوراندیشی اور عاقبت بینی پر خاطر خواہ روشنی پڑ جاتی ہے“۔اس خطبہ صدارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کشمیریؒ اپنے خاص مشاغل تعلیم وتدریس اور مطالعہ میں بے نظیر شہرت کے ساتھ آپ عصری سیاست اور اس کے نشیب وفراز اور پیچ وخم پر کس قدر مبصرانہ نظر رکھتے تھے۔ 2

جمعیت علماء کے ساتھ حضرت شاہ صاحبؒ کا تعلق

شروع سے آخر تک حضرت شاہ صاحبؒ جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کے رکن اعلیٰ تھے، جمعیت کے اجلاسوں میں شرکت کر کے رہنمائی فرماتے رہے۔ جمعیت کی سب کمیٹی کا اجلاس ۲۶ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ/ ۶ نومبر ۱۹۲۳ء بمقام دہلی منعقد ہوا جس میں یہ کہا گیا کہ قادیانی اور لاہوری احمدی جماعت دونوں کے عقائد اسلام کے منافی ہیں، ان کے متعلق ایک فتوی مرتب کیا جائے ،فتوی مرتب کرنے کے لئے حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ اور علامہ انور شاہ صاحبؒ کے نام تجویز کے گئے۔

1 علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے، ص۲۷۳

2 حیات محدث کشمیری رحمہ اللہ، ص۱۳، ۲۰۷

جمعیت علماء ہند کے اجلاس ۷ شوال ۱۳۴۴ھ/۲۰ اپریل ۱۹۲۶ء منعقدہ دہلی میں ایک وفد کو حجاز مقدس بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا، اس وفد کے لئے حضرت مفتی کفایت اللہ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور علامہ انور شاہ کشمیریؒ کو منتخب کیا گیا۔ اسی طرح ۱۹۲۷ء میں بمقام پشاور جو اجلاس زیر صدارت حضرت کشمیری صاحبؒ منعقد ہوا تھا، اس میں مدارس عربیہ کے نصاب مقرر کرنے کے لئے اور تجارت اور حالات حاضرہ کے جدید مسائل کے حل کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی تھی جس کے اراکین حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور علامہ انور شاہ کشمیریؒ تھے۔ 1

تحریک ختم نبوت میں حضرت کشمیریؒ کی جدوجہد

علامہ انور شاہ کشمیریؒ قادیانیت کے دور شباب میں دار العلوم دیوبند کے صدر مدرس تھے، آپ نے اس فتنہ کو پوری طرح محسوس کیا اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کھڑے ہوگئے، اس میدان میں آپ نے خصوصیت کے ساتھ تین کام کئے: (الف) تردید قادیانیت میں کئی قیمتیں کتابیں تصنیف فرمائیں۔ (ب) اپنے تلامذہ کی ایک مستقل جماعت تیار کی جنھوں نے تقریر و تحریر دونوں محاذوں پر قادیانیت کا بھرپور مقابلہ کیا اور اس کو وقت اہم فریضہ سمجھا۔ (ج) حضرت شاہ صاحبؒ کی خواہش کے مطابق ان کے شاگردوں خصوصًا حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے اپنے دوسرے رفقاء کے ساتھ قادیانیت کے استیصال کے لئے مجلس احرار کے نام سے ایک جماعت قائم کی۔ 2

مقدمہ بہاولپور

تردید قادیانیت کے ذیل میں حضرت شاہ صاحبؒ کے وہ تاریخی بیان بھی

1 جمعیۃ العلماء کیا ہے، ص ۱۵۶، ۲۱۵، ۲۲۴

2 حیات محدث کشمیری رحمہ اللہ، ص ۱۸۵، ۱۸۷

خاص اہمیت رکھتا ہے، جو آپ نے ریاست بہاولپور کی عدالت میں ۱۹۳۲ء میں ایک مقدمہ میں دیا۔ آپ کا یہ معرکۃ الآراء بیان قادیانیت پر سیر حاصل تبصرہ اور مرزا کے کفر پر برہان قاطع ہے، اس میں وفور علمی کا مظاہرہ، بے پناہ معلومات اور دعوے پر قطعی دلائل کا انبار ہے۔ مقدمہ بہاولپور پہلا مقدمہ تھا جس میں قادیانیوں کو عدالتی سطح پر غیر مسلم قرار دیا گیا، چنانچہ اس مقدمے کا فیصلہ اپنے حق میں کرانے کے لئے قادیانیوں نے اپنا سارا زور صرف کر دیا تھا، ادھر جب شاہ صاحبؒ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے بنفس نفیس وہاں تشریف لے جانے کا ارادہ فرمالیا۔ اس مقدمہ میں حضرت شاہ صاحبؒ نے کا جو بیان ہوا اس میں آپ نے علوم ومعارف کے دریا بہادیئے، حاضرین پر سکتہ تو طاری تھا جج صاحب کی کیفیت بھی یہ تھی کہ وہ عالم حیرت میں حضرتؒ کے چہرے کو تک رہے تھے۔ 1

حضرت شاہ صاحبؒ کے قابل قدر جذبات

حضرت شاہ صاحبؒ کبھی کبھی درس میں فرمایا کرتے تھے کہ: ''مجھے کچھ نہیں چاہیے بجز ایک چائے کی پیالی دو بسکٹ اور ایک تلوار جس سے میں اعلاء کلمۃ اللہ کا کام لوں''۔ 2

بہر حال حضرت کشمیری صاحبؒ جو ایک بڑے محقق محدث اور متبحر عالم ومصنف تھے، پھر بھی سیاست اور تحریکات سے لاتعلق نہیں رہے۔ یہ آج کل کے ان محدثین، محققین اور مصنفین کے لئے درس عبرت ہے جو صرف درس وتدریس اور تصنیف کے میدان میں سرگرم عمل ہیں اور ملکی سیاست سے لاتعلق ہیں۔ یہ جتنے بھی بڑے محقق اور محدث ہوں پھر بھی حضرت شاہ صاحبؒ کے مرتبے تک نہیں پہنچ سکتے

1 تذکرے، ص ۲۴۵، ۲۴۶

2 حیات محدث کشمیری رحمہ اللہ، ص ۲۰۷

ہیں۔ لہذا ان کو چاہیے کہ حضرت شاہ صاحبؒ کی طرح تدریس وتصنیف کے ساتھ تحریکات اور سیاست میں بھی اپنا کردار ادا کریں۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور سیاست

مختصر سوانح حیات

حضرت مدنیؒ کی ولادت باسعادت ۱۹ شوال ۱۲۹۶ھ بمطابق ۶ اکتوبر ۱۸۷۹ء بروز سہ شنبہ بمقام بانگرمئو ضلع اناؤ انڈیا میں ہوئی۔ اپنے گھر سے تعلیم کا آغاز کیا، بارہ سال کی عمر میں دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا، صرف سات سال کے عرصہ میں درس نظامی کی تکمیل کی، اسی دوران حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے تلقین ذکر کی سعادت حاصل ہوئی اور حضرت مفتی رشید احمد گنگوہیؒ کی طرف سے خلافت عطا ہوئی۔ آپ نے مسجد نبوی میں بھی اٹھارہ سال تک مختلف فنون کے ساتھ کتاب اللہ اور حدیث کا درس دیا۔ پھر دار العلوم دیوبند تشریف لائے، بتیس سال تک دار العلوم کے شیخ الحدیث ہونے کے ساتھ صدر مدرس اور ناظم تعلیمات بھی تھے۔ آپ حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد اور معتمد خاص تھے، ان کی معیّت میں مالٹا جیل میں قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ علم وفضل، تقوی، اتباع سنت، جذبات حریت، تواضع اور فیاضی حضرت مدنیؒ کی نمایاں صفات تھیں۔ ۱۳ جمادی الاولی ۱۳۷۷ھ، بمطابق ۵ دسمبر ۱۹۵۷ء میں دنیاء فانی سے رحلت فرما گئے۔

حضرت مدنیؒ کی شان جامعیت

حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ ایک مختلف الجہات شخصیت کے مالک تھے، وہ اپنے وقت کے بہت بڑے شیخ طریقت بھی تھے اور ساتھ اپنے عہد کے ایک عظیم اور بے مثال محدث بھی تھے، وہ ایک بہت بڑی انقلابی اور سیاسی اور مذہبی جماعت

جمعیت علماء ہند کی صدارت پر فائز رہے، درس وتدریس میں ان کا پایہ بہت بلند تھا، وہ ایک زاہد شب زندہ دار بزرگ اور اپنے وقت کے ایک عظیم الشان شیخ طریقت تھے، تاریخ عالم میں ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا، تاریخ معاشیات ہند وہ ایک عظیم سکالر تھے، بحر سیاسیات ہند وانقلابات عالم کے وہ بے مثل شناور تھے، وہ ایک بلند پایہ مصنف اور بے مثل خطیب تھے۔ ان کی خوبی علم وعمل، دین وسیاست، روز وشب کے معمولات کے ساتھ ملی قومی تقاضوں، واجبات دنیا وفکر آخرت کا حسن امتزاج وتوازن اور کمال جامعیت تھی۔ 1

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کے بقول: شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ علمی ودینی اور عملی حیثیت سے جامع شخصیت تھے، ایک طرف علوم دینیہ خاص طور پر حدیث شریف میں دوسری طرف دینی لحاظ سے تقوی ورع اور تربیت وارشاد کا عظیم مرتبہ رکھتے تھے، اور تیسری طرف ملت اسلامیہ کے قومی ووطنی مفادات کی فکر کرنے والے اور اس کے لیے اپنی راحت وسہولت کو قربان کردینے والے تھے۔ 2

بچپن سے جہاد اور تحریکات کی تیاری

حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے بچپن ہی سے جہاد کی تیاری شروع کردی تھی اور نوجوانی میں ان کا یہ معمول تھا کہ مٹی کی تپش اور دھوپ میں گھنٹوں ریت یا پتھر کے فرش پر چلا کرتے تھے اور سردی کے موسم نیم برہنہ بیٹھے رہتے تھے، بعض دوستوں نے جب اس کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ ائندہ جیلوں میں اس سے زیادہ سختیاں بھگتنی پڑیں گی۔ 3

سیاسی جلسوں میں اخلاص نیت کے ساتھ شرکت

1 شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ ایک سیاسی مطالعہ، ص ۱۱، ۱۲

2 تذکرہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، ص ۱۱، ۱۲

3 شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ ایک سیاسی مطالعہ، ۱۰۲

حضرت مدنیؒ اپنی سیاسی جد وجہد کو رضائے الٰہی کا ذریعہ سمجھتے تھے، وہ اس سے قرب الٰہی چاہتے تھے، یہ ان کے لیے سلوک اور جہاد تھا، جس نیت سے وہ رات کو تہجد پڑھتے اسی نیت سے وہ اسٹیج پر تقریر کرتے تھے، وہ اس نیت کے ساتھ اس میں مشغول رہتے جس نیت سے وہ نوافل پڑھتے تھے۔ جو ثواب اس ان کو تہجد میں ملتا ہوگا وہ ان کو رات کے کسی جلسہ میں ملتا ہوگا، جس طرح مجاہد میدان جنگ میں جاتا ہوگا اسی نیت سے وہ جیل خانے میں جاتے رہے ہوں گے۔ 1

دارالعلوم دیوبند کی صدارت اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہونا

۱۳۴۶ھ میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ صدر المدرسین نے دارالعلوم دیوبند سے استعفا دیا تو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مشورے سے مہتمم دارالعلوم دیوبند مولانا حافظ محمد احمدؒ اور دیگر اراکین مجلس شوری نے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کو منصب صدارت پیش کیا، آپ صدر المدرسین بن گئے اور ساتھ تحریکات میں شرکت کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ 2

ایک سیاسی رہنما ہونے کی وجہ سے انھوں نے دارالعلوم دیوبند کی صدارت قبول کرنے کے لیے یہ شرائط پیش کیں:

(الف) سیاسی خدمات کے لیے آپ آزاد ہوں گے۔

(ب) سیاسی امور میں مدرسہ کی طرف سے کوئی رکاوٹ عائد نہیں کی جائے گی۔

(ج) ہر مہینہ میں ایک ہفتہ آپ کو اختیار ہوگا کہ سیاسی مقاصد کے لیے دیوبند سے باہر دوسرے مقامات پر سفر کر سکیں جس کے لیے رخصت یا اطلاع کی بھی ضرورت نہ ہوگی،

1 تذکرہ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ ص۱۲۳
2 تذکرہ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ ص۱۵۶

البتہ ایک ہفتہ سے زائد پر تنخواہ وضع کی جائیگی۔ یہ سب شرائط شوری والوں نے قبول فرمائیں۔ 1 حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کے بقول: اس وقت ان کے علاوہ دارالعلوم دیو بند کو سنبھالنے والا کوئی نہیں تھا۔ 2

حضرت علامہ کشمیریؒ کی صدارت سے علٰحدگی کے بعد دارالعلوم کے ارباب اہتمام کے نزدیک کوئی ہستی مولانا حسین احمد مدنیؒ سے زیادہ اس عظیم الشان علمی مسند کو زینت دینے کے لیے موجود نہ تھی، مہتمم صاحب بڑے ماہر سیاست تھے، انھوں نے اپنے تدبر کے ماتحت ایسا کرنے کو اپنی فتح سمجھی۔ اور یہ ایک حقیقت بھی تھی کہ حضرت کشمیریؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے چلے جانے کے بعد حضرت مدنیؒ سے بہتر اور کوئی شخصیت اس منصب کے لیے فٹ نہ تھی۔ 3

سیاست کے ساتھ تحقیقی درس

حضرت مولانا مدنیؒ کی سیاسی مصروفیتوں اور سفروں کی کثرت کے باوجود درس حدیث میں تحقیقی مباحث پر بعض اوقات تین چار دن مسلسل ساٹھ منٹ کے تعلیمی گھنٹہ تقریر جاری رہتی اور بحث کا مالہ وما علیہ، اختلاف مذاہب، دلائل و ماخذ، متن اسناد ورجال کی تحقیق، اوراس کے ساتھ طلبہ کے سوالات کا تحمل کے ساتھ جواب دینا۔ آخر سال میں درس کی مصروفیت اتنی بڑھ جاتی کہ عصر کے بعد بھی اور عشاء کے بعد دیر رات تک درس، صبح نماز کے بعد بھی درس، لیکن پھر بھی حضرت کی مستعدی، نشاط اور قوت میں فرق نہ آتا۔ 4

---

1 علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے، ص ۳۸۲

2 آپ بیتی، ۸۰/۵

3 حیات عثمانی، ص ۴۰۲، ۴۵۵

4 تذکرہ مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، ص ۶۲

رات کو دس بجے کہیں سفر سے واپس پہنچ جاتے ، اسی وقت طلبہ کو اطلاع دی جاتی کہ درس ہوگا ، کیسی نیند کہاں کا تکان پھر بھی پورے نشاط کے ساتھ درس دیا۔ حج کے سفر سے واپسی ہوئی جس سفر کے بعد مہینوں لوگ تھکن اتارتے ہیں ، پھر بھی آتے ہی حکم ہوا کہ سبق ہوگا۔ 1

تقسیم کے وقت مسلمانوں کا پشتیبان بننا

تقسیم ملک کے وقت بہت بڑا خون خرابہ ہوا ، حضرت مولانا عبد القادر رائپوریؒ اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کے متعلقین نے ان دونوں حضرات پر بڑا اصرار کیا کہ یہ حضرات پاکستان ہجرت کریں ، ان دونوں اکابر نے حضرت مدنیؒ مشورہ کیا ، حضرت مدنیؒ نے فرمایا: ''کہ میں کسی کو جانے سے تو نہیں روکتا ہوں ، مگر خود مسلمانوں کو اس بے سروسامانی اور دہشت اور قتل وغارتگری میں چھوڑ میں نہیں جا سکتا ، اور جسے اپنی جان ومال ، عزت وآبرو ، دین اور دنیا یہاں کے مسلمانوں پر نثار کرنی ہو وہ یہاں ٹھرے اور جس کو تحمل نہ ہو وہ ضرور چلا جائے''۔ اس بات کو سن کر ان دونوں حضرات نے بھی ان سے اتفاق کر لیا۔ 2

حضرت مولانا ابو الحسن ندویؒ فرماتے ہیں : '' پاکستان بن جانے اور ہندوستان کے حالات غیر یقینی ہونے کی بنا پر مسلمانوں کے قدم ہندوستان میں ڈگمگا گئے اور بڑے بڑے پہاڑ تزلزل میں آ گئے ، اور پاکستان ہجرت کر جانے کا ایک وسیع اور طاقتور رجحان بلکہ نشہ سب پر چھا گیا جس کو تھامنا اور مسلمانوں کو اس ملک مین مقیم رہنے پر آمادہ کرنا مجددانہ عزیمت وبصیرت کا طالب تھا ، اس کے لیے غیر متزلزل یقین ، اعتماد علی اللہ اور زبردست روحانیت اور قوت ایمانی کی ضرورت تھی ... یہ اللہ تعالی کا فضل

---

1 شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ ایک سیاسی مطالعہ ، ص ۴۵

2 آپ بیتی ، ۲۵/۵ ، ۲۶

خاص اوراس کی کارسازی تھی کہ مسلمانوں کے اندر استقلال وثبات پیدا کرنے ، حالات کا مقابلہ کرنے اورسارے ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے سینہ سپر ہوجانے کا حوصلہ پیدا کرنے کے لیے اور اکھڑے ہوئے قدموں اور ڈگمگائے ہوئے دلوں کو جمانے کے لیے اس نے تین شخصیتیں عطا فرمائیں ، جنھوں نے ہندوستان کے مسلمانوں کی اس گرتی ہوئی عمارت کوتھامنے کے لیے تین ستونوں کا کام کیا، ایک حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ ، دوسرے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ ،تیسرے حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ جومسلمانوں کےاس وقت پشتیبان بنے ہوئے تھے“۔ 1

مسلمانوں کی تاریخ میں کچھ ادوار ایسے گذرے ہیں جن میں مسلمان اور اسلام کی بقا کا سوال آگیا، ۱۹۴۷ء کا ہنگامہ ہندوستان کے مسلمانوں کے حق میں اسی نوعیت کا تھا،مسلمانوں کا انحصار سارا کا سارا ان دو ہستیوں حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ اور حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ پر تھا، یہ دو صاحب عزم مجاہد اللہ کے بندے پورے عزم واستقلال کے ساتھ جمے رہے،انھوں نے مسلمانوں کو یقین دلایا کہ اسلام کو یہاں رہنا ہے اور رہے گا۔اس وقت ہندوستان میں جو مسجدیں قائم ہیں اوران میں جونمازیں پڑھی جارہی ہیں اور پڑھی جاتی رہیں گی یہ ان کا طفیل ہے، ہندوستان میں جتنے مدارس اور خانقاہیں موجود ہیں اور جو فیوض و برکات ان سے صادر ہورہے ہیں اور ہوتے رہیں گے یہ انہی کے مرہون منّت ہوں گے،اوران سب کا ثواب ان کے اعمال نامے میں لکھا جاتا رہے گا۔ 2

علماء کی سیاست کے بارے میں حضرت مدنیؒ کا نظریہ

حضرت مدنیؒ نے دین کے جامع تصور لوگوں کے سامنے رکھا،اور خانقاہوں

1 تذکرہ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ،ص۹۴،۹۵

2 شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ ایک سیاسی مطالعہ،ص۱۸۴

اور مدارس سے کھینچ کر لوگوں کو میدان عمل میں لانے کی زندگی بھر جدوجہد کرتے رہے۔ آپ کا نظریہ یہ تھا کہ علم کا نتیجہ رہبانیت نہیں ہے، بلکہ علم کو میدان سیاست میں رہنما ہونا چاہیے، اسی سے اسلام کا مذہب کی حیثیت سے اور مسلمانوں کا ملت کی حیثیت سے وقار قائم رہ سکتا ہے۔ 1

حضرت مدنیؒ نے ایک دفعہ تقریر کرتے ہوئے فرمایا: ''کہ موجودہ نظام سیاست میں علماء کا گامزن ہونا اور اپنی آواز کو موثر بنانا اور موجودہ نظام سیاست میں داخل ہوکر بے دینوں اور غیر مسلموں نیز حکومت وقت کے حملوں سے اسلام کی مدافعت کرنا کس قدر ضروری ہے اور اگر اس وقت نظام سیاست (سارا کا سارا) بے دین لوگوں کے ہاتھ میں چلا جائے تو آئندہ اور کس قدر نقصانات پہنچ سکتے ہیں''۔ 2

حضرت مدنیؒ کے خصوصی اوصاف مولانا ابوالحسن ندویؒ کی نظر میں

١... اخلاص

حضرت مدنیؒ کی زندگی کا سب سے پہلا ممتاز اور اعلیٰ وصف اخلاص اور للّٰہیت ہے، حضرت کی بڑائی کا راز یہ ہے کہ وہ سرتاپا اخلاص تھے، وہ اپنے کام میں ہر وقت مخلص تھے، ان کا ادنیٰ سے ادنیٰ اور معمولی سے معمولی کام اخلاص کے ساتھ ہوتا تھا، ان کی ساری جدوجہد محض اتباع رضوان اللہ تھی۔ انھوں نے سیاسی جدوجہد میں شروع سے حصہ لیا اور اس وقت تک حصہ لیتے رہے جب تک اس کی ضرورت تھی لیکن جب قیمت وصول کرنے کا موقع آیا تو انھوں ہاتھ کھینچ لئے اور اپنی جدوجہد کی کوئی ادنی قیمت وصول نہیں کی۔

٢... عزم وعالی ہمتی

1 شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ ایک سیاسی مطالعہ، ص ۱۰۵، ۱۰۶

2 علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے، ص ۵۶۴

حضرت مدنیؒ کا دوسرا نمایاں وصف ان کا عزم وعالی ہمتی تھی، انھوں نے جس چیز کو رضائے الٰہی ضروری سمجھا تو اس کو بڑی خوش دلی اور خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیا خواہ وہ کیسی ہی تکلیف دہ اور صبر آزما ہو، انھوں نے اس وقت کئی کئی برس جیل کاٹے ہیں جب جیل جانے کا عموماً نام نہیں تھا۔

۳... دینی انہماک وانصراف

حضرت مدنیؒ کی دینی مصروفیت وانہماک کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو ان سے کچھ قریب رہے ہیں۔ ایسا مسلسل اور انتھک کام کرنے والا، اور نہ اکتانے والا اور نہ گھبرانے والا انسان کم نظر آیا ہوگا۔ واقعہ یہ ہے کہ جو حضرتؒ کی مصروفیت کو دیکھتے تھے وہ گھبراتے اور پریشان ہو جاتے تھے کہ اتنا کام وہ کیسے کرتے ہیں، ایک ہی دن میں سیکڑوں آدمیوں سے ملنا، درجنوں مہمانوں کی خاطر مدارات کرنا، کئی کئی گھنٹے درس دینا، خطوط کا جواب دینا، دینی اجتماعات اور سیاسی جلسوں میں شرکت وبیانات کرنا وغیرہ حضرتؒ کی مصروفیت تھی۔

۴... آدمیت وانسانیت

حضرت مدنیؒ کا چوتھا وصف ان کی آدمیت وانسانیت ہے، اس صفت وخصوصیت کا اندازہ ان کے مکارم اخلاق سے ہوتا ہے، دوسروں کو حتّٰی کہ مخالفین کو بھی نفع پہنچانے کی کوشش کرتے، خود تکلیفیں برداشت کرتے لیکن دوسروں کی چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کی فکر کرتے۔

۵... باطنی مقام اور عظمت

حضرتؒ بڑے باطنی مراتب پر فائز تھے، اس کا اندازہ وہ لوگ کر سکتے ہیں جو اس مقام سے واقف ہوں، وقت کے عارفین واہل نظر کی زبان سے ان کے لیے

بڑے کلمات سنے گئے ہیں، وہ ان کی عظمت وبلندی کے معترف اور ان کی مدح وتوصیف میں رطب اللسان تھے۔

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ نے فرمایا: ''کہ بھائی! حضرت شیخ مدنی کا ذکر کیا پوچھتے ہو، پہلے تو ہم یوں ہی سمجھتے رہے مگر وقت کی نزاکتوں اور ہنگامہ آرائیوں میں جب ہم نے اس مرد مجاہد کو آنکھ اٹھا کر دیکھا تو جہاں شیخ مدنی کے قدم تھے وہاں اپنا سر پڑا دیکھا''۔ ایک دفع حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ دارالعلوم دیوبند تشریف لائے، طلبہ نے اصرار کیا کہ تقریر فرماویں، شاہ صاحبؒ تیار نہیں ہوئے، لوگوں نے بڑا اصرار کیا مگر وہ انکار کرتے رہے، حضرت مدنیؒ مسجد میں ایک طرف دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے، شاہ جی صاحبؒ نے فرمایا: ''کہ حضرت شیخ مدنی جہاں ہو وہاں عطاء اللہ کی مجال نہیں کہ تقریر کرے''۔ 1 حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے بقول: ''حضرت مدنیؒ اس زمانے میں اولیاء اللہ کے امام تھے''۔ اور مولانا احتشام الحق تھانویؒ فرماتے تھے: ''کہ حضرت مدنیؒ حضرت شیخ الہندؒ کے صحیح جانشین اور ولی کامل تھے''۔ 2

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں: ''میں نے اپنے اکابر میں اپنے والد صاحبؒ اور حضرت مدنیؒ کو اخیر شب میں بہت ہی آواز سے روتے سنا، حضرت مدنیؒ کے رونے کا منظر اب تک کانوں اور دل میں ہے، جیسے کوئی بچہ کو پیٹ رہا ہو اور وہ رو رہا ہو۔ ہمت اور مشقت اٹھانے میں تو میں نے اپنے سارے اکابر میں حضرت مدنیؒ کے برابر کسی کو نہیں دیکھا۔ اپنے اختیار سے سونا اور اپنے اختیار سے جاگنا اپنے اکابر میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ اور حضرت مدنیؒ میں دیکھا''۔ 3

۶... اساتذہ وشیوخ سے تعلق اور ان کا انقیاد

1 علمائے دیوبند کے واقعات وکرامات، ص۲۴۲، ۲۴۳

2 بیس علمائے حق، ص۹۰

3 آپ بیتی، ۴/۹۲، ۹۳

حضرت مدنیؒ کا چھٹا بڑا وصف ان کا اپنے بزرگوں، اساتذہ اور شیوخ سے عاشقانہ اور والہانہ تعلق ہے، حضرتؒ اپنی بڑی سے بڑی اذیت برداشت کر سکتے تھے مگر اپنے اکابر و اسلاف، شیوخ اور اساتذہ کی تنقیص اور استخفاف برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں: ''انقیاد اکابر میں نے جتنا حضرت مدنیؒ میں دیکھا دوسروں میں بہت کم دیکھا، اپنی طبعیت کے جتنے بھی خلاف ہو مگر اپنے بڑوں کے سامنے ہتھیار ڈال دینا ان ہی کا حصہ تھا''۔ 1

۷... عزم واستقلال

حضرتؒ کا ایک بڑا وصف ان کا عزم واستقلال تھا۔ ان کی حقانیت، عزم، اللہ پر بھروسہ اور للّٰہیت پر سب لوگ حیران تھے۔ حضرت دن بھر تقریر فرماتے، دن رات سفر میں رہتے، مخالفوں کی ہنگامہ خیزیوں کا مقابلہ سکوت وسکون اور عدم تشدد سے فرماتے، ہر جگہ اصلاح وعظ، تقوی کی تلقین، مریدوں کی روحانی تعلیمات، بیعت ارشاد وتبلیغ، ہر وقت اتباع سنت، مخالفین کی طرف سے گالی وتوہین پر گھبراہٹ کا نام ونشان نہیں، وہی بشاشت وہی خندہ پیشانی، نماز باجماعت کی پابندی، سفر میں بھی تہجد کی پابندی، مراقبہ اور حیران کن شب بیداری، کہیں روٹی نہیں ملی یا معمولی سالن ملا کچھ پروا نہیں، جو کچھ سامنے آیا خوشی وشکریہ کے ساتھ تناول فرمایا۔ یہ تمام امور انسان کو حیرانی میں ڈالنے والے ہیں اور ہر شخص انگشت بدندان ہوتا تھا کہ حضرتؒ انسان ہے یا انسان سے بالافوق العادۃ کوئی ہستی ہے۔ 2

۸... عزیمت وحمیت

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں: ''بہت سے لوگ مولانا مدنیؒ کو

1 آپ بیتی، ۳/۱۰۰

2 علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے، ص ۵۶۷

ایک عالم اور محدث کی حیثیت سے جانتے ہیں، بہت سے لوگ ان کو ایک شیخ طریقت اور سالک کی حیثیت سے جانتے ہیں، بہت سے لوگ ایک سیاسی رہنما اور مجاہد کی حیثیت سے جانتے ہیں، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی ذات کو ان سب فضائل سے آراستہ کیا ہے، لیکن میری کوتاہ نظر میں دو صفتیں آپ کی زندگی میں کلیدی حیثیت رکھتی ہیں، جنھوں نے آپ کو اپنے معاصرین سے ممتاز بنایا ہے، ایک عزیمت اور دوسرے حمیت۔ عزیمت کا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ آپ نے علماء و اہل درس کے حلقہ سے قدم باہر نکالا اور اس وقت کے اہم مسائل کی طرف توجہ کی، کہ عین انگریزی حکومت کے عروج کے زمانہ میں اعلان حق کر کے "کلمۃ حق عند سلطان جائر" کے افضل جہاد کا شرف حاصل کیا، مالٹا میں اسیری کے دن گذارے، اور ہندوستان کے جیلوں میں مہینوں رہ کر سنت یوسفی ادا کی، اور دنیا کی عظیم ترین سلطنت کے مقابلہ میں برسوں سینہ سپر رہے۔ اسی طرح حمیت آپ کی کتاب اور زندگی کا نہایت روشن عنوان ہے، اسی حمیت نے ان میں انگریزوں کی مخالفت کا جذبہ پیدا کیا، جس کی آسودگی اس وقت تک نہیں ہوئی جب تک کہ انگریز اس ملک سے چلے نہیں گئے۔ تحریک خلافت اور جمعیۃ علماء کی جدوجہد میں حمیت کی روح کارفرما تھی اور یہی آپ کو سدا جوان اور مستعد وسرگرم رکھے ہوئے تھی، اور اس نے سینکڑوں، ہزاروں آدمیوں کو متحرک بنا رکھا تھا۔ بہرحال دینی حمیت آپ میں کوٹ کوٹ بھری ہوئی تھی"۔ 1

حضرت مدنیؒ کا دارالعلوم دیوبند سے خصوصی تعلق

حضرت مدنیؒ کا دارالعلوم دیوبند سے خصوصی تعلق رہا، انھوں نے دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی، پھر جب مسجد نبوی میں تدریسی خدمات دے رہے تھے تو درمیان میں دارالعلوم تشریف لائے اور شیخ الہند سے استفادہ کرتے رہے۔ اپنا واقعہ

1 تذکرہ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ ص ۴۰، ۶۸، ۶۹

بیان کرتے ہوئے حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں: ’’حضرت شیخ الہندؒ، تمام اساتذ اور ارباب اہتمام انتہائی شفقت فرماتے تھے، انھوں اگلے سال مجھ کومعقول تنخواہ پر خدمت تدریس پرمقرر کردیا اور ارباب شوری سے یہ تجویز پاس کرادی کہ حسین احمد جب بھی ہندوستان میں آئے بلاتجدید تقرر خدمات تدریسیہ انجام دیا کرے، اور کتب درسیہ میں اونچے درجہ کی کتابیں حدیث، فقہ اور تفسیر وغیرہ کی پڑھانے کے لئے دی گئیں‘‘۔ 1

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی دارالعلوم دیوبند سے علٰحدگی کے بعد حضرت مدنیؒ شیخ الحدیث اور صدر المدرسین مقرر ہوئے اور تاحیات اس منصب پر فائز تھے۔اس دوران حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ جودارالعلوم دیوبند کے سرپرست تھے ان کا حضرت مدنیؒ سے اختلاف ہوا، اسی طرح بعد میں حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ جو کہ صدر مہتمم تھے ان کا اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ کا حضرت مدنیؒ سے اختلاف ہوا تو ان حضرات کو دارالعلوم سے علٰحدہ ہونا پڑا جبکہ حضرت مدنیؒ تا حیات دارالعلوم میں رہے، اور ان کے انتقال کے بعد آج تک دارالعلوم دیوبند کا اختیار ان کے متعلقین کے پاس رہا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ دارالعلوم دیوبند سے حضرت مدنیؒ کا خصوصی تعلق تھا، اور وہ دارالعلوم دیوبند کے مزاج ومسلک سے اچھی طرح واقف بھی تھے اور ہم آہنگ اور ہم مزاج بھی تھے۔

حضرت شیخ الہندؒ کی جانشینی

حضرت مدنیؒ انگریزوں سے نفرت وعداوت، ملک کی آزادی سے غیر معمولی شغف اور اپنے اخلاص میں بجا طور پر اپنے استاذ شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کے صحیح جانشین تھے۔حضرت مدنیؒ کو حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ بڑی عزت کی نگاہ سے

1 نقش حیات، ص۲/۱۶۷

دیکھتے تھے اور انہیں اپنے استاذ حضرت شیخ الہندؒ کے قائم مقام مانتے تھے، اور اپنی پختہ رائے کو بھی آپ کی وجہ سے چھوڑ دیتے تھے۔ حضرت سندھیؒ فرمایا کرتے تھے: ''حضرت مولانا حسین احمد میرے استاذ شیخ الہند قدس سرہ کے قائم مقام یعنی ثانی شیخ الہند ہیں''۔ 1 ایک مرتبہ حضرت مدنیؒ نے احمد آباد جیل میں خواب دیکھا کہ ایک شخص اوپر سے کہہ رہا ہے کہ جو رحمت حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہ العزیز کی طرف دنیا میں متوجہ کی گئی تھی وہ اب تیری طرف پھیر دی گئی۔ 2

۱۳۲۷ھ میں حضرت مولانا مدنیؒ باجازت شیخ الہندؒ امروہہ میں تدریسی خدمات پر مقرر ہوئے، لیکن کچھ عرصہ کے بعد ان کو حضرت شیخ الہندؒ کا حکم ملا کہ تجھ کو یہاں دیوبند میں میرے پاس رہنا چاہیے، اس زمانہ میں حضرت شیخ الہندؒ کو بیماریوں کی شکایت شروع ہوگئی تھی، مہمانوں کا بہت ہجوم رہتا تھا اور وہ تحریک آزادی کے سلسلہ میں دورے کی تیاری کر رہے تھے، اس لئے حضرت مدنیؒ سے فرمایا کہ تیری یہاں دیوبند میں ضرورت ہے، عرض کیا گیا کہ یہاں تو خدمات انجام دینے والے خدام بکثرت موجود ہیں، تو حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا: ''کہ یہ لوگ تو اپنی نگہداشت بھی نہیں کر سکتے میری نگہداشت کیا کریں گے۔ 3 حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ فرماتے ہیں: ''مولانا حسین احمد صاحب جو اس زمانہ میں ''ہر کہ خدمت کرد او مخدوم باشد'' کے مصداق ہو گئے ہیں، ہمیشہ سفر و حضر میں خدمت کر کے حضرت شیخ الہندؒ کو راحت پہنچاتے رہے، ایک دن حسب عادت پاؤں دبانے لگے اور خاکسار محروم الخدمت کو بھی حرص آئی اور دوسرا پاؤں دبانے بیٹھ گیا اور ہنس کر میں نے مولانا حسین احمد صاحب سے کہا کہ مولوی صاحب آج تو ہم بھی آپ کے برابر ہو گئے ہیں،

---

1 مولانا محمود حسن حضرت شیخ الہند، ص ٦٦۔

2 نقش حیات، ۱/۱۱۴۔ 3 نقش حیات، ۲/۲۷، ۶۷۳-۶۷۲۔

4 بیس علمائے حق، ص ۸۹۔

اس پر حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا: ''بھائی! تم کہاں کہاں ان کی برابری کرو گے؟''۔ 4

حضرت مولانا مدنیؒ سیاست سے اپنے تعلق کے بارے میں فرماتے ہیں: ''جنگ عظیم اول نے سوانح زندگی میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا، یعنی سیاست سے میرا تعلق اور برطانوی سامراج کے مقابلے میں عزم انقلاب۔ جس طرح میرے علمی زندگی کا منبع فیض شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قدس اللہ سرہ العزیز تھے ایسے ہی سیاسی زندگی کا سرچشمہ بھی حضرتؒ کے وہ افکار اور جذبات تھے جو عرصہ دراز سے حضرت شیخ کے سینہ پُرنور اور ضمیر روشن میں پرورش پا رہے تھے، اور جن کی چنگاریاں اس جنگ عظیم نے بھڑکا دی تھیں''۔ 1

حضرت مولانا محمد میاں صاحبؒ فرماتے ہیں: ''حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد اس دور کی تمام شخصیات علم وعمل کے اپنے اپنے دائروں میں اپنی مثال آپ تھیں، علم وعمل کے رجال کار تھے، لیکن مجدد وقت کی حیثیت سے حضرت شیخ الہندؒ کی جانشینی کی سعادت اور رہنمائی کا شرف حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے حصے میں آیا جنھیں دنیا میں عمومًا اور حضرت قاسم العلومؒ اور حضرت شیخ الہندؒ کے سلسلہء فکر کے علماء میں خصوصًا شیخ الاسلام کے عرف سے یاد کیا جاتا ہے''۔ 2

حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں: ''اس قید (قید مالٹا) سے رہائی کے بعد حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ بیش از بیش تحریکات میں حصہ لینے لگے اور آخر خلق کی زبان نے ان کو شیخ الہندؒ کا جانشین مان لیا، اور اب حضرت شیخ الہندؒ کے مسلک کی ترجمانی اور ان کی جماعت کی نمائندگی مولانا موصوف فرمانے لگے''۔ 3

حضرت مفتی محمد شفیعؒ فرمایا کرتے تھے: ''کہ عام طور سے لوگوں نے حضرت

---

1 نقش حیات، ۱/۱۵۲

2 علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے، ص ۳۱

3 یادرفتگان ص ۴۴۱

مدنیؒ کی صرف سیاسی جدوجہد کو ان کا کمال سمجھ لیا، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالی نے انہیں سالہا سال حضرت شیخ الہند قدس سرہ کی خدمت وصحبت میں رہنے کی توفیق عطا فرمائی، انھوں نے اپنے شیخ کی خدمت اور عقیدت ومحبت میں اپنے آپ کو جس طرح فنا کیا اور اپنی تمام زندگی میں اپنے شیخ کے اوصاف وکمالات کو جس طرح منعکس کرنے کی کوشش کی، حضرت مدنیؒ کی عظمت کے اس پہلو کو اتنا اجاگر نہیں کیا گیا جتنا اس حق تھا۔ 1

حضرت مدنیؒ کی جرأت وشجاعت

ایک مرتبہ شاہجانپور میں حضرت مدنیؒ کی تقریر سے مخالفین بے حد مشتغل ہو گئے، اور انھوں نے یہ چیلنج کر دیا کہ اگر ائندہ ایسی تقریر کی گئی تو کفن ساتھ لایں، اسی جلسہ میں حضرتؒ نے یہ اعلان فرمادیا کہ دوسرے جمعہ کو اسی جگہ پر تقریر ہوگی، پھر اس جمعہ کو جب حضرت ٹرین سے اترے تو بغل میں ایک کپڑا دبایا ہوا تھا، وہاں سے سیدھے جلسہ گاہ تشریف لے گئے اور مجمع کو کپڑا دکھلایا کہ میں کفن ساتھ لایا ہوں، پھر سابقہ تقریر سے زیادہ زوردار تقریر کی۔ اعلاء کلمۃ اللہ میں اس ہمت اور جرأت کا اثر یہ ہوا کہ مخالیفین کی اکثریت نے بدعت سے توبہ کر کے معافی کی خواستگار اور داخل سلسلہ ہوئی۔ 2

ایک دفعہ مخالفین حضرت مدنیؒ کی توہین واذیت دینے پر تلے ہوئے تھے،تو ان کی عزت اور جان کی خاطر متعلقین نے درخواست کی کہ کچھ عرصہ کے لئے سفر موقوف کریں، جواب میں حضرتؒ نے ارشاد فرمایا: بھائی! تم کہتے ہو کہ اس میں بڑی اذیتیں اور تکالیف ہیں، لیکن یہ اذیتیں جو دی جاتی ہیں یا اٹھانی پڑتی ہیں میرے لئے عین راحت ہے۔ باقی رہا عزت تو خدا ورسول کے راستہ مین جو بھی توہین کی جائے یا

---

1 تذکرے، ص۲۶۴

2 علمائے دیوبند کے واقعات وکرامات، ص۲۳۹

اذیت دی جائے میرے لیئے عین عزت اسی میں ہے، اگر حق گوئی کے پاداش میں ہماری توہین کی جاتی ہے تو میں اس کو عزت تصور کرتا ہوں، باقی رہنا مرنا ایک ہی دفعہ ہے تو اللہ تعالی نے جس وقت اور جس طرح مقدر کر دیا ہے وہ ٹل نہیں سکتا۔ 1

آپ کی زندگی کا ایک اہم مقدمہ جو کراچی کی عدالت دینا ہال میں چلا تھا، اس مقدمہ کی بنیاد وہ فتوی تھا جو مولانا مدنیؒ ہندوستانی فوج کے نام جاری کیا تھا کہ انگریز فوج میں بھرتی ہونا، اس کی حمایت میں لڑنا، اس کی ترغیب دینا از روئے شریعت حرام ہے۔ جب اس فتوی کے خلاف آپ پر مقدمہ چلا تو عدالت میں انگریز جج نے فتوی کے متعلق آپ سے استفسار کیا، تو مدنیؒ نے نہایت جرأت اور بے مثال حق گوئی سے فرمایا کہ فتوی میں نے دیا اور جب تک میری رگوں میں خون دوڑتا رہے گا اس وقت تک اس کی اشاعت اور صداقت کا اعلان جاری رہے گا۔ مولانا محمد علی جوہرؒ وہاں موجود تھے بے ساختہ اٹھے اور مولانا مدنیؒ کے قدم چوم لئے اور ساتھ یہ کہا خدارا آپ بیان بدل دیں ورنہ پھانسی کی سزا ہوسکتی ہے، اور اس وقت سارے ملک کو آپ کی ضرورت ہے۔ حضرت مدنیؒ جواب میں فرمایا: ''اگر بیان بدلا تو ایمان بدل جائے گا''۔ 2

حضرت مدنیؒ کی روحانی طاقت

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ بیان فرماتے ہیں: ''کہ ۱۹۴۷ء میں تقسیم کے وقت فسادات شروع ہوگئے تھے، ہم اس وقت اپنی مستورات کے ساتھ نظام الدین میں تھے، حضرت مدنیؒ ایک سرکاری ٹرک میں دہلی سے دیو بند جا رہے تھے، راستہ میں نظام الدین سے ہم بھی ان کے ساتھ ہوگئے، اس دوران ٹرک خراب ہوگیا بہت سے دقت اور مشقت سے اس کو دھکے لگائے، پھر حضرت مدنیؒ اپنے ضعف وپیری کے، بدنی

1 علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے، ص ۵۶۷

2 علمائے دیو بند کے واقعات وکرامات، ص ۲۶۵

قوت سے زیادہ اپنی روحانی قوتوں کے ذریعہ اس کو بنفس نفیس دھکیلا اور حضرت ہی کی برکت وہ چل سکا ورنہ اس قدر سخت وزنی تھا کہ ہمارے قابو کا نہیں تھا"۔ 1

حضرت مدنیؒ کے رجال کار تلامذہ

حضرت مدنیؒ کی تصانیف اگر چہ زیادہ تعداد میں نہیں، لیکن ان کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں میں ہے، ان کا ایک ایک شاگرد اپنی جگہ علم کا مرکز رہا، شاگردوں نے جو ادارے قائم کئے ہوئے ہیں اور علمی و دینی کارنامے سرانجام دئے وہ کتابوں اور تصنیفات سے زیادہ مفید اور کارآمد ہیں۔ صرف پاکستان میں ان کے چند نامور اور مشہور شاگرد حضرات یہ ہیں: مولانا عبد الحقؒ اکوڑہ خٹک، مولانا عبد الرؤف چارسدوی، مولانا محمد ایوب جان بنوریؒ، مولانا سرفراز خان صفدرؒ، مولانا محمد نافعؒ جھنگ، مولانا قاضی مظہر حسینؒ، مولانا عبدالستار تونسویؒ، مفتی ولی حسن ٹونکیؒ، مفتی رشید احمد لدھیانویؒ، مولانا عبیداللہ اشرفیؒ، مولانا محمد یوسف پلندریؒ اور شیخ سلیم اللہ خانؒ۔ یہ حضرات ہر ایک اپنی اپنی جگہ دینی خدمات کے حوالے سے انسائکلو پیڈیا رہا ہے۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ تصنیفات سے عملی کام کو زیادہ اہم قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "بہت سے لوگوں نے جو اس مقام تجدید سے واقف نہیں محض کثرت تصنیف یا تبحر علمی کو کافی سمجھا اور مجددین امت کی فہرست دی۔ حضرت سید احمد شہیدؒ جو اس تیرہویں صدی کے مجدد تھے، ان کا بڑا تجدیدی کارنامہ آپ کی سب سے بڑی کرامت اور آپ کی زندہ یادگار آپ کی تربیت کی ہوئی وہ بے نظیر جماعت تھی جس کی مثال اتنی بڑی تعداد میں اور اس جامعیت و کاملیت کے ساتھ خیرالقرون کے بعد بہت کم ملتی ہے"۔ 2

1 آپ بیتی، ۱۹/۵، ۲۰

2 تاریخ دعوت وعزیمت ۶/ ۵۲۶، ۵۴۳

حضرت مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالی نے ہمیشہ کتاب کے ساتھ رسول کو اس لئے بھیجا کہ وہ اپنے عمل سے کتاب کی تفسیر کرے، چنانچہ ایسی مثالیں تو ملتی ہیں کہ دنیا میں رسول بھیجے گئے مگر کتاب نہیں آئی، لیکن ایسی مثال کوئی ایک بھی نہیں ہے کہ صرف کتاب بھیج دی گئی ہو اور اس کے ساتھ رسول کوئی نہ آیا ہو''۔ 1 حضرت استاذ محترم شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کتب اور رجال کا موازنہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اللہ تعالی نے تنہا کتاب کبھی نہیں بھیجی، ایسی مثالیں موجود ہیں کہ انبیاء علیہم السلام آئے ور کوئی نئی کتاب نہیں آئی، لیکن ایسی مثال نہیں کہ کتاب آئی ہو اور ساتھ کوئی نبی نہ آیا ہو''۔ 2

حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے علم اُٹھ جانے کو علمائے حق کے اُٹھ جانے کا نتیجہ بتلایا ہے، نہ کہ کتابوں کے گم ہوجانے کا، عبداللہ ابن عمرؓ کی روایت سے ارشاد نبوی ہے: **ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعا ینتزعہ من العباد، ولکن یقبض العلم بقبض العلماء.** (کہ اللہ تعالی علم کو اس طرح نہیں اٹھائیں گے کہ بندوں کے دلوں سے علم کھینچ لیں، لیکن علم کو اٹھائیں گے علماء کے اٹھالینے سے)''۔ 3

بہرحال ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ کتابوں سے رجال اور اشخاص زیادہ کارآمد ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے درس اور صحبت وتربیت سے جن علماء نے استفادہ کیا اور پھر ان تلامذہ نے اپنا اپنا حلقہ درس قائم کر کے پوری دنیا میں نام پیدا کیا اور دینی نظام تعلیم میں زندگی کی ایک نئی روح پھونک دی، اور انہی کے درس کے فیض سے کثیر تعداد میں جید علماء تیار ہوکر وہ اپنی اپنی جگہ خود ایک دبستان علم اور

1 مجالس مفتی اعظم، ص ۵۵۸

2 اصلاحی خطبات، ۳۱۳/۸

3 علماء دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج، ص ۴۱

مدرسے بن گئے۔حضرت مدنیؒ بتیس سال تک دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث ہونے کے ساتھ صدر مدرس اور ناظم تعلیمات بھی تھے،اسی دوران ہزاروں تلامذہ نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا،آپ کا درس حدیث مضامین کے تنوع اور جامعیت کے لحاظ سے ایک منفرد درس سمجھا جاتا تھا۔۱۹۵۴ء میں حکومت ہند نے آزادی وطن کی خاطر آپ کی مثالی جدوجہد، گراں قدر مساعی اور دارالعلوم دیوبند کی خدمات علمیہ کی بنا پر سرکاری اعزاز ''پدم بھوشن'' پیش کیا،لیکن حضرت مدنیؒ قبول کرنے سے انکار کرتے فرمایا کہ یہ ہمارے اسلاف کے مزاج اور طریقہ کار کے خلاف ہے۔رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

حضرت مدنیؒ کی خاص مقبولیت

ہر سال کے سالانہ پروگرام کے موقع پر جب ختم بخاری کی آخری حدیث کا درس ہوتا ہے،تو کوئی ایک فاضل حدیث سے پہلے اپنی اور استاذ کی سند کو پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتا ہے،تو اکثر جامعات کے سلسلہ سند حدیث میں حضرت مدنیؒ کا نام آتا ہے جو تا قیامت ان شاء اللہ یہ نام اسی طرح زندہ وتابندہ رہے گا۔یہی بات ان کی مقبولیت کے لئے کافی وشافی ہے۔

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

مختصر سوانح حیات

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ بن مولانا فضل الرحمٰن کی پیدائش ۱۰ محرم الحرام ۱۳۰۵ھ /۱۸۸۵ء بجنور ہندوستان میں ہوئی۔۱۳۱۲ھ میں حافظ محمد عظیم دیوبندی کے سامنے بسم اللہ ہوئی اور اردو کی کچھ کتابیں پڑھیں ، اور پھر فارسی کی کتابیں مولانا محمد یاسینؒ سے پڑھیں،اور پھر مختلف اساتذہ سے فنون کی تعلیم حاصل کی،۱۳۲۵ھ/۱۹۰۸ء میں حضرت شیخ الہندؒ اور دوسرے شیوخ سے دورہ حدیث پڑھ کر دارالعلوم دیوبند سے فراغت پائی۔

فراغت کے بعد دہلی کے مدرسہ فتح پوری میں مدرس مقرر ہوئے، ۱۳۲۸ھ میں آپ کو دار العلوم دیوبند بلالیا گیا، ایک عرصے تک دار العلوم دیوبند میں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے ساتھ ۱۳۴۶ھ میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل چلے گئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی وفات کے بعد ۱۳۵۲ھ میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔ ۱۳۵۴ھ میں دوبارہ دار العلوم دیوبند تشریف لائے اور ۱۳۶۲ھ تک بحیثیت صدر مہتمم دارالعلوم کی خدمات انجام دیتے رہے، پھر دار العلوم سے علٰحدگی اختیار کی۔ ملک کی تقسیم کے بعد پاکستان تشریف لاکر کراچی میں مقیم ہوگئے، ۲۱ صفر ۱۳۶۹ھ/۱۳ دسمبر ۱۹۴۹ء بروز منگل بہاولپور میں انتقال فرمایا اور کراچی میں ان کی تدفین ہوئی۔ 1

حضرت عثمانیؒ کا علمی مقام مشاہیر کی نظر میں

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ دنیائے اسلام کے جلیل القدر علماء میں سے تھے، ان کا علم وعمل، تقوی وطہارت اور للّٰہیت وخلوص بے نظیر تھا۔ وہ اپنے دور کے مفسر اعظم، محدث کبیر، فقیہ بے بدل اور بے مثل متکلم تھے، تحریر وتقریر کے میدان کے شہسوار، منقول ومعقول کے جامع اور شریعت وسیاست دونوں کے مرد میدان تھے۔

حضرت علامہ کشمیریؒ حضرت عثمانیؒ کو لسان الغیب فرمایا کرتے تھے۔ اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں: ''حضرت شیخ الاسلام علامہ عثمانیؒ علم وفضل کے پہاڑ تھے، ایک عظیم الشان مفسر ومحدث، محقق متکلم، فقیہ ومصنف اور ادیب وخطیب تھے۔ اللہ تعالی نے آپ کو حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے علوم ومعارف کے شارح کی حیثیت سے شہرت عامہ عطا فرمائی تھی۔ 2

---

1 تجلیات عثمانی، ص ۳۵، ۳۶، اساطین ملت، ص ۳۲۷

2 بیس علمائے حق، ص ۶۵، ۷۴

حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے علامہ عثمانیؒ کی وفات پر دارالعلوم دیوبند میں منعقدہ تعزیتی جلسے سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''حضرت مولانا شبیراحمد عثمانیؒ کی شخصیت بے مثال تھی، علم وفضل میں آپ کا پایہ بلند تھا اور ہندوستان کے چیدہ علماء میں سے تھے۔ مولانا کے علم وفضل اور بلند پایہ شخصیت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا، علمی طور پر ان کی شخصیت مسلّمہ کل تھی، تحریر وتقریر کا خداد ملکہ مولانا کا حصہ تھا اور بہت سی خوبیوں کے مالک تھے''۔ 1

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں: ''مولانا عثمانیؒ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم، پاکباز محدث، بہترین مفسر اور خوش بیان مقرر تھے۔ ان کی تقریر کے ایک ایک لفظ میں علم وعرفان کا سمندر موجزن تھا''۔ حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں: ''علامہ عثمانیؒ اپنے وقت کے زبردست متکلم، نہایت خوش تقریر مقرر، محدث ومفسر اور محقق تھے۔ حلقہء علماء میں ایسا قادرالکلام مقرر اور ایسا بلیغ اللسان خطیب شاید اب تک میسر نہ ہوا ہوگا۔ جب آپ تقریر کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ علم وکمال کا سمندر موجیں ماررہا ہے، وہ تقریر وتحریر میں اپنے وقت کے امام تھے''۔

حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ نے فرمایا: ''جماعت علماء میں حضرت علامہ عثمانیؒ صرف ایک بہترین عالم ہی تھے، بلکہ ایک صاحب الرائے مفکّر بھی تھے، آپ کا فہم وفراست اور رفقہ نفس بے نظیر تھا۔ آپ اس علمی ذوق کے امین تھے جو اکابر دارالعلوم سے بطور وراثت آپ کو ملا تھا، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے مخصوص علوم پر آپ کی گہری نظر تھی''۔ حضرت مولانا محمد ادریس کاندہلویؒ نے فرمایا: ''علامہ عثمانیؒ اس دور کے رازی وغزالی تھے''۔ 2

1 تجلیات عثمانی، ص ۸۱

2 اکابر علمائے دیوبند، ص ۱۰۴...۱۱۰

حضرت علامہ عثمانیؒ کی سیاست کے مختلف ادوار

ا... حضرت شیخ الہندؒ کی نگرانی ورہنمائی میں علامہ عثمانیؒ کی سیاسی خدمات

علامہ عثمانیؒ حضرت شیخ الہندؒ کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے، اپنے استاذ کی نگرانی ورہنمائی میں ان کی سیاست کا دوراول شروع ہوا۔ حضرت شیخ الہندؒ کے بحکم جب ۱۹۱۰ء میں جمعیت الانصار تنظیم کا قیام عمل میں لایا گیا تو علامہ عثمانیؒ درس وتدریس کے ساتھ جمعیت الانصار کے کاموں میں سرگرمی سے حصہ لے رہے تھے، گویا علمی، مذہبی، قومی وملی اوروطنی تمام خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ جب مرادآباد میں اس تنظیم کا پہلا جلسہ طے ہوا تو علامہ عثمانیؒ نے اس میں اپنا معرکہ آراء مضمون ''اسلام'' کے عنوان سے پڑھا، اکابر علماء نے اس تقریر کو بڑے ذوق شوق سے سنا اوراس کی بڑی تعریف کی۔ پھر۱۹۱۲ء میں بمقام میرٹھ میں جمعیت الانصار کا جو جلسہ منعقد ہوا تھا، اس میں علامہ عثمانیؒ نے ''الدارالاٰخرۃ'' کے عنوان سے زبردست عقلی اور فلسفی تقریر فرمائی۔ ۱۹۱۳ء بمقام شملہ جمعیت الانصار کے جلسے میں علامہ عثمانیؒ نے ''معجزات'' کے موضوع پر مدلل تقریر فرمائی۔ 1

جنگ بلقان میں جب برطانیہ اوراس کے اتحادیوں نے ترکی سلطنت پر جنگ مسلط کی تو حضرت شیخ الہندؒ نے ۱۹۱۲ء میں ترکی حکومت کی مدد کے لئے چندہ مہم چلایا، دارالعلوم دیوبند میں اسباق کو چند دنوں بند کردیا گیا، اساتذہ اورطلباء اس چندہ مہم مین مصروف تھے، علامہ عثمانیؒ نے مختلف شہروں کا دورہ کرکے اس موقع پر بہت چندہ کیا۔ 2

---

1 حیات عثمانی، ص۹۹...۱۱۲

2 تجلیات عثمانی، ص۵۸۵...۵۸۸

حضرت شیخ الہندؒ جب ۱۹۱۹ء میں مالٹا جیل سے رہا ہوئے تو علامہ عثمانیؒ کو اپنی زبان بنا کر ان کے واسطے ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں اپنے خیالات کا اظہار فرمایا، حضرت عثمانیؒ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ اپنے خاص استاذ کے ترجمان بنتے ہوئے بڑے بڑے اجتماعات میں تقریریں کیں۔ حضرت شیخ الہندؒ نے اس موقع پر ترک موالات کے فتوی لکھنے کے لئے چند مخصوص شاگردوں کو مامور فرمایا، ان میں علامہ عثمانیؒ کا لکھا ہوا فتوی حضرت شیخ الہندؒ نے پسند کر کے اسی کو منتخب فرمایا۔ ۱۹۲۰ء میں جب جامعہ ملیہ کے افتتاحی اجلاس کے لئے حضرت شیخ الہندؒ کو صدارت کے لئے منتخب کیا گیا تو ان کا خطبہ صدارت علامہ عثمانیؒ نے پڑھ کر سنایا۔ 1

۲... جمعیۃ علمائے ہند میں حضرت علامہ عثمانیؒ کا سیاسی کردار

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا دوسرا سیاسی دور جمعیۃ علماء ہند کے ساتھ وابستگی اور تعلق سے شروع ہوتا ہے، ۱۹۱۹ء میں جمعیۃ علماء ہند قائم ہوئی تو ابتدا سے لیکر ۱۹۴۵ء تک حضرت عثمانیؒ اس کی مجلس عاملہ کے ممتاز رکن تھے اور اکثر اجلاسوں میں شرکت فرماتے رہے، اور ان پر جوش اور کامیاب تقریریں فرماتے رہے، اور مختلف اوقات میں اس کی کمیٹیوں کے رکن رہے، اور بہت سی کمیٹیوں میں صدارت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ 2

۳... جمعیۃ علماء اسلام کی صدارت

علامہ عثمانیؒ کا تیسرا دور جمعیۃ علماء اسلام کے قیام سے شروع ہوتا ہے، اکتوبر ۱۹۴۵ء میں کلکتہ میں جمعیت علماء اسلام وجود میں آئی، علامہ عثمانیؒ کو اس کا پہلا صدر چن لیا گیا اور تاحیات منصب صدارت پر فائز تھے۔ 3

1 حیات عثمانی ص ۲۰۳...۲۰۶
2 تجلیات عثمانی ۵۹۳...۶۱۱
3 حیات عثمانی ص ۴۸۲

۴... تحریک پاکستان میں سیاسی کردار

حضرت عثمانیؒ کا چوتھا سیاسی دور پاکستان سے متعلق ہے، پاکستان بننے میں علامہ عثمانیؒ اوران کے رفقاء کی جدوجہداور محنت شامل ہے، یہی وجہ ہے کہ پاکستان بننے کے بعد مغربی پاکستان میں پرچم لہرانے کا اعزاز ان ہی کو حاصل ہے۔۱۹۴۶ء میں جب ہندوستان کی مجلس دستورساز کا انتخاب ہوا تھا تو علامہ عثمانیؒ بنگال سے مسلم لیگ کی جانب سے اس کے رکن منتخب ہوئے تھے، ملک کی تقسیم کے بعد بھی آپ کو مجلس دستور پاکستان کا رکن منتخب کیا گیا۔حضرت علامہ عثمانیؒ دستورساز کمیٹی کے رکن تھے،ان کی کوششوں سے اسلامی تعلیمات بورڈ قائم ہوااسی طرح قراردادمقاصدان کی جدوجہد کا نتیجہ ہے۔

صوبہ سرحد(خیبر پختونخواہ) کو پاکستان میں شامل کرنے کے لئے ۱۹۴۷ء میں ریفرنڈم ہوا تو اس وقت علامہ عثمانیؒ اور مفتی محمد شفیعؒ نے دیگر رفقاء کے ساتھ ملکر صوبہ سرحد کا دورہ کیا،مختلف شہروں میں خطاب کیااورلوگوں کو پاکستان کے ساتھ دینے پر قائل کیا،ان کی کوششوں کے نتیجے میں ریفرنڈم پاکستان کے حق میں آیا۔بہرحال حضرت علامہ شبیراحمد عثمانیؒ نے سیاست اورتحریک پاکستان میں جوسرگرم حصہ لیا وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہے،لہذا بانیان پاکستان میں ان کا نام فراموش کردینا قدر ناشناسی کی بدترین مثال ہوگی۔

دارالعلوم دیوبند کے مفتیان کرام اورسیاست

حضرت مفتی رشیداحمد گنگوہیؒ اورسیاست

سوانح حیات

حضرت مفتی رشید احمد گنگوہیؒ ذی قعدہ ۱۲۴۴ھ بروز شنبہ گنگوہ میں پیدا ہوئے۔قرآن پاک اور فارسی وعربی کی ابتدائی تعلیم گنگوہ میں حاصل کی،بعدازاں

تحصیل علم کے لئے دہلی کا سفر کیا، کچھ عرصہ قاضی احمد الدین صاحب سے پڑھتے رہے، اور پھر حضرت مولانا مملوک علیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ دونوں نے ایک ساتھ مولانا مملوک علی صاحبؒ سے خوب استفادہ کیا اور آخر میں علم حدیث حضرت مولانا عبدالغنیؒ سے حاصل کیا۔ فراغت کے بعد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے بیعت ہوئے اور بیالیس دنوں کے بعد ان کی طرف سے خلافت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت نانوتویؒ کی وفات کے بعد حضرت گنگوہیؒ دار العلوم دیوبند کے سرپرست مقرر ہوئے۔ ۹ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ/۱۱ اگست ۱۹۰۵ء بروز جمعہ حضرت گنگوہیؒ اس دنیاء فانی سے کوچ فرمایا۔ 1 (مزید تفصیل کے لئے تذکرۃ الرشید کا مطالعہ فرمائیں)

حضرت گنگوہیؒ کا علمی وروحانی مقام

حضرت گنگوہیؒ اپنے وقت میں فقہ وحدیث کے امام تھے، آپ اگرچہ تمام علوم کے بحر ذخار تھے لیکن حدیث وفقہ سے آپ کو بہت شغف تھا۔ اسی طرح باطنی طور بھی آپ کا مقام بہت بلند تھا، آپ کے فیض صحبت سے شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ، مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، مولانا عبدالرحیم رائپوریؒ اور مولانا حسین احمد مدنیؒ جیسے حضرات نے استفادہ کیا۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ آپ اور مولانا نانوتویؒ کے بارے میں فرماتے ہیں: ”جو آدمی اس فقیر امداد اللہ سے محبت وعقیدت وارادت رکھتا ہے، وہ مولوی رشید احمد سلمہ اور مولوی قاسم سلمہ کو جو تمام کمالات علوم ظاہری اور باطنی کے جامع ہیں، بجائے میرے بلکہ مجھ سے بھی بڑھ کر شمار کرے۔ ان کی صحبت غنیمت جاننی چاہیے کہ ان جیسے آدمی اس زمانہ میں نایاب ہیں“۔ اور فرماتے تھے: ”کہ اگر حق تعالی مجھ سے

1 اکابر علماء دیوبند، ص ۲۷...۳۲۔

دریافت کرے گا کہ امداداللہ کیا لے کر آیا، تو میں مولوی رشید احمد صاحب اور مولوی قاسم صاحب کو پیش کروں گا کہ یہ لے کر حاضر ہوا ہوں‘‘۔ 1

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ فرماتے تھے: ’’کہ اگر کوئی شخص یہ قسم کھائی کہ میں آج (سب سے بڑے) فقیہ کو ضرور دیکھوں گا تو اس قسم سے اس وقت تک سبکدوش نہ ہوگا جب تک وہ مولانا رشید احمد صاحب کی زیارت نہ کرے‘‘۔ 2

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ جو حضرت گنگوہیؒ کو فقیہ النفس سمجھتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’امام ربانی حضرت گنگوہیؒ نہ صرف حنفی مذہب کے ماہر تھے، بلکہ چاروں مذاہب کے فقیہ تھے۔ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو چاروں مذہبوں کا ماہر ہو‘‘۔ 3

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ جو حضرت گنگوہیؒ کے خلیفہ مجاز تھے، ان سے اپنے تعلق کے بارے میں فرماتے ہیں: ’’اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالی نے اپنے خاص فضل وکرم سے ایسی مقدس، بابرکت اور کاملین اہل اللہ کے دروں تک پہنچایا کہ وہ نہ اپنے زمانہ کے ممتاز، مایا ناز اور آسمان طریقت وشریعت کے درخشندہ آفتاب تھے، بلکہ صدیوں میں بھی زمانہ کو ایسی ہستیاں نصیب نہیں ہوئی تھی‘‘۔ 4

جنگ آزادی میں حضرت گنگوہیؒ کا مجاہدانہ کردار

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اور جہاد کے سلسلے میں سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مکیؒ کو امام مقرر کیا گیا تھا، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو سپہ سالار افوج اور حضرت مفتی رشید احمد گنگوہیؒ کو قاضی بنایا گیا تھا جبکہ مولانا محمد منیر نانوتویؒ اور حافظ ضامن شہیدؒ کو میمنہ اور میسرہ کا افسر مقرر کر دیا گیا تھا۔ اس وقت کے پاس تلوار بندوق

1 اکابر علماء دیوبند، ص۳۰، ۳۱

2 مجالس مفتی اعظم، ص۴۰۴، سلف صالحینؒ کے ایمان افروز واقعات، ص۲۸۵، ۲۸۶۔

3 علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے، ص۱۰۳

4 نقش حیات، ۱/۱۰۷

وغیرہ تھے، ایک بار یہ خبر آئی کہ انگریز توپ خانہ کے ساتھ سہارنپور سے شاملی آ رہے ہیں تو مجاہدین میں تشویش پیدا ہوئی کہ توپ کا مقابلہ کس طرح کیا جائیگا، حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا: فکرمت کرو، آپ مجاہدین کے ساتھ ایک باغ میں مجاہدین کے ساتھ چھپ گئے، جب انگریز فوج توپ کے ساتھ باغ کے سامنے گذر رہی تھی تو مجاہدین نے ایک ساتھ فائر کیا، فوجی گھبرا ہو کر توپ خانہ کو چھوڑ کر بھاگ گئے، حضرت گنگوہیؒ نے توپ خانہ کھینچ کھینچ کر حضرت حاجی امداد اللہؒ کی مسجد کے سامنے لا کر ڈالدیا۔ اس سے لوگوں میں حضرت گنگوہیؒ کی فراست، ذکاوت، فنون حربیہ کی مہارت معاملہ فہمی اور پوری قابلیت کا سکہ بیٹھ گیا۔ 1

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی پر دوسرے حضرات کے ساتھ حضرت گنگوہیؒ پر بھی غدر اور بغاوت کا الزام لگایا گیا اور وارنٹ گرفتاری جاری ہوا، جس کی وجہ سے ان کی گرفتاری عمل میں آئی اور چھ مہینے تک قید میں رہے۔ آپ جیل میں بھی اپنے معمولات اور نماز باجماعت پابندی سے ادا کرتے، ارشاد ظاہری و باطنی کے ساتھ لوگوں کو قرآن مجید کا ترجمہ سناتے۔ عدالت میں ایک بار آپ سے پوچھا گیا کہ تم نے سرکار کے مقابلہ میں ہتھیار اٹھائے؟، آپ نے اپنی تسبیح کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ہمارا ہتھیار تو یہ ہے۔ پوری تفتیش و تجسس کے باوجود جب کچھ ثابت نہ ہوسکا تو بالآخر رہا کرنے کا فیصلہ سنا دیا گیا۔ 2

حضرت گنگوہیؒ کا سیاسی کردار

حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ فرماتے ہیں: ”ہندوستان میں انگریز کے پوری تسلط کے بعد حقوق طلبی کے لئے جب کانگریس قائم ہوئی تو سب سے پہلے

---

1 نقش حیات، ۴۵۲/۲، ۴۵۳

2 تذکرۃ الرشید، ۸۴/۱، ۸۵

حضرت قطب مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے مسلمانوں کو اس میں شرکت کا فتوی دیا"۔ 1

بہر حال حضرت مفتی رشید احمد گنگوہیؒ صرف محدث اور مفتی نہیں تھے، بلکہ میدان جہاد اور سیاست کے بھی قائد و رہنما تھے۔

حضرت مفتی کفایت اللہ دہلویؒ اور سیاست

سوانح حیات

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کی ولادت ۱۲۲۹ھ/۱۸۷۵ء میں بمقام شاہجہانپور ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ شاہجہانپور اور مدرسہ اعزازیہ میں حاصل کی، دو سال مدرسہ شاہی مراد آباد میں پڑھا، ۱۳۱۲ھ میں دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا، ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء میں شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ اور مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ وغیرہ حضرات سے دورہ حدیث پڑھ کر دار العلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد مدرسہ عین العلم شاہجہانپور میں مدرس مقرر ہوئے، اس کے بعد مدرسہ امینیہ دہلی میں بعہدہ صدر مدرس تشریف لائے، اور پھر اس کے مہتمم بنا دیے گئے اور ساتھ ۱۳۵۵ھ سے ۱۳۷۲ھ تک دار العلوم دیوبند کی مجلس شوری کے بھی رکن رہے۔ 2

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کا علمی و سیاسی مقام مشاہیر کی نظر میں

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں: "میں مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کے تدبر اور مولانا حسین احمد صاحب کے جوش عمل کا معتقد ہوں، مجموعی طور پر آپ فقیہ، محدث، مجاہد اور نکتہ سنج علماء دیوبند میں سے تھے"۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے تھے: "مفتی کفایت اللہ صاحب کا وجود اسلام کی حقانیت کی دلیل ہے"۔

1 علماء دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج، ص ۱۷۴

2 اساطین ملت، ص ۵۳، ۵۵، تاریخ دار العلوم دیوبند (محبوب رضویؒ) ۸۰/۲

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ فرماتے ہیں: ’’کہ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب حضرت شیخ الہندؒ کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے، مفتی صاحب ابتداء ہی سے نہایت ذکی سمجھدار تھے، آپ کو علوم عقلیہ ونقلیہ دونوں سے طبعی مناسبت تھی، تقریر وتحریر دونوں کے میدانوں میں ہمیشہ پیش پیش رہے، اور دوسروں کے مقابلہ میں بازی لے گئے ، اخلاق حسنہ میں خداوند عالم نے کمال عطا فرمایا تھا ، دریائے سیاست کے شناور تھے، تدبر وتفکر کے انمول موتیوں سے آپ کا دامن مزین تھا‘‘۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ فرماتے ہیں: ’’مولانا مفتی کفایت اللہ مرحوم ان لوگوں میں سے تھے جن کی زندگی کا عظیم مقصد دینی علم اور ملک کی خدمت کرنا تھا، وہ ایک مستند عالم دین تھے، اس لئے قدرتی طور پر ان کا فرض تھا کہ وہ دینی خدمت کرتے ، چنانچہ تمام زندگی انھون نے اس مقصد کے لئے گذار دی‘‘۔

حضرت مولانا عبدالماجد دریابادیؒ نے فرمایا: ’’حضرت مفتی صاحب زندگی بھر مسلمانوں کے مکرم ومحترم رہے، سالہا سال جمعیت علمائے ہند کے صدر رہے، ایک بڑی درسگاہ کے روح رواں اور مجلس خلافت کے اہم رکن تھے‘‘۔ حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ نے فرمایا: ’’آپ اپنے زمانہ کے مشہور ومسلم مفتی اور فقیہ تھے، نکتہ رس علماء میں سے تھے، تدریس وافتاء کے ساتھ سیاسی لائن میں بھی نمایاں کام انجام دیا، جمعیت علماء ہند اور کانگریس کی تحریکوں میں قائدانہ حصہ لیا، کئی مرتبہ جیل گئے، آپ کا علم وفہم علماء میں تسلیم شدہ تھا‘‘۔ 1

حضرت مولانا سید محبوب رضوی صاحب فرماتے ہیں: ’’فتاوی نویسی کا کمال جماعت دیوبند میں صرف تین ہی شخصوں کے حصے میں آیا ہے، ایک حضرت مولانا مفتی رشید احمد گنگوہیؒ ، دوسرے مفتی عزیز الرحمان صاحبؒ اور تیسرے حضرت مفتی

---

1 اکابر علماء دیوبند، ص ۱۳۰، ۱۳۱، علماء دیوبند کے واقعات وکرامات، ص ۳۱۷

کفایت اللہ صاحبؒ‘‘۔ 1

حضرت مفتی کفایت اللہؒ کی سیاسی بصیرت حضرت شیخ الہندؒ کی نظر میں

حضرت شیخ الہندؒ کا یہ معمول تھا کہ جب کبھی کسی سیاسی لیڈر سے گفتگو کرتے تو سب سے پہلے حضرت مفتی صاحب کو بلا کر ان سے مشورہ کرتے۔ دوسرے حضرات سے فرماتے: ’’بے شک تم لوگ سیاستدان ہو، لیکن مولوی کفایت اللہ کا دماغ سیاست ساز ہے‘‘۔ 2 اور حضرت شیخ الہندؒ نے وصیت فرمائی تھی کہ ارکان جمعیت علماء ہند کو دو آدمیوں کو نہیں چھوڑنا چاہیے، ایک مولانا حبیب الرحمان عثمانی صاحب دوسرے مفتی کفایت اللہ صاحب۔ 3

جمعیت علماء ہند کے قیام میں حضرت مفتی صاحبؒ کا بنیادی کردار

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ جو کہ مفتی اعظم ہند سے مشہور تھے، تدریسی اور فقہی خدمات کے ساتھ سیاست میں بھی ان کا بلند مقام تھا، ملک کی اجتماعی سیاست میں وسیع الخیالی، بلند فکری، انصاف پسندی اور تدبر وسیاسی بصیرت کی وجہ سے آپ عزت واحترام کی نگاہ دیکھے جاتے تھے۔ جمعیت علماء ہند کی تشکیل میں ان کی رہنمائی کارفرما تھی، آپ بانیان جمعیت میں سے ہیں، اس کے قیام سے لیکر استقلال واستحکام کے مراحل ان ہی کے دور صدارت میں طے ہوئے تھے، اور ہر دور میں ان کا قائدانہ کردار تھا۔ ملکی سیاست میں آپ سب سے پہلے قدم رکھنے والے علماء میں سے تھے، اپنی پوری زندگی میں سیاسی تحریکوں کو پروان چڑھاتے رہے۔ جمعیت علماء ہند کی تاسیس کے وقت آپ کو عارضی صدر بنایا گیا، اور مستقل صدارت حضرت شیخ الہندؒ کے

---

1 تاریخ دارالعلوم دیوبند، ۲/۴۷

2 علماء دیوبند کے واقعات وکرامات، ص ۳۱۱۔

3 علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے، ص ۲۷۰

لئے محفوظ رکھی گئی جواس وقت مالٹا جیل میں قید تھے، رہائی کے بعد حضرت شیخ الہندؒ کا جلدی انتقال ہوا تو حضرت مفتی صاحب کو مستقل صدر بنایا گیا، اور ۱۹۲۰ء سے لیکر ۱۹۳۹ء تک آپ جمعیت علماء ہند کے مستقل صدر رہے۔ جمعیت علماء ہند کے پہلے اجلاس میں حضرت مفتی صاحبؒ نے جمعیت کے قیام کی ضرورت، سیاست کی اہمیت اور علماء کا اس میں کردار ادا کرنے پر زور دیا، اور جمعیت کے مقاصد واغراض کا اجمالی خاکہ بھی پیش کیا۔ (تفصیل کے لئے ''جمعیۃ العلماء کیا ہے'' کا مطالعہ کریں)

۱۹۳۹ء میں صحت کی خرابی اور کمزوری کی وجہ سے آپ جمعیت کی صدارت سے سبکدوش ہوگئے، اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ جمعیت علماء ہند کی صدارت پر فائز ہوگئے۔ ان ہی کی زیر صدارت منعقدہ اجلاس میں حضرت مفتی صاحب کی سیاسی خدمات کا ان الفاظ میں اعتراف کیا گیا'' کہ جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کی خدمات جلیلہ کا صدق دل سے اعتراف کرتا ہے جو انھوں نے ابتدائے قیام جمعیت کے وقت سے بہ حیثیت صدر مذہبی وملی خدمات مخلصانہ طور پر انجام دی ہیں، اور جمعیت علماء ہند کو یہ یقین ہے کہ جمعیت حضرت ممدوح کہ خداداد قابلیت، صلاحیت اور حسن تدبیر سے ہمیشہ مستفید رہے گی''۔

حضرت مفتی صاحبؒ اور تحریکات

۱۹۱۹ء سے لیکر تا حیات ہندوستان میں کوئی سیاسی اور مذہبی تحریک ایسی نہیں جس میں حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کی رہبری نظر نہ آئے۔ جمعیت الانصار، خلافت کمیٹی، تحریک خلافت، مجلس تحفظ ناموس شریعت، تحریک اتحاد بین المسلمین، اتحاد مدارس، قادیانیت کا تعاقب اور اسلامی معاشرتی قوانین اس زمانہ کے یہ جتنے تحریکات تھے ان میں حضرت مفتی صاحبؒ کا صف اول کے طور قائدانہ کردار تھا۔ حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ فرماتے ہیں: ''علمی اور درسی مصروفیات نے حضرت مفتی

صاحبؒ کو قومی درد اور قومی خدمات سے غافل نہیں رکھا، تحریک خلافت کے وقت آپ نے نہ صرف ملک وقوم کی سیاسی خدمات انجام دیں بلکہ سیاسی تحریکات اور قومی خدمات کے سلسلے میں آپ کی حیثیت ایک بانی کی ہے''۔ 1

بہرحال حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ ایک جید عالم دین، مدبر و مفکر اور عظیم فقیہ و مفتی تھے، ساری زندگی دینی، علمی اور سیاسی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ/۲۱ دسمبر ۱۹۵۲ء بروز جمعرات انتقال کر گئے اور دہلی میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے قریب آپ کی تدفین ہوئی۔ 2

1 علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے، ص۳۴۱...۳۶۱

2 اکابر علماء دیوبند، ص۱۳۱

باب ہشتم: مختلف دینی طبقات کی خدمت میں گذارشات

تبلیغی جماعت

تبلیغی جماعت ہمارے ملک کی ایک اہم جماعت ہے، ملک اور بیرون ملک اس کی بڑی خدمات ہیں، دین کا ایک اہم شعبہ اور فریضہ سنبھالی ہوئی ہے، تاہم اس کو چاہیے کہ دین کے دوسرے شعبوں کے معاون بنے، اور کم از کم ان شعبوں کی نفی اور مخالفت نہ کرے۔ تبلیغی جماعت کے ابتدائی جو بزرگ گذرے ہیں ان کی خدمات کا دائرہ وسیع تھا، اور ان کا مجاہدین اور علماء سیاست سے قریبی تعلق رہا ہے۔ تبلیغ اور سیاست دونوں دین کے اہم شعبے ہیں اور ایک دوسرے سے متعلق ہے۔

تبلیغ اور سیاست کا تعلق وربط

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں: ''کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو اوصاف تھے ایک وصف نبوت، امت میں سے اس وصف میں کوئی ان کے ساتھ شریک نہیں، اور دوسرا وصف فریضہ نبوت ہے یعنی دین کی دعوت واشاعت، اس میں ان کے ساتھ حضرات شیخینؓ سب سے زیادہ معاون اور شریک تھے، اور اس وصف دعوت اور تبلیغ میں سیاست کو بھی بڑا دخل ہے''۔

لان امر النبوة له جناحان : تلقى العلم عن الله تعالى ، وبثه فى الناس ، اما التلقى عن الله فلا يشرک النبى صلى الله عليه وسلم فى ذلک احد ، واما بثه فانما تحقق بسياسة وتاليف ونحو ذلک ، ولا شک ان الشيخين رضى الله عنهما اكثر الامة فى هذه الامور . 1

1 حجۃ اللہ البالغۃ، المناقب، ۲/۳۳۳

اللہ تعالی کا فرمان ہے: الذین ان مکناھم فی الارض اقامو الصلوٰۃ وآتووا الزکوٰۃ وأمرو بالمعروف ونھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور ۔ 1

(یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار عطا کریں تو یہ نماز قائم کریں، اور زکاۃ ادا کریں، اور نیکی کا حکم دیں، اور برائی سے روکیں، اور تمام معاملات کا انجام اللہ ہی کے قبضے میں ہے)

اس آیت میں اسلامی حکومت کا تیسرا بڑا مقصد امر بالمعروف نیکی کا حکم دینا اور نہی عن المنکر برائی سے روکنا بتایا گیا، پھر نہی عن المنکر کے مختلف درجات ہیں: (الف) زبان سے برائی کو بدلنے کی کوشش یہ تو ہر مسلمان کے لئے ہے بشرطیکہ اس کے نتیجے میں کوئی نا قابل برداشت تکلیف پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو (ب) دل سے برا سمجھنا یہ ہر ایک کے لئے ہے (ج) ہاتھ سے برائی کو روکنا اس کے مخاطب اصحاب اقتدار ہیں۔ 2

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ اور جہاد

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں: ''حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کا ذکر واشتغال، نوافل وعبادت کے ساتھ مجاہدانہ جذبات سینے میں موجزن تھے، اور جاننے والے جانتے ہیں کہ اس جذبہ وشوق اور اس عزم ونیت سے آپ کی زندگی کا کوئی دور خالی نہیں رہا، اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ نے اپنے استاذ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی''۔ 3

تبلیغی اجتماعات میں سیاسی علماء کی شرکت اور ان کے بیانات

نومبر ۱۹۴۱ء کو میوات کی سرزمین میں سب سے پہلے بڑا تبلیغی اجتماع منعقد

1 الحج: ۴۱۔

2 اسلام اور سیاسی نظریات، ص ۱۸۱...۱۸۷۔

3 حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت، ص ۵۸۔

ہوا تھا، اس میں جمعیت علماء ہند کے اکابرین حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور حضرت مفتی کفایت اللہؒ نے شرکت فرمائی اور جمعہ کی نماز حضرت مدنیؒ نے فرمائی۔ ۱۹۴۴ء میں حضرت مولانا الیاسؒ کی زندگی کے آخری اوقات میں ان کی تحریک سے دہلی میں جابجا اجتماعات ہوئے جن میں مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے تقریر کی اور کھل کر بڑے جوش کے ساتھ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کی تحریک کی تائید کی، حضرت مولانا الیاسؒ کو اس سے بڑی مسرت ہوئی اور اعتراف وشکر کے کلمے زبان سے نکلے۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے تقاضے سے مدارس کے علماء اور ارباب اہتمام جمع ہوئے اور اس پر مشورہ کیا کہ مدارس اس دعوت کے کام میں کیا حصہ لے سکتے ہیں، اس مشاورت میں حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ اور حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ نے خصوصی طور پر شرکت کی۔ اس طرح میوؤں میں ایک دفعہ اجتماع منعقد ہوا اور اس کی پہلی شب میں حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے بیان کیا تو حضرت مولانا الیاسؒ ان کی شرکت اور بیان کو اللہ تعالی کا فضل عظیم قرار دیا۔ 1

بہرحال مذکورہ واقعات سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے زمانے میں تبلیغی اجتماعات اور مشاورت میں سیاسی علماء نہ صرف شریک ہوتے رہے بلکہ ان کے بیانات بھی ہوتے رہے، اب بھی اس کی ضرورت ہے کہ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے طریقے کو اپنا کر سیاسی اور مدارس سے منسلک علماء کے بیانات ہوں تاکہ ایک دوسرے سے استفادہ اور مؤید بننے کی صورت بن جائے۔

بیک وقت ایک تبلیغی اجتماع اور سیاسی جلسے کی صورت حال

ایک مرتبہ ضلع مظفر نگر ہندوستان میں تبلیغی اجتماع ہو رہا تھا جس میں حضرت مولنا الیاس صاحبؒ شریک تھے اور اسی وقت قریب میں ایک سیاسی جلسہ جاری تھا

1 حضرت مولانا الیاسؒ اور کی دینی دعوت، ص ۱۲۵...۱۳۹، ۲۲۸۔

جس میں حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ تشریف لائے تھے، مولانا الیاس صاحبؒ کو جب اس جلسہ کا علم ہوا تو فوراً اپنی تقریر موقوف کر دی اور فرمایا کہ مولانا مدنیؒ قریب میں تشریف لائے ہیں سب لوگ وہاں چل کر پہلے ان کا بیان سنیں پھر ہم اپنا اجتماع کریں گے، اسی طرح حضرت مدنیؒ کو جب تبلیغی اجتماع کا علم ہوا تو انھوں وہاں کے شرکاء کو اجتماع میں شرکت کی ہدایت کی، دونوں جگہ کے شرکاء اپنی اپنی جگہ سے دوسرے مقام کی طرف روانہ ہو کر راستہ میں آپس میں مل گئے۔ 1

حضرت مولانا الیاسؒ اور حضرت مولانا مدنیؒ کے خصوصی تعلقات

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ جو تبلیغی جماعت کے امیر تھے اور حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ جو ایک سیاسی جماعت جمعیت علماء ہند کے امیر تھے، دونوں کے آپس میں خصوصی تعلقات تھے۔ جب مولانا الیاس صاحبؒ کے صاحبزادہ مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کا نکاح حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد زکریاؒ کی صاحبزادی سے طے ہوا، ۱۳۵۴ھ میں جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور کے سالانہ جلسے میں مولانا الیاس صاحبؒ اور مولانا مدنیؒ دونوں حضرات تشریف لائے تھے، حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے شیخ الحدیث زکریاؒ سے فرمایا: کہ جلسے میں حضرت مدنی سے یوسف اور انعام الحسن کا نکاح پڑھوانا ہے، جب حضرت مدنی صاحب سے شیخ زکریا نے عرض کیا کہ چچا جان نکاح پڑھنے کے لئے فرما رہے ہیں، تو حضرت مدنیؒ نے مسرت کا اظہار کرتے ہوئے نکاح پڑھایا اور ساتھ نکاح کی فضیلت پر بیان بھی کیا۔ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کی پہلی اہلیہ کا جب انتقال ہوا تو دوسرا عقد بھی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی دوسری صاحبزادی سے طے ہوا اور اس نکاح پڑھانے کے لئے

1 حضرت مولانا حسین احمد مدنی واقعات وکرامات کی روشنی میں، ص ۱۰۴، سلف صالحینؒ کے ایمان افروز واقعات ص ۱۹۰۔

حضرت مدنیؒ کا نام تجویز ہوا، حضرت مدنیؒ باوجود شدید بخار کے دیوبند سے تشریف لائے اور نکاح پڑھ کر اسی وقت واپس تشریف لے گئے۔

اسی طرح جب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی پہلی اہلیہ کا انتقال ہوا تو دوسرا عقد حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی صاحبزادی اور مولانا محمد یوسفؒ کی بہن سے طے ہوا، نکاح کے لئے شیخ محمد زکریا اور ساتھ مولانا عبدالقادر رائپوریؒ سہارنپور سے نظام الدین روانہ ہوئے، ایک اسٹیشن پر مولانا مدنیؒ سے ان کی ملاقات ہوئی، ان کو جب نکاح کا علم ہوا تو حضرت رائپوریؒ کے ہاتھ مولانا الیاسؒ کے پاس پیغام بھیجا کہ نکاح میں پڑھوں گا، پھر نکاح کے وقت حضرت مدنیؒ تشریف لائے اور انھوں نے ہی نکاح پڑھ لیا۔ پھر حضرت مدنیؒ اور شیخ زکریاؒ دونوں کی واپسی ایک ساتھ ریل گاڑی میں ہو رہی تھی اور حضرت مدنیؒ بڑی مسرت کے ساتھ شیخ زکریاؒ سے تفریح فرماتے رہے، ان کے پاس عطر کی شیشی تھی اس کو ہاتھ کی ہتھیلی پر سارا الٹ کر شیخ زکریاؒ کے کپڑوں پر ملتے رہے، شیخ زکریاؒ فرماتے ہیں: کہ میں نے عرض کیا کہ کھدر کے میلے کپڑوں پر قیمتی عطر کیوں ضائع فرماتے ہیں، تو انھوں نے فرمایا کہ کھدر پر عطر خوب مہکتا ہے، میں نے عرض کیا

کما ضاع عقد علی خالصة

اس پر حضرت مدنیؒ ہنس پڑے اور اپنے دونوں ہاتھوں سے عطر ملتے جاتے تھے، اور بار بار فرماتے تھے کہ نائی دولہا کو عطر ملا کرتا ہے۔ 1

حضرت مدنیؒ، مولانا الیاسؒ اور شیخ زکریاؒ کی خوش طبعی کا ایک واقعہ

حضرت شیخ الحدیث محمد زکریاؒ فرماتے ہیں: ''کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی صاحبزادی کی حیات میں مولانا مدنیؒ، مولانا الیاسؒ اور اس ناکارہ کی حاضری گنگوہ بکثرت ہوتی تھی، ہماری حاضری سے ان کو بے انتہاء مسرت ہوتی تھی،

1 آپ بیتی، ۳/۱۳۴...۱۵۰۔

اور حضرت صاحبزادی کو لذیذ اور جلدی پکانے میں مہارت اور ید طولی حاصل تھا۔ ایک دفعہ ہم تینوں حاضر ہوئے تو صاحبزادی صاحبہ نے جلدی میں کئی طرح کے سالن تیار کئے، ہم تینوں کھانا کھانے بیٹھ گئے، ان کے بیٹے یعقوب صاحب نے سالن رکھ کر روٹیاں لانے گئے تو حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ اتنے میں جب وہ روٹیاں لائیں سالن نمٹادو، جب وہ روٹی لائے تو سالن کے سب برتن صاف، وہ روٹی رکھ کر سالن لانے گئے تو حضرت مدنیؒ نے فرمایا اب یہ نمٹادو، جب وہ روٹیاں لانے گئے تو پھر سالن ختم، اس پر حضرت صاحبزادی نور اللہ مرقدہا دروازے پر خود تشریف لائیں اور فرمایا: کہ تم تینوں کا بچپن ابھی تک نہیں گیا، حضرت مدنیؒ نے تو جواب میں فرمایا: کہ حاجی یعقوب ہمارے ساتھ مذاق کررہے ہیں، روٹی ہو تو سالن نہیں، سالن ہو تو روٹی نہیں، کھلاتے ہو یا مذاق کررہے ہیں، جبکہ حضرت شیخ زکریاؒ نے جواب میں کہا کہ جو بھی ہو بہر حال ہم آپ کے بچے رہیں گے۔ صاحبزادی فرمانے لگیں کہ تمھارے اس بچپن سے میرا بہت جی خوش ہوا''۔ 1

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ اور سیاست

حضرت شیخ الحدیثؒ ایک بڑے محدث، صوفی، مبلغ اور مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ سیاست سے بھی ان کا تعلق تھا۔ ایک طرف اگر انھوں نے فضائل اعمال وغیرہ کتابیں لکھی ہیں جو تبلیغی جماعت کے لئے ایک بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں، تو دوسری طرف فتنہ مودودیت اور اسلامی سیاست کے نام کتابیں بھی ان ہی کی لکھی ہوئی ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ خود فرماتے ہیں: ''حضرت مدنیؒ اور حضرت رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمانؒ کا قیام میرے پاس ہوتا تھا، اسی طرح حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا جب سہارنپور آنا ہوتا تو ان کا قیام میرے کچے گھر پر ہوتا،

1 آپ بیتی، ۴/ ۲۷، ۲۸۔

حضرت بخاریؒ کا مشہور مقولہ تھا کہ کچا گھر مشترک پلیٹ فارم ہے، ساری گاڑیاں اسی سے گذرتی ہیں، خواہ لیگ کی ہو یا احرار کی، کانگریس کی ہو یا جمعیت کی۔ حضرت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی پہلی آمد کا واقعہ ہے کہ سہارنپور والوں نے ان کو ایک جلسے کے لئے بلایا تھا، چونکہ وہ رئیس البغاۃ تھے گورنمنٹ کی نگاہ میں بہت مخدوش تھے، لوگوں نے مدرسہ میں ان کے قیام کی تجویز دی، میں نے کہا مدرسہ میں ان کا قیام نہیں ہوسکتا ہے، البتہ میرے کچے گھر میں ہوسکتا ہے اس لئے کہ یہ تو ہے باغیوں کا ٹھکانہ''۔ 1

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ اور حضرت مولانا مدنیؒ کے خصوصی تعلقات

حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ ان تعلقات کے بارے میں فرماتے ہیں: ''میرا تو اپنے بزرگوں کے قصے لکھوانے کو بہت جی چاہتا ہے خواہ کسی کو پسند آویں یا نہ آویں، مجھے تو بہت مزہ آتا ہے۔ اور حضرت مدنی اور حضرت عبدالقادر رائے پوری کی تو اتنی شفقتیں ہیں کہ بڑے بڑے دفتروں میں بھی نہیں آسکتیں... حضرت مدنیؒ کی کس کس شفقت کو یاد کروں اور روؤں اور رلاؤں۔... میرے حضرت مدنی قدس سرہ کے صرف کھانے ہی کے مد میں اگر شفقتیں اور واقعات گنواؤں تو ان کا احاطہ بہت دشوار ہے''۔

اور مزید فرماتے ہیں: ''حضرت مدنیؒ کو اس ناکارہ پر شفقت ومحبت اس وقت سے ہے جبکہ اس ناکارہ کی عمر ۱۲ سال سے بھی کم تھی، ۱۳۲۷ھ میں حضرت مدنی قدس سرہ نے تقریباً دو ماہ قیام گنگوہ شریف کیا، اور مسلسل روزے رکھا کرتے تھے، معمول یہ تھا کہ حضرت مدنیؒ عصر کی نماز خانقاہ کی مسجد میں پڑھا کر سیدھے حضرت قطب عالم رشید احمد گنگوہیؒ کے مزار پر تشریف لے جاتے، مغرب تک وہاں مراقب رہتے اور غروب سے پانچ سات منٹ پہلے اُٹھتے، ہمارا گھر خانقاہ کے راستہ میں تھا، میری والدہ مرحومہ کئی نوع کی افطاری تیار کر کے رکھتیں اور میں باہر کے دروازے پر

---

1 آپ بیتی، ۵۶،۵۴/۴۔

کھڑا ہو جاتا، جب دور سے حضرت مدنیؒ کو آتا دیکھتا تو بھاگ کر اپنی والدہ سے کہتا کہ آ گئے آ گئے، وہ جلدی سے پردے میں ہو جاتیں، اتنے میں حضرت دروازے تک پہونچ جاتے اور میں دروازے سے آجاؤ، تشریف لے آو کا شور مچاتا، حضرت اندر تشریف لاتے اور بہت اطمینان سے افطاری فرماتے''۔ 1

ایک اور واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مولانا زکریاؒ فرماتے ہیں: ''ایک دفعہ کچھ تذکرہ اکابر اور جنت کا چل رہا تھا، میں نے حضرت مدنیؒ سے عرض کیا کہ حضرت جنت میں میرے بغیر جانا نہیں ہوگا، آپ نے نہایت سادگی میں بلا تامل فرمایا: کہ ہاں ضرور۔ ایک سال سے زیادہ عرصہ کے بعد میرے ذہن میں نہیں رہا، حضرت تشریف لائے میں اس وقت دارالطلبہ میں تھا، تو حضرت کو ایک صاحب نے قریب میں آموں کے لئے اپنے گھر لے گئے، دارالطلبہ سے آکر میں بھی وہاں پہنچا تو آم بھیگے ہوئے تھے اور حضرت میرا انتظار فرما رہے تھے، میں نے کہا کہ ایسا کیا تقاضہ تھا کہ مجھ سے پہلے تشریف لے آئے، حضرت نے فرمایا: کہ ہر جگہ ساتھ لے جانے کا وعدہ تو نہیں کر رکھا ہے، جہاں (جنت) کا وعدہ ہے وہاں کا ہے۔ مجھے بڑی مسرت اور حیرت ہوئی کہ حضرت کو ایک سال کے بعد کیسے یاد رہا۔ اللہ تعالیٰ ان اکابر کی جوتیوں میں اس سیہ کار کو بھی جگہ دے تو اس کے لطف و کرم سے کیا بعید ہے''۔ 2

بہر حال ان واقعات کے تذکرے سے مقصد یہ ہے کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ اور تبلیغی جماعت کے دوسرے اکابر کا سیاسی علماء اور قائدین سے خصوصی تعلق و ربط رہا ہے، اب بھی اس تعلق کو قائم رکھنا چاہیے ورنہ کم از کم حضرت شیخ الحدیثؒ کی اس ہدایت پر تو ضرور غور کرنا چاہیے، حضرتؒ فرماتے ہیں: ایک دینی کام

---

1 آپ بیتی، ۴/۱۷...۸۱۔

2 آپ بیتی، ۴/۹۶، ۹۷۔

میں لگنا اور دوسرے کو ضائع سمجھنا بے انصافی ہے‘‘۔ 1

بعض حضرات کی ایک غلط فہمی کا ازالہ

تبلیغی جماعت کے بعض بزرگ حضرات اپنے بیانات میں فرماتے ہیں:

’’اقتدار سے کچھ نہیں ہوتا، اقتدار کچھ بھی نہیں...‘‘۔

اس گفتگو کا مقصد اگر یہ ہو کہ اقتدار مؤثر بالذات نہیں ہے، تو بات درست ہے لیکن مؤثر بالذات تو اعمال، تبلیغ، علم وغیرہ بھی نہیں، اور اگر مقصد یہ ہو کہ سبب کے طور پر بھی اقتدار کی کچھ حیثیت نہیں، تو پھر یہ بات محل نظر ہے۔ حضرت عثمانؓ نے اقتدار کی افادیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ’’کہ جرائم اور منکرات کا سد باب جتنا اقتدار اور حکومت کے ذریعہ ہوتا ہے، اتنا قرآن کریم (وعظ و تبلیغ) کے ذریعہ نہیں ہوسکتا‘‘۔

وقال امیر المؤمنین عثمان بن عفان : ان اللہ لیزع بالسلطان مالا یزع بالقرآن . 2

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہؒ اقتدار کے فوائد اور افادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’کہ انسان کے بہت سے سیاسی اور دینی مصالح خلیفہ اور صاحب اقتدار سے متعلق ہیں، مثلاً ملکی دفاع، ظلم کے روک تھام، منازعات کے فیصلے، دین کی سربلندی، ارتداد اور معاصی پر سزا وانکار، غیر مسلموں سے جزیہ کا وصول وغیرہ یہ امور خلیفہ اور صاحب اقتدار ہی سرانجام دے سکتا ہے‘‘۔

اعلم انہ یجب ان یکون فی جماعۃ المسلمین خلیفۃ لمصالح لاتتم الا بوجودہ وھی کثیرۃ جدا یجمعھا صنفان : احدھما ما یرجع الی سیاسۃ المدینۃ من ذب الجنود التی تفروھم وتقھرھم ، وکف

---

1 الاعتدال فی مراتب الرجال، ص ۶۸۔

2 البدایۃ والنھایۃ، قصۃ داود وما کان فی ایامہ، ۱۲/۲۔

الـظـالم عن المظلوم ، وفصل القضايا وغير ذلک ، وقد شرحناه هذه الـحـاجات من قبل ، وثانيهما ما يرجع الى الملة وذلک ان تنويه دين الاسـلام لا يتـصـور الا بـان يكون فى المسلمين خليفة ينكر على من خـرج مـن الـملة ، وارتكب ما نصت على تحريمه او ترک ما نصت عـلـى افتـراضـه اشـد الانـكـار ، ويذل اهل سائر الاديان وياخذ منهم الجزية عن يد وهم صاغرون . 1

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اقتدار کی اہمیت اورافادیت کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''مسلمانوں پر واجب ہے کہ جس شخص کو دینی اور دنیوی اور سیاسی اور انتظامی امور میں ممتاز دیکھیں، اس کو باہمی اتفاق سے اپنا امام اور امیر مقرر کریں تاکہ وہ مسلمانوں کے دینی اور دنیوی امور کا انتظام کرے۔اس لئے کہ مسلمانوں کے باہمی نزاعات کا شریعت کے مطابق فیصلہ اور حدود وقصاص جاری کرنا اور اسلامی سلطنت کی حدود کی حفاظت کرنا اور کافروں سے جہاد کے لئے لشکر تیار کرنا اور چوروں اور بدمعاشوں کا انتظام کرنا اور ضعیف اور کمزور معذور اور مجبور مسلمانوں کے معاش اور پرورش کا انتظام کرنا، مظلوم کا ظالم سے انصاف کرنا، کمزور کا زورآور سے حق دلانا، وغیرہ وغیرہ یہ تمام امور شرعًا واجب ہیں۔اور یہ کام بدون کسی امیر اور بادشاہ کے انجام نہیں پاسکتے ہیں، معلوم ہوا کہ امیر کا مقرر کرنا فرض اور واجب ہے، تاکہ مسلمان اجتماعی اور انفرادی حیثیت سے ہلاکت اور تباہی سے محفوظ ہوجائیں۔صحابہ کرام نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ابوبکر صدیقؓ کو اپنا امیر مقرر کیا، تاکہ مسلمانوں کے دینی اور دنیوی امور خیر وخوبی کے ساتھ انجام پاسکیں۔اگر خلیفہ اور امیر کا مقرر کرنا شرعًا فرض اور لازم نہ ہوتا تو صحابہ کرام انتخاب امیر

1 حجۃ اللہ البالغۃ، من ابواب سیاسۃ المدن، ۲/۲۲۹۔

کے مسئلہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن پر مقدم نہ کرتے۔ صحابہ کرام کا اجماع ایک مستقل حجت ہے جس کے بعد کسی دلیل کی ضرورت نہیں''۔ 1

بحر حال مذکورہ ارشادات سے یہ ثابت ہوگیا کہ خلافت اور اقتدار کا قیام ایک شرعی فریضہ ہونے کے ساتھ ساتھ بہت سے دینی اور دنیوی امور کے قیام کا سبب اور ذریعہ ہے۔ لہذا یہ کہنا کہ اقتدار سے کچھ نہیں ہوتا محل نظر ہے۔

جہادی تنظیموں کی خدمت میں گذارشات

پاکستان میں مختلف جہادی تنظیمیں ہیں، ان میں زیادہ تر تنظیمیں دیوبند سے وابستہ ہیں۔ جمعیت علماء اسلام جو سیاست کے میدان میں مصروف عمل ہے، اس کی سیاست بھی جہاد کا ایک حصہ ہے، اس کو جہاد کا حصہ نہ سمجھنا درست نہیں، یہ بات درست ہے کہ قتال جہاد کا اعلی درجہ اور حصہ ہے، لیکن جہاد قتال میں منحصر اور اس کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ اس کی تائید میں ہم چند اکابر کے اقوال نقل کرتے ہیں۔

حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ فرماتے ہیں: ''یاد رہے کہ جہاد کی حقیقت کی نسبت غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں، بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ جہاد کے معنی صرف لڑنے کے ہیں، مخالفین اسلام بھی اسی غلط فہمی میں مبتلا ہوگئے، حالانکہ ایسا سمجھنا اس عظیم الشان ومقدس حکم کی عملی وسعت کو بالکل محدود کر دینا ہے۔ جہاد کے معنی کمال درجہ کوشش کو کرنے کے ہیں، قرآن وسنت کی اصطلاح میں اس کمال درجہ کی سعی وکوشش کو جو ذاتی اعراض کی جگہ حق پرستی اور سچائی کی راہ میں کی جائے جہاد کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ سعی زبان سے بھی ہوتی ہے، مال سے بھی، انفاق وقت وعمر سے، محنت وتکالیف برداشت کرنے سے بھی اور دشمنوں کے مقابلے میں لڑنے اور اپنا خون بہانے سے بھی۔ جس سعی کی بھی ضرورت ہو اور جو سعی جس کے امکان میں ہو اس پر فرض ہے اور

1 عقائد اسلام ص ۲۲۸، ۲۲۹۔

جہاد فی سبیل اللہ میں لغت وشرع دونوں اعتبار سے یہ بات داخل نہیں ہے کہ جہاد سے مقصود مجرد لڑائی ہی ہو، اگر ایسا ہوتا تو جہاد کا اطلاق اعمال قلبی ولسانی پر نہ ہوتا"۔ 1

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں: "اس سلسلہ میں یہ بات بھی واضح کردینا ضروری ہے کہ جہاد صرف قتل وقتال ہی کا نام نہیں ہے گو وہ اس کا اعلی فرد ہے، بلکہ ہر وہ سعی جو اعلاء کلمۃ اللہ اور اسلام کی قوۃ وغلبہ کے لئے ہو وہ سب ہی جہاد میں داخل ہے، اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہہ دینے کو افضل جہاد ارشاد فرمایا ہے۔ لہذا جو سعی بھی اس سلسلہ میں ہوگی وہ سب ہی جہاد کے تحت داخل ہے"۔ 2

حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ نے فرمایا: "موجودہ احوال وظروف میں اس ملک کے اندر جمعیۃ علماء ہند دین کی غرض سے جو طریق عمل اور حکمت عملی اختیار کرتی ہے، وہ جہاد فی سبیل اللہ کی عملی شکل ہوتی ہے اور جو مسلمان جمعیۃ علماء ہند کی جدوجہد میں عملاً حصہ لیتا ہے وہ مجاہد فی سبیل اللہ ہے، اور جو لوگ مال وزر سے جمعیۃ علماء ہند کی اعانت وامداد کرتے ہیں وہ مجاہد فی سبیل اللہ کے شریک معاون ہیں"۔ 3

حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے فرمایا: "یہاں دو چیزیں ہیں: ایک تو یہ ہے خدا کی راہ میں دشمنان اسلام سے قتال کرنا، عامۃً اسی کو جہاد کہا جاتا ہے، اس کی فضیلتیں مستقل ہیں اور وہ بہت ہی اعلی ہیں۔ دوسری چیز ہے خدا کے دین کے لئے کوشش کرنا اگرچہ اس میں قتال کی نوبت نہ آئے، قرآن کریم اور حدیث شریف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی جہاد ہے"۔ 4

---

1 مسئلہ خلافت، ص ۱۵۹۔

2 الاعتدال فی مراتب الرجال، ص ۵۹۔

3 جمعیۃ العلماء کیا ہے، ص ۵۲۔

4 فتاوی محمودیہ، باب التبلیغ، ۴/ ۳۰۹، ۳۱۰۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں: ’’صرف جنگ کا نام جہاد نہیں، جنگ کو قتال کہتے ہیں اور وہ کبھی کبھی پیش آتا ہے، جہاد کے معنی ہیں اعلاء کلمۃ اللہ میں کوشش کرنا، یہ مدت دراز تک باقی رہتا ہے اور اس کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔ یہ غلط فہمی ہے کہ قتال ہی کا نام جہاد رکھا ہے، اور ان کوششوں کو جو اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے لوگ کرتے ہیں عبث قرار دیا جاتا ہے‘‘۔ 1

استاذ محترم حضرت مولانا قاضی فضل اللہ ایڈوکیٹ مدظلہ فرماتے ہیں:

’’سب سے پہلے یہ بات واضح کرنی ضروری ہے کہ لفظ جہاد ایک وسیع مفہوم رکھتا ہے، اس کا ایک حصہ قتال ہے جو اللہ کی رضا، کلمۃ اللہ کی بلندی، فتنہ وفساد اور ظلم کی سرکوبی اور دفاع کے لئے کیا جائے۔ اب کبھی تو جہاد ہوتا ہے بغیر قتال اور لڑائی کے، اور کبھی قتال ہوتا ہے بغیر جہاد کے، اور کبھی قتال بھی جہاد ہوا کرتا ہے‘‘۔ 2

ان تصریحات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ سیاست شرعی اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جدوجہد وسعی کرنا بھی جہاد کا حصہ ہے، تو سیاست کو جہاد سمجھ کر جہادی تنظیموں کو اس کی تائید اور مذہبی جماعتوں کو ساتھ دینا چاہیے۔

اہل تصوف وسلوک کی خدمت میں گذارشات

اسلام کی اشاعت میں اہل تصوف کا بڑا کردار رہا ہے، انھوں نے لوگوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں بڑا انقلاب برپا کیا ہے، ایک طرف اگر وہ انفرادی زندگی کی اصلاح میں کوشش کرتے رہے تو دوسری طرف ملوک وسلاطین کی زندگی پر بھی ان کی نظر رہی ہے۔

---

1 تاریخ دعوت وعزیمت، ۵/۵۶۔

2 دعوت وجہاد، ص ۴۷۔

اہل تصوف کی دینی جد و جہد اور حق گوئی

اللہ تعالی نے ہر دور میں ایسے لوگ پیدا کر دیئے ہیں جنھوں نے اپنے زمانے میں تجدید کا فرض انجام دیا، وہ امت اسلامیہ میں نئی روح پیدا کرتے رہے، بندوں کا تعلق اللہ کے ساتھ، معاشرہ کا تعلق اخلاق کے ساتھ، علماء کا تعلق اخلاص کے ساتھ استوار کرتے رہے۔عوام کی اصلاح کے ساتھ اپنی روحانی قوت کے ذریعے انھوں نے جابر بادشاہوں اور حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق کہنے کا فرض ادا کیا۔ان روحانی معلمین اور مشائخ کی ایک بڑی خدمت اور کارنامہ یہ تھا کہ انھوں نے مطلق العنان سلاطین اور جابر بادشاہوں کے غلط اور خطرناک رجحانات اور بے اعتدالیوں کا مقابلہ کیا،ان کے منہ پر کلمہ حق کہہ کر افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر پر عمل کیا۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ صرف مواعظ، پند و نصیحت اور ترغیب و تشویق پر اکتفا نہیں فرماتے تھے، بلکہ جہاں ضرورت سمجھتے تھے بڑی صاف گوئی اور جرأت کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بھی انجام دیتے، حکام و سلاطین اور خلیفہ وقت پر بھی تنقید اور ان کے غلط افعال اور فیصلوں کی مذمت سے بھی باز نہیں رہتے،اور اس بارہ میں کسی کی وجاہت اور اثر و نفوذ کی مطلق پروا نہیں کرتے۔ 1

انیسویں صدی میں جب عالم اسلام پر فرنگیوں کی یورش ہوئی تو ان کے مقابلہ میں عالم اسلام کے ہر گوشہ میں جو مردان کار سر سے کفن باندھ کر میدان میں آئے وہ اکثر و بیشتر شیوخ طریقت اور اصحاب سلسلہ بزرگ تھے،جن کے تزکیہ نفس اور سلوک راہ نبوت نے ان میں دین کی حمیت، کفر کی نفرت، دنیا کی حقارت اور شہادت کی موت کی قیمت دوسروں سے زیادہ پیدا کر دی۔الجزائر میں امیر عبدالقادر جو عملاً اور ذوقاً صوفی و شیخ طریقت تھے،انھوں نے فرانسیسیوں کے خلاف علم جہاد بلند

1 تزکیہ و احسان یا تصوف و سلوک،ص ۴۳۔

کیا، اور ۱۸۳۲ء سے ۱۸۴۷ء تک ان کو چین سے بیٹھنے نہیں دیا۔ ۱۸۱۳ء میں جب طاغستان پر روسیوں کا تسلط ہوا تو ان کے مقابلہ کرنے والے غازی محمد شہید، شیخ حمزہ اور شیخ شامل وغیرہ نقشبندی شیوخ تھے۔ اسی طرح اطالیوں نے طرابلس پر قبضہ کرنے کی کوشش کی تو تصوف اور جہاد کی جامع شخصیت سید احمد شریف سنوسی کی مجاہدانہ جدوجہد نے پندرہ سال تک اس علاقے میں قدم جمانے نہیں دیا۔ 1

مشایخ ہند کے سیاسی اور مجاہدانہ کانامے

صرف ہندوستان کی تاریخ کا اگر مطالعہ کیا جائے تو اکبر بادشاہ کے دور میں ساری سلطنت کا رُخ الحاد و لادینیت کی طرف ہو گیا، ہندوستان کا عظیم ترین بادشاہ ایک وسیع و طاقتور سلطنت کے پورے وسائل و ذخائر کے ساتھ اسلام کا امتیازی رنگ مٹانا چاہتا تھا، اس وقت ایک درویش نے اپنے یقین و ایمان اور روحانیت وللّٰہیت سے سلطنت کے اندر ایک ایسا اندرونی انقلاب شروع کیا کہ سلطنت مغلیہ کا ہر جانشین اپنے پیشرو سے بہتر ہونے لگا، یہاں تک کہ اکبر کے تخت سلطنت پر بالآخر عالمگیر اورنگزیب نظر آیا۔ اس انقلاب کے بانی حضرت مجدد الف ثانیؒ تھے۔ 2

حضرت مولانا خواجہ محمد معصومؒ جو کہ مجدد الف ثانیؒ کے فرزند ارجمند اور جانشین تھے، بڑے صوفی اور تقویٰ و کمالات کے مالک تھے، وہ فرماتے تھے: ''ہم جیسے گوشہ نشین فقراء اگر سالہا سال ریاضتیں کریں اور چلّے گذاریں تو ثواب جہاد کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے، موقعہ جہاد پر جو طاعت اور عبادت ہوتی ہے گوشہ نشینی کی طاعت وعبادت سے بدر جہا بڑھی ہوئی ہے''۔ خواجہ معصومؒ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ آپ کا مخفی ہاتھ اور توجہات باطنی تھیں کہ اکبر کے تخت پر دو پشتوں کے بعد ہی وہ باحمیّت مجاہد

1 تزکیہ و احسان یا تصوف و سلوک، ص ۱۱۴...۱۲۰۔

2 تزکیہ و احسان یا تصوف و سلوک، ص ۱۱۳، ۱۱۴۔

وغازی، متشرع اور فقیہ سلطان اورنگزیب آیا جو ماحی دین بننے کے بجائے حامی دین اور ہادم ملت کے بجائے خادم ملت قرار پایا۔ 1

ہمارے بزرگوں نے خانقاہوں کو تعلیم وتربیت کے مرکز ہونے کے ساتھ سیاست اور جہاد کے مراکز بھی بنائے تھے، چنانچہ حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ ہندوستان کی مشہور خانقاہ ''تکیہ شاہ علم اللہ'' کے بارے میں فرماتے ہیں: ''سید احمد صاحبؒ رائے بریلی کے رہنے والے اس خاندان کے چشم وچراغ تھے جو اپنے تقدس اور بزرگی کے لحاظ سے پورے علاقہ اودھ میں خاص شہرت رکھتا تھا، آپ کے مورث اعلی شاہ علم اللہؒ کی خانقاہ تکیہ شاہ علم اللہ کے نام سے مشہور تھی، جس کے فیوض کم وبیش سوسال سے اودھ کے تشنہ لبوں کو سیراب کر رہے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اسی خانقاہ کو اپنے نظریات کی تعلیم وتربیت کا مرکز بنایا تھا، اور شاہ ابوسعیدؒ جن کو حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اس مرکز کا انچارج بنایا تھا، وہ سید احمد صاحبؒ کے نانا تھے، ان کے روحانی فیوض جنوبی ہند میں مختلف علاقوں تک پہنچے اور انھوں نے حیدر علی اور سلطان ٹیپو کے دل ودماغ کو متاثر کیا تھا''۔ 2

حضرت سید احمد شہیدؒ کے مجاہدانہ عزائم وکارنامے

حضرت سید احمد شہیدؒ جو ایک بڑے صوفی بزرگ ہونے کے ساتھ بڑے مجاہد، امام اور قائد بھی تھے، جب لکھنو میں تقریباً تین ماہ قیام رہا تو قیام گاہ سے کہیں تشریف لے جاتے تو پورے ہتھیار لگا کر تشریف لے جاتے، ایک دفعہ اسی طرح وہ اوران کے ساتھوں نے ہتھیار لگائے ہوئے جارہے تھے، جب ایک شخص نے یہ شان دیکھی تو عرض کرنے لگے کہ ''حضرت آپ کی تمام باتیں اچھی ہیں مگر یہ تلوار بندوق

1 علماء دیوبند کے شاندار ماضی، ۱/۱۶۳، تاریخ دعوت وعزیمت، ۵/۳۴۵۔

2 علماء ہند کا شاندار ماضی، ۲/۴۵۱۔

وغیرہ اسباب جہالت آپ کے بدن پر زیب نہیں دیتے، آپ جس خاندان کے چشم وچراغ ہیں یہ اسلحہ بندی اس کی روایات کے خلاف ہے''۔ یہ الفاظ سنتے ہی حضرت سید صاحبؒ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہوگیا، اور فرمانے لگے: ''جس چیز کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال کیا، آپ اس کو اسباب جہالت سمجھتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہتھیار باندھ کر میدان جنگ میں تشریف لے جائیں، اور آپ اسلحہ بندی کو شان بزرگانہ کے لئے عار قرار دیں، تُف ہے اس شانہ بزرگانہ پر''۔ حضرت سید احمد شہیدؒ کی حالت یہ تھی کہ آپ اکثر اسلحہ لگاتے تاکہ دوسروں کو اس کی اہمیت معلوم ہو اور شوق ہو، ایک مرتبہ ایک مرید کو آپ نے ہتھیار دیا اور کہا: ''کہ جہاد فی سبیل اللہ کی نیت سے ہتھیار لگاؤ، اور اسلحہ کے استعمال کی مشق کرو، اس سے بہتر کوئی فقیری اور درویشی نہیں''۔

حضرت شاہ عبدالرحیم ولایتیؒ جو اس زمانہ کے بہت بلند پایہ صوفی تھے، ان کے ہزاروں مرید تھے، وہ حضرت سید احمد شہیدؒ کے ساتھ سہارنپور سے قافلہ جہاد میں شریک ہوئے تھے، وہ فرماتے ہیں: ''کہ میں نے سید صاحب کو دیکھ کر اپنے تمام مریدوں سے کہہ دیا کہ اب روحانی کامیابی کا راستہ صرف وہی ہے جو سید صاحب اختیار کئے ہوئے ہیں، یہی راستہ اختیار کرو اور سید صاحب سے بیعت ہو جاؤ۔ چنانچہ تم دیکھتے ہو کہ میں خانقاہ کی پرسکون زندگی ترک کر کے قافلہ کے ساتھ لگا ہوا ہوں، کہاں وہ آرام وسکون جو خانقاہ میں میسر تھا اور کہاں یہ زحمت وتکلیف کہ دیواریں تعمیر کرتا ہوں، گھاس لکڑی کاٹتا ہوں، مگر جو خیر وبرکت اور روحانی اطمینان اس میں میسر ہے، خانقاہی زندگی میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں تھا''۔ 1

حضرت سید احمد شہیدؒ روحانی پیشوا اور بے مثل شیخ الطریقت کے علاوہ ایک مجاہد قائد بھی تھے، وہ یہ سمجھتے تھے کہ روحانی ترقی اور کمال باطنی کا آخری لازمی نتیجہ شوق

شہادت ہے، اور مجاہدے کی تکمیل جہاد ہے۔ وہ جہاد کے موقع پر خود بھی کاموں میں شرکت فرماتے، آٹا پیسنے لگتے، جب ایندھن ختم ہو جاتا تو ساتھیوں کے ساتھ کلہاڑیاں لیکر جنگل چلے جاتے وہاں لکڑیاں کاٹ کر لاتے۔ 2

حضرت سید صاحبؒ نے اس براعظم میں عظیم اسلامی تحریک کی رہنمائی کی، وہ عقائد واعمال کی تصحیح، افراد کی تربیت، وعظ وتبلیغ اور جہاد وسرفروشی کے وسیع وطویل محاذ پر جس طرح سرگرم عمل رہے، اس کا اثر صرف ان کے میدان کارزار اور ان کی معاصر نسل تک محدود نہ رہا، اس نے آئندہ نسل اپنے بعد آنے والے اہل حق، اصحاب دعوت اور دین کے علمبرداروں پر گہرے اور دیرپا نقوش چھوڑے۔ بڑھتے ہوئے انگریزی اقتدار کا مقابلہ اور قیام حکومت اسلامیہ کی جدوجہد اور تحریک کی قیادت اسی جماعت کے علماء کے ہاتھ میں رہی، اور مسلمانوں کی دینی وسیاسی بیداری اسی دعوت اور تحریک کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔ 3

حضرت سید احمد شہیدؒ کے ساتھ تین اوصاف اور قوتیں اعلی درجہ کی تھیں: (الف) بے مثل روحانی نسبت۔ (ب) بے مثل علم وذکاوت کے ساتھ حضرت مولانا عبدالحیؒ اور مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ کے پُرتاثیر بیانات ومواعظ۔ (ج) بے مثل مخلصانہ استقامت اور اتباع سنت۔ 4

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی دینی جدوجہد

برصغیر کی ممتاز روحانی شخصیت، جامع شریعت وطریقت، شیخ المشائخ، عارف باللہ سید الطائفہ حاجی امداد اللہ صاحبؒ کی پیدائش ۱۲۳۳ھ ی/ ۱۸۱۷ء میں

1 علماء ہند کا شاندار ماضی، ۲/ ۴۵۷...۴۶۱۔

2 تزکیہ واحسان یا تصوف وسلوک، ص ۱۱۱، تاریخ دعوت وعزیمت، ۷/ ۴۸، ۴۹۔

3 تاریخ دعوت وعزیمت، ۵/ ۳۷۳، ۳۷۴۔

4 نقش حیات، ۲/ ۴۲۸۔

ہوئی، وہ اگرچہ ہندوستان کے تھے لیکن آپ کی ولایت کا غلغلہ پورے عالم اسلام بلند ہوا، اور آپ کو اپنے دور کا امام طریقت اور مجدد تصوف مانا گیا۔ آپ کی عظمت اور فضل کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ اکابر دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مفتی رشید احمد گنگوہیؒ، شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ وغیرہ حضرات نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ لکھتے ہیں: ''بلا خوف وتردید کہا جاسکتا ہے کہ ایسا محقق وجامع شریعت اور مرجع العلماء والمشائخ شیخ اس زمانہ میں کوئی نہیں گذرا، عرب وعجم بالخصوص ہندوستان کے جتنے چیدہ چیدہ اور مشہور ومسلم زمانہ علماء تھے سب کے سب قریب حضرت حاجی صاحبؒ کے حلقہ غلامی میں داخل تھے''۔ 1

حضرت حکیم الامت اشرف علی تھانویؒ نے الافاضات الیومیہ میں فرمایا ہے: ''حضرت حاجی صاحب اپنے فن کے امام، مجتہد، مجدد اور محقق تھے، حضرت کی ذات بابرکت سے عالم کو بڑا فیض ہوا، وہ اپنے زمانہ کے جنید اور بایزید تھے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آج رازی وغزالی پیدا نہیں ہوتے وہ حضرت حاجی صاحب کے ملفوظات کو دیکھیں اور فیصلہ کریں کہ غزالی ورازی اب بھی پیدا ہوتے ہیں یا نہیں''۔ 2

حضرت حاجی صاحبؒ کی مجاہدانہ قیادت وامامت

حضرت حاجی امداد اللہ مکیؒ نہ صرف یہ کہ تصوف اور تزکیہ میں اونچے درجہ رکھتے تھے، بلکہ آپ میں اپنے اسلاف اور بزرگوں کی نسبت جہاد بھی پوری طرح جاگ رہی تھی، وہ ''رھبان باللیل وفرسان بالنھار'' (شب کو عبادت گذار اور دن کو میدان جہاد کے شہسوار) کے مصداق تھے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں اپنے رفقاء

1 اشرف السوانح، شرف بیعت ۱/۲۳۳۔

2 حضرت حاجی امداد اللہ مکی، ص ۱۲۳، ۱۲۴۔

اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مل کر ہندوستان سے انگریز کی عملداری ختم کرنے کی پوری کوشش کی، اس جنگ آزادی اور جہاد کے سلسلے میں حضرت حاجی صاحبؒ امیر تھے جبکہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو سپہ سالار اور حضرت مفتی رشید احمد گنگوہیؒ کو قاضی مقرر کیا گیا تھا۔ 1

حضرت حاجی صاحبؒ کے مجاہدانہ واقعات و کرامات

حضرت حاجی امداد اللہ مکیؒ کے متعلق جب بغاوت کا الزام لگایا گیا تو وہ ہندوستان سے مکہ معظّمہ کی طرف روانہ ہوئے، راستہ میں مختلف مقامات پر متعلقین کے پاس ٹھیر جاتے تھے جبکہ دوسری طرف انگریز حکومت نے ان کے پیچھے جاسوس لگائے تھے۔ پنجاب میں ایک متعلق کے اصطبل میں ٹھیرے ہوئے تھے تاکہ کسی کو معلوم نہ ہوسکے، پھر بھی کسی نے مخبری کردی تو ضلع کے انگریز افسر ادھی رات میں اصطبل کے دروازے پر پہنچ گیا، اور مالک مکان سے کہا کہ گھوڑے دیکھنے کے لئے آیا ہوں، اس کو بامر مجبوری اجازت دی گئی، جب داخل ہوا تو اس کو بستر وغیرہ سامان نظر آیا لیکن حاجی صاحبؒ کی کرامت تھی کہ ان کو موجود نہیں پایا، مزید ادھر ادھر دیکھا پھر بھی پتہ نہیں لگا، مالک مکان سے پوچھا کہ یہ بستر کس کا ہے، اس نے کہا میرے بھائی کا ہے، افسر ناکام ہوکر واپس چلا گیا۔ غالبًا حضرت حاجی صاحبؒ کو کشف سے انگریز کی آمد کا حال معلوم ہوگیا ہوگا تو پہلے سے وہاں سے تشریف لے گئے ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت وہاں تشریف رکھتے ہو اور اللہ تعالی نے نظروں سے پوشیدہ فرما دیا ہو۔

ایک دوسرا واقعہ ہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ ایک متعلق راؤ عبداللہ خان نامی شخص کے اصطبل کے پاس اندھیری کوٹھری میں ٹھیرے ہوئے تھے، آپ مصلّی بچھا کر نوافل میں مشغول ہوگئے کہ اس دوران کسی کی مخبری پر باہر سرکاری اہلکار پہنچ گئے،

---

1 نقش حیات، ۲/۴۵۲۔

افسر نے راؤ صاحب سے کہا کہ آپ کے گھوڑوں کی تعریف سنی ہے، اس لئے بلا اطلاع آنے کا اتفاق ہوا، گھوڑوں کی سیر کے بعد کوٹھری کی طرف بڑھا اور کہا کہ اس کو بھی کھول دیں، اس وقت راؤ صاحب کی پریشانی بالکل ظاہر ہوگئی اور سمجھا کہ اب تو حضرت حاجی صاحب کی گرفتاری یقینی ہے، خدا کی حفاظت کا کرشمہ دیکھئے کہ جس وقت دروازہ کھلا تو مصلّٰی بچھا ہوا اور لوٹا رکھا ہوا نظر آیا مگر حاجی صاحبؒ کا پتہ نہیں تھا۔ افسر نے پوچھا کہ یہ لوٹا کیوں پڑا ہے، کہا گیا کہ نماز اور وضو کے لئے، افسر نے ہنس کر بولا کہ نماز کے لئے مسجد ہے یا اصطبل، جواب ملا کہ فرض نماز مسجد اور نفل گھر میں پڑھتے ہیں۔ افسر نے مخبر کی اطلاع کو غلط سمجھ کر جیسے واپس ہوا تو راؤ صاحب نے آ کر دیکھا تو حاجی صاحبؒ مصلّٰی پر تشریف فرما تھے۔ 1

حضرت مولانا عبدالرحیم رائے پوریؒ اور سیاسی جدوجہد

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ (متوفی: ۱۹۱۹ء) شریعت وطریقت کے جامع بزرگ تھے، حضرت مفتی رشید احمد گنگوہیؒ سے بیعت اور ان کے خلیفہ تھے۔ حضرت مولانا عاشق الٰہیؒ ان کے بارے میں فرماتے ہیں: ''حضرت ممدوح اس صدی کی وہ مقتدر ہستی تھی جو گذشتہ صدیوں کے بزرگان مشاہیر کا نمونہ بن کر دنیا میں آئی تھی۔ شان تفویض کی مجسم تصویر، بحر توحید کے غواص، تسلیم ورضا میں عرق، توکل واعتماد میں، اور شریعت میں آپ متبحر عالم تھے مگر طریقت کا اتنا غلبہ تھا کہ دیکھنے والا آپ کو عالم نہیں سمجھتا تھا، یکسوئی آپ کی طبعیت ثانیہ تھی مگر پھر بھی مخلوق خدا کو قدرتی طور پر آپ کی طرف کشش ہوئی''۔ وہ دارالعلوم دیوبند اور جامعہ مظاہر العلوم کے رکن شوری اور سرپرست رہ چکے ہیں، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ جب سفر حجاز پر جاتے تو اپنے تمام متوسلین کو یہ وصیت فرما کر جاتے کہ رائے پوریؒ کے پاس حاضری دیتے رہیں، اور

1 نقش حیات، ۲/۴۶۴، ۴۶۵۔

جس امر میں مشورہ کی حاجت پیش آوے تو ان سے پوچھیں۔ 1

آپ کے خلیفہ اعظم حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ فرماتے ہیں: ”حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحبؒ نہایت اعلیٰ وارفع کامل ومکمل بزرگ تھے، ولی باصفا اور صاحب حال اکابرین میں سے تھے، کشف بہت زیادہ ہوتا تھا، لیکن کتمان حال کا یہ عالم تھا کہ کسی کو ظاہر نہ ہونے دیتے تھے“۔ 2

تحریک ریشمی رومال کی قیادت

حضرت شیخ الہندؒ جو تحریک ریشمی رومال کے بانی تھے، ایک دفعہ ان کے اور حضرت مولانا عبدالرحیم رائے پوریؒ کے درمیان تنہائی میں تحریک کے متعلق کھل کر بات چیت ہوئی تو شیخ الہندؒ نے ان کو بالکل اپنا ہم خیال اور ہمنوا بنالیا، اور دونوں حضرات یکجاں دو قالب بن گئے اور اخیر تک اس پر قائم رہے۔ جب حضرت شیخ الہندؒ حجاز جانے لگے تو حضرت رائے پوریؒ کو اپنا قائم مقام بنا کر گئے، اور کارکنوں کو تاکید کردی کہ ان کو میرا قائم مقام سمجھیں اور مہتم بالشان امور میں ان سے مشورہ لے کر انجام دیں۔ پھر حضرت رائے پوریؒ نہایت استقلال، عالی ہمتی اور رازداری کے ساتھ امور مہمہ کو سرانجام دیتے رہے۔ 3

بہر حال اس طرح کے عالی شان اصحاب طریقت اور اصحاب عزیمت نے نہ صرف خانقاہوں کو آباد کیا، بلکہ تحریکات، میدان سیاست اور میدان جہاد میں بھی قیادت کرتے ہوئے دینی جدوجہد اور امور سرانجام دیئے، ان کی دینی جدوجہد اور خدمات صرف خانقاہوں تک محدود نہیں تھیں۔

1 تذکرۃ الخلیل، ص ۲۳۵، ۲۳۷۔

2 اکابر علماء دیوبند، ص ۶۷۔

3 نقش حیات، ۲/ ۶۲۳، ۶۲۴۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اور سیاست

امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ بہت بڑے عالم، مفسر اور صاحب کشف وکرامات بزرگ تھے، آپ ۲ رمضان المبارک ۱۳۰۴ھ بمطابق ۱۸۸۷ء میں گوجرانوالہ کے قصبہ جلال میں پیدا ہوئے، آپ نے حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی زیرنگرانی تعلیم وتربیت پائی، انھوں نے مولانا لاہوریؒ کو دارالرشاد پیر جھنڈا سندھ میں داخل کرایا، وہاں انھوں نے اپنی تعلیم مکمل کی۔

حضرت لاہوریؒ اور تحریکات

حضرت لاہوریؒ مولانا سندھیؒ کے داماد ہونے کے ساتھ ان کے خصوصی شاگرد اور تربیت یافتہ بھی تھے، جب حضرت سندھیؒ نے حضرت شیخ الہندؒ کے حکم پر دیوبند میں جمعیۃ الانصار قائم کی جس کو بعد میں نظارۃ المعارف کے نام سے تبدیل کر کے اس کو دہلی منتقل کیا تو حضرت لاہوریؒ کو اس میں اپنے ساتھ شامل کیا اور نائب ناظم بنایا، جب مولانا سندھی تحریک ریشمی رومال کے سلسلہ میں زیادہ عرصہ کے لئے کابل تشریف لے گئے تو حضرت لاہوریؒ کو نظارۃ المعارف میں اپنا جانشین بنایا۔

حضرت لاہوریؒ تحریک ریشمی رومال اور تحریک آزادی کے اہم اراکین میں سے تھے، انگریز گورنمنٹ کی رپورٹ میں تحریک ریشمی رومال کے سازشیوں میں ان کا نام سولھویں نمبر پر ہے، آپ اس تحریک کی وجہ سے گرفتار بھی ہوئے تھے اور ایک مدت تک آپ کی نقل وحرکت کو محدود کر دیا گیا۔ ۱۹۲۲ء میں لاہور میں آپ نے انجمن خدام الدین کی بنیاد رکھی اور درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا، تقسیم ملک سے پہلے حضرت لاہوریؒ جمعیت علماء ہند پنجاب کے صدر تھے۔ 1

1 علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے، ص ۱۶۱۔

جمعیت علماء اسلام کی امارت پر فائز ہونا

۱۹۵۲ء میں حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ پہلے بار جمعیت علماء اسلام پاکستان کے امیر منتخب ہوئے، پھر ۱۹۵۶ء کو ملک کے دستور پر غور وحوض کے سلسلہ میں بمقام ملتان حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی میزبانی اور حضرت مولانا لاہوریؒ کی صدارت میں علماء کنونشن کا انعقاد کیا گیا، اس میں ملک بھر کے بڑے چوٹی کے علماء نے شرکت کی، اسی موقع پر جمعیت علماء اسلام کی تنظیم نو اور نیا انتخاب عمل میں لاگیا تو حضرت لاہوریؒ دوبارہ امیر اور حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ ناظم عمومی منتخب ہوئے۔ 1

درس تفسیر میں سیاست کوموضوع بحث بنانا

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ جو حضرت لاہوریؒ کے شاگرد ہیں، فرماتے ہیں: ''حضرت لاہوریؒ کے درس تفسیر کی خصوصیات یہ تھیں (الف) ہر رکوع کا خاصہ بیان کرنا (ب) سیاست حاضرہ کی روشنی میں درس ہوتا تھا، اس کے مطابق بات کی تشریح کی جاتی کہ موجودہ ماحول میں اس سے کیا روشنی ملتی ہے (ج) ربط آیات کا خاص اہتمام تھا، اور سب سے اہم بات جو ان کی تفسیر کا خاصہ ہے دو چیزیں ہیں: ایک خالص عقیدہ توحید، پنجاب کے عوام کو ان کے اس درس تفسیر سے جتنا فائدہ پہنچا کسی اور کے درس سے نہ پہنچا ہوگا، لوگوں کے عقائد اس کی وجہ سے محفوظ رہے۔ دوسری چیز ذکر اللہ، تعلق مع اللہ، محبت الٰہی، عشق نبوی، اخلاص اور تزکیہ نفس ہے۔ ہمیں مولانا لاہوریؒ کے درس سے یہی سب سے بڑا فائدہ ہوا، یعنی ان کی صحبت سے۔ وہ بڑے اللہ والے تھے، بڑے متقی اور انتہائی محتاط اور پرہیزگار''۔ 2

ہم نے ان چند اولیاء اور بزرگوں کا تذکرہ کیا جن کی دینی خدمات کا دائرہ

---

1 ماہنامہ الجمعیۃ راولپنڈی، اپریل ۲۰۱۷ء، ص ۱۷، ۱۸۔

2 مجالس علی میاں، ص ۹۶۔

خانقاہوں اور مدارس سے لیکر میدان جہاد اور سیاست تک وسیع تھا۔ حضرت مولانا ابو الحسن علی ندویؒ اس کے متعلق فرماتے ہیں: ''مسلسل تاریخی شہادتوں کی موجودگی میں یہ کہنا کہاں تک صحیح ہوگا کہ تعطل و بے عملی اور حالات کے مقابلہ میں پسپائی تصوف کے لوازم میں سے ہے، اگر اس دعوی کے ثبوت میں چند متصوفین اور اصحاب طریقت کی مثالیں ہیں، تو اس کے خلاف بڑی تعداد میں ان ائمہ فن اور شیوخ طریقت کی مثالیں ہیں، جو اپنے مقام اور رسوخ فی الطریقۃ میں بھی اول الذکر اصحاب سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اگر تصوف اپنی صحیح روح اور سلوک طریقت کے مطابق ہو اور یقین محبت پیدا ہونے کا باعث ہو تو اس سے قوت عمل، جذبہ جہاد، عالی ہمتی، جفاکشی اور شوق شہادت پیدا ہونا لازمی ہے''۔ 1

ہمارے اسلاف اور اصحاب تصوف جس طرح وعظ و نصیحت اور ہدایت وسلوک کے مرشد ہوتے تھے، اسی طرح وہ اصحاب شمشیر وسنان اور میدان جہاد میں زرہ پوش بھی نظر آتے تھے۔

تکیہ بر حجت واعجاز بیان نیز کنند
کار حق گاہ بشمشیر وسنان نیز کنند
گاہ باشد کہ تہ خرقہ زرہ می پوشند
عاشقان بندہ حال اندوچنان نیز کنند 2

1 تزکیہ واحسان یا تصوف وسلوک، ص ۱۲۴، ۱۲۵۔

2 تاریخ دعوت وعزیمت، ۳۷۹/۵

مراجع ومصادر

الف

۱۔۔آپ بیتی، شیخ الحدیث محمد زکریا المتوفی ۱۹۸۲ء، مکتبۃ الشیخ کراچی۔
۲۔۔آئینہ مطالعہ پاکستان بی اے، بی ایس سی، پروفیسر رحمان اللہ چوہدری، خالد بک ڈپو لاہور۔
۳۔۔احاطہ دارالعلوم دیوبند میں بیتے ہوئے دن، علامہ سید مناظر احسن گیلانی المتوفی ۱۹۵۶ء، ادارہ تالیفات اشرفیہ۔
۴۔۔الاحکام السلطانیۃ، ابوالحسن علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ، دار الحدیث القاہرۃ۔
۵۔۔احکام القرآن للجصاص، احمد بن علی ابوبکر الجصاص المتوفی ۳۷۰، دار احیاء التراث العربی بیروت، ط ۱۴۰۵۔
۶۔۔احیاء علوم الدین، ابوحامد محمد بن محمد الغزالی المتوفی ۵۰۵ھ، دارالمعرفۃ بیروت۔
۷۔۔الاخنائیۃ اوالرد علی الاخنائی، ابن تیمیۃ احمد بن عبدالحلیم الدمشقی المتوفی ۷۲۸ھ، دارالخراز جدہ، ط ۱۴۲۰ھ۔
۸۔۔ارواح ثلاثہ، حکیم الامت اشرف علی تھانوی المتوفی ۱۳۶۲ھ، دار الاشاعت کراچی، ط ۲۰۰۱ء۔
۹۔۔ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم المتوفی ۱۱۷۶ھ۔
۱۰۔۔اساطین ملت، ڈاکٹر عبدالحکیم اکبری، مفتی محمود اکیڈمی کراچی۔
۱۱۔۔اسلام اور سیاست، قاضی فضل اللہ ایڈووکیٹ، مکتبہ شیخ الہند صوابی، ط ۲۰۱۷ء۔

۱۲۔۔ اسلام اور سیاست، مولانا محمد اسحٰق ملتانی، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، ط ۱۴۲۷ھ۔

۱۳۔۔ اسلام اور سیاسی نظریات، مفتی محمد تقی عثمانی، مکتبہ معارف القرآن کراچی، ط ۲۰۱۰ء۔

۱۴۔۔ اسلام کا نظام سیاست وحکومت، پروفیسر محسن ندوی، نیو کریسینٹ پبلشنگ کمپنی دہلی۔

۱۵۔۔ اسلام کا نظام سیاست وحکومت، مولانا عبدالباقی حقانی، المکتبۃ الحقانیۃ لعلوم السیاسۃ الشرعیۃ، ط ۱۴۳۲ھ۔

۱۶۔۔ اسلامی منشور جمعیۃ علماء اسلام پاکستان، مرکزی دفتر جمعیۃ علماء اسلام لاہور۔

۱۷۔۔ اسلامی نظام خلافت اور ہماری ذمہ داری قرآن وسنت کی روشنی میں، مولانا محمد زاہد اقبال، ادارہ نشریات محمود حسن لاہور، ط ۲۰۰۶ء۔

۱۸۔۔ اشرف السوانح، خواجہ عزیز الحسن، دارالاشاعت کراچی۔

۱۹۔۔ اصلاحی خطبات، مفتی محمد تقی عثمانی، میمن اسلامک پبلشرز کراچی، ۲۰۱۵ء۔

۲۰۔۔ الاعتدال فی مراتب الرجال (اسلامی سیاست)، شیخ الحدیث محمد زکریا المتوفی ۱۹۸۲ء، اتحاد بک ڈپو دیوبند۔

۲۱۔۔ اعلام الموقعین عن رب العالمین، محمد بن ابی بکر شمس الدین ابن قیم الجوزیۃ المتوفی ۷۵۱ھ، دارالکتب العلمیہ بیروت، ط ۱۴۱۱ھ۔

۲۲۔۔ افکار محمود، محمد فاروق قریشی، مفتی محمود اکیڈمی کراچی، ط ۲۰۱۷ء۔

۲۳۔۔ الاقتصاد فی الاعتقاد، بوحامد محمد بن محمد الغزالی المتوفی ۵۰۵ھ، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ط ۱۴۲۴ھ۔

۲۴۔۔ اقوال محمود، اختر کاشمیری، مفتی محمود اکیڈمی کراچی، ط ۲۰۱۵ء۔

۲۵۔۔اکابر علماءدیوبندؒ، حافظ محمد اکبر شاہ بخاری، ادارہ اسلامیات لاہور، ط ۱۹۹۹ء۔
۲۶۔۔التجائے مسافر، مولانا ابن الحسن عباسی، مکتبۃ عمر فاروق کراچی۔
۲۷۔۔انار کے درخت تلے، مولانا محمد منصور احمد، مکتبۃ الشہداء کراچی، ط ۱۴۳۰ھ۔
۲۸۔۔انقلاب اور اس کے تقاضے، شعبہ نشرواشاعت جمعیت طلباء اسلام پاکستان۔
۲۹۔۔انوار انوری، مولانا محمد انوری، شعبہ نشر و اشاعت جامعہ عربیہ احسن العلوم کراچی، ط ۱۴۲۵ھ۔

ب

۳۰۔۔بال جبریل، علامہ اقبال....
۳۱۔۔بانی دارالعلوم دیوبند، شیخ سرفراز خان صفدر المتوفی ۰۰۰، مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ۔
۳۲۔۔البحر الرائق، ابن نجیم زین الدین بن ابراہیم المصری المتوفی ۹۷۰ھ، دار الکتاب الاسلامی۔
۳۳۔۔ البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر اسماعیل بن عمر المتوفی ۷۷۴ھ، دار الفکر، ط ۱۴۰۷ھ۔
۳۴۔۔بیس علمائے حق، حافظ محمد اکبر شاہ بخاری، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ط ۱۴۳۵ھ۔

پ

۳۵۔۔ پاجا سراغ زندگی، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی المتوفی ۱۹۹۹ء، مجلس نشریات اسلام کراچی۔
۳۶۔۔پچاس جلیل القدر علماء، حافظ محمد اکبر شاہ بخاری، المیزان لاہور، ط ۲۰۰۶ء۔
۳۷۔۔پرچم جمعیۃ احادیث کی روشنی میں، مولانا قطب الدین عابد، مفتی محمود اکیڈمی کراچی۔

ت

۳۸۔۔تاریخ ابن خلدون، ابن خلدون عبد الرحمٰن بن محمد المتوفی ۸۰۸ھ، دار الفکر بیروت، ط ۱۴۰۸ھ۔
۳۹۔۔تاریخ دارالعلوم دیوبند، قاری محمد طیب المتوفی ۱۴۰۳ھ، دارالاشاعت کراچی۔
۴۰۔۔تاریخ دارالعلوم دیوبند، مولانا سید محبوب رضوی المتوفی ۱۹۷۹ء، المیزان لاہور، ط ۲۰۰۵ء۔
۴۱۔۔تاریخ دعوت وعزیمت، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی المتوفی ۱۹۹۹ء، مجلس نشریات اسلام کراچی۔
۴۲۔۔التبر المسبوک فی نصیحۃ الملوک، ابوحامد محمد بن محمد الغزالی المتوفی ۵۰۵ھ، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ط ۱۴۰۹ھ۔
۴۳۔۔تحریک پاکستان یوم آزادی اور ہماری ذمہ داریاں، مفتی محمد رفیع عثمانی، ادارۃ المعارف کراچی، ط ۲۰۱۵ء۔
۴۴۔۔تحفۃ العلماء، مفتی محمد زید، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، ط ۱۴۱۵ھ۔
۴۴۔۔تذکرۃ الخلیل، مولانا عاشق الٰہی میرٹھی المتوفی ۱۹۴۱ء، مکتبۃ الشیخ، کراچی۔
۴۵۔۔تذکرۃ الرشید، مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھی المتوفی ۱۹۴۱ء، امیر الطابع میرٹھ۔
۴۶۔۔تذکرہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی المتوفی ۱۹۹۹ء، سید احمد شہید اکیڈمی رائے بریلی، ط ۲۰۱۶ء۔
۴۷۔۔تذکرے، مفتی محمد تقی عثمانی، بیت العلوم لاہور۔
۴۸۔۔تزکیہ واحسان یا تصوف وسلوک، سید ابوالحسن علی ندوی المتوفی ۱۹۹۹ء، مجلس نشریات اسلام کراچی۔
۴۹۔۔تفسیر البغوی (معالم التنزیل فی تفسیر القرآن)، محی السنہ ابومحمد الحسین بن مسعود

البغوی المتوفی ۵۱۰ھ، داراحیاء التراث العربی بیروت، ط۱۴۲۰ھ۔

۵۰۔۔تفسیر بیضاوی، عبداللہ بن عمر البیضاوی المتوفی ۶۸۵ھ، داراحیاء التراث العربی بیروت، ط۱۴۱۸ھ۔

۵۱۔۔تفسیر الراغب الاصفہانی، حسین بن محمد الراغب الاصفہانی المتوفی ۵۰۲ھ، دار الوطن الریاض، ط۱۴۲۴ھ۔

۵۲۔۔تفسیر الطبری (جامع البیان فی تاویل القرآن)، محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ، مؤسسۃ الرسالۃ، ط۱۴۲۰ھ۔

۵۳۔۔تفسیر قرطبی، محمد بن احمد القرطبی المتوفی ۶۷۱ھ، دار الکتب المصریۃ القاہرۃ، ط ۱۳۸۴ھ۔

۵۴۔۔تفسیر کبیر، ابوعبداللہ محمد بن عمر فخر الدین الرازی المتوفی ۶۰۶ھ، دار احیاء التراث العربی بیروت، ط۱۴۲۰ھ۔

۵۵۔۔تکملۃ فتح الملہم، مفتی محمد تقی عثمانی، مکتبہ دارالعلوم کراچی، ط۱۴۱۵ھ۔

ث

ج

۵۶۔۔ جامع الترمذی، ابوعیسی محمد بن عیسی الترمذی المتوفی ۲۷۹ھ، دار الغرب الاسلامی بیروت، ط۱۹۹۸ء۔

۵۶۔۔ جمعیت علماء اسلام اور کارکنان کے لئے لائحہ عمل، محمد ریاض درانی، جمعیت پبلیکشنز لاہور۔

۵۷۔۔ جمعیت علماء اسلام ایک دینی سیاسی جماعت تعریف وتعارف، قاضی فضل اللہ ایڈوکیٹ، محمود اکیڈمی پشاور، ط۱۹۹۱ء۔

۵۸۔۔ جمعیۃ العلماء کیا ہے،مولانا سید محمد میاں المتوفی ۱۹۷۵ء، جمعیت پبلی کشنز لاہور۔
۵۹۔۔الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح ،ابن تیمیۃ احمد بن عبدالحلیم الدمشقی المتوفی ۷۲۸ھ،دارالعاصمۃ السعودیۃ ،ط ۱۴۱۹ھ۔
۶۰۔۔جواہر الفقہ ،مفتی محمد شفیع المتوفی ۱۹۷۶ء،ادارۃ المعارف کراچی۔

چ

ح

۶۱۔۔حالات طیب حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ،مولانا محمد یعقوب نانوتوی المتوفی ۰۰۰،مفتی الٰہی بخش اکیڈمی مظفرنگر۔
۶۲۔۔حجۃ اللہ البالغۃ ،شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم المتوفی ۱۱۷۶ھ،دارالجیل بیروت، ط ۱۴۲۶ھ۔
۶۳۔۔حضرت امام ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی، علامہ سید مناظر احسن گیلانی المتوفی ۱۹۵۶ء،مکتبۃ الحق بمبئی۔
۶۳۔۔حضرت حاجی امداداللہ مکیؒ، حافظ محمد اقبال رنگونی،اسلامک اکیڈمی مانچسٹر۔
۶۴۔۔حضرت شیخ الہند، شخصیت، خدمات وامتیازات، ڈاکٹر محمد اسجد قاسمی، مرکز التعلیمی والخیری مرادآباد، ط۲۰۱۴ء۔
۶۵۔۔حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور انکی دینی دعوت، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی المتوفی ۱۹۹۹ء،مجلس نشریات اسلام کراچی۔
۶۶۔۔حکمران صحابہ رضی اللہ عنہم،محمود احمد عضنفر ،مکتبہ قدوسیہ لاہور، ط ۲۰۰۷ء۔
۶۷۔۔حیات شیخ الاسلام،مولانا سید محمد میاں المتوفی ۱۹۷۵ء، مکتبہ محمودیہ لاہور۔

٦٨۔۔حیات عثمانی ، پروفیسر محمد انوار الحسن شیرکوٹی المتوفی ١٩٧٦ء، مکتبہ دار العلوم کراچی، ط ١٩٨٨ء۔
٦٩۔۔حیات محدث کشمیری، انظر شاہ مسعودی، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان۔

خ

٧٠۔۔خطبات حکیم لاسلام، قاری محمد طیب المتوفی ١٤٠٣ھ، ادارہ اسلامیات لاہور، ط ١٩٩٨ء۔
٧٠۔۔خطبات صفدرؒ، مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی، المتوفی ١٤٢١ھ، مکتبہ امدادیہ ملتان
٧١۔۔خلافت راشدہ، مولانا محمد ادریس کاندھلوی المتوفی ١٩٧٤ء، المکتبۃ الاشرفیہ لاہور۔

د

٧٢۔۔ درس نظامی وفاق المدارس العربیہ کا تنقیدی جائزہ، بیس ایجوکیشن اینڈ ڈولپمنٹ فاؤنڈیشن۔
٧٣۔۔درء تعارض العقل والنقل ، ابن تیمیۃ احمد بن عبدالحلیم الدمشقی المتوفی ٧٢٨ھ، جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیۃ السعودیۃ ، ط ١٤١١ھ۔
٧٤۔۔دستور جمعیۃ علماء اسلام پاکستان، شعبہ نشر واشاعت جمعیۃ علماء اسلام پاکستان۔
٧٥۔۔دعوت و جہاد، قاضی فضل اللہ ایڈوکیٹ، مکتبہ شیخ الہند صوابی، ط ٢٠١٤ء۔
٧٦۔۔دنیا مرے آگے، مفتی محمد تقی عثمانی، مکتبہ معارف القرآن کراچی، ط ٢٠١٢ء۔

ذ

ر

٧٧۔۔رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی، ڈاکٹر محمد حمید اللہ المتوفی ١٤٢٤ھ، نگارشات لاہور،

ط ۲۰۰۸ء۔
۷۸۔۔الرسول المعلم صلی اللہ علیہ وسلم واسالیبہ فی التعلیم،عبدالفتاح ابوغدہ المتوفی ۰۰۰۰،المکتبۃ الغفوریۃ العاصمیۃ کراچی۔
۷۹۔۔ روح المعانی، محمود بن عبد اللہ الآلوسی المتوفی ۱۲۷۰ھ، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ط ۱۴۱۵ھ۔

ز

۸۰۔۔زھرۃ التفاسیر،ابوزہرۃ محمد بن احمد المتوفی ۱۳۹۴ھ،دارالفکر الغربی۔

س

۸۱۔۔سلف صالحین کے ایمان افروز واقعات، مولانا محمد نعمان، ادارۃ المعارف کراچی۔
۸۲۔۔سنن ابی داود، ابوداود سلیمان بن الاشعث السجستانی المتوفی ۲۷۵ھ، مکتبۃ العصریۃ بیروت۔
۸۳۔۔سوانح قاسمی، علامہ سید مناظر احسن گیلانی المتوفی ۱۹۵۶ء، مکتبہ دار العلوم دیوبند۔
۸۴۔۔السیاسۃ الشرعیۃ فی اصلاح الراعی والرعیۃ،ابن تیمیۃ احمد بن عبدالحلیم الدمشقی المتوفی ۷۲۸ھ،وزارۃ الشئون الاسلامیۃ السعودیۃ، ط ۱۴۱۸ھ۔
۸۵۔۔ سیاسیات (پولیٹیکل سائنس)، پروفیسر رانا اعجاز، ڈوگر پبلشرز لاہور، ط ۲۰۰۴ء۔
۸۶۔۔سیرت خاتم الانبیاء، مفتی محمد شفیع المتوفی ۱۹۷۶ء،اشرفی کتب خانہ کراچی۔
۸۷۔۔ سیرت النبی، علامہ شبلی نعمانی المتوفی ۱۹۱۴ء/ علامہ سید سلیمان ندوی ، دار

الاشاعت کراچی۔

ش

۸۸۔۔شاہ ولی اللہ اور انکی سیاسی تحریک،مولانا عبید اللہ سندھی المتوفی ۱۹۴۴ء،سندھ ساگرا کادمی لاہور، ط۲۰۰۸ء۔

۸۹۔۔شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ ایک سیاسی مطالعہ،ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری، ط۱۹۸۷ء۔

ص

۹۰۔۔صحیح البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری المتوفی ۲۵۶ھ، دارطوق النجاۃ، ط ۱۴۲۲ھ۔

۹۱۔۔صحیح مسلم، مسلم بن الحجاج النیسا بوری المتوفی۲۶۱ھ،داراحیاء التراث بیروت۔

۹۲۔۔الصواعق المحرقۃ علی اھل الرفض والضلال والزندقۃ، ابن حجر الہیتمی المتوفی ۹۷۴ھ،مؤسسۃ الرسالۃ لبنان،۱۴۱۷ھ۔

۹۳۔۔صوبہ سرحد کے علماء دیوبند کی سیاسی خدمات، ڈاکٹر عبد الدیان کلیم، مکتبہ شجاعت راحت آباد پشاور، ط۲۰۰۱ء۔

ض

ط

۹۴۔۔الطبقات الکبری (طبقات ابن سعد)، ابوعبداللہ محمد بن سعد المتوفی ۲۳۰ھ، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ط۱۴۱۰ھ۔

۹۵۔۔الطرق الحکمیۃ ،محمد بن ابی بکر شمس الدین ابن قیم الجوزیۃ المتوفی ۷۵۱ھ،دار البیان۔

۹۶۔۔طلبۃ الطلبۃ فی الاصطلاحات الفقہیہ ،عمر بن محمد ابوحفص النسفی المتوفی ۵۳۷ھ، مکتبۃ المثنی بغداد، ط ۱۴۱۱ھ۔

ظ

ع

۹۷۔۔عقائد الاسلام، مولانا محمد ادریس کاندہلوی، المتوفی ۱۹۷۴ء، زمزم پبلشرز کراچی، ط ۲۰۰۵ء۔

۹۸۔۔علماء اور عوام سیاسی میدان میں، مولانا محمد ہاشم خان، جامعہ دار الادب چارسدہ، ط ۲۰۱۶ء۔

۹۹۔۔علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے، مولانا سید محمد میاں المتوفی ۱۹۷۵ء، جمعیت پبلی کشنز لاہور۔

۱۱۰۔۔علماء دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج، قاری محمد طیب المتوفی ۱۴۰۳ھ، ادارہ اسلامیات لاہور، ط ۱۹۸۸ء۔

۱۰۱۔۔علماء دیوبند کے واقعات وکرامات، حافظ مومن خان عثمانی، المیزان لاہور، ط ۲۰۱۰ء۔

۱۰۲۔۔علماء کا مقام اور انکی ذمہ داریاں، مولانا ابوالحسن علی ندوی المتوفی ۱۹۹۹ء، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

۱۰۳۔۔علماء میدان سیاست میں، حکیم محمود احمد ظفر، بیت العلوم لاہور۔

۱۰۴۔۔علماء ہند کا شاندار ماضی، مولانا سید محمد میاں المتوفی ۱۹۷۵ء، جمعیت پبلی کشنز لاہور۔

۱۰۵۔۔عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، ابومحمد محمود بن احمد بدر الدین العینی المتوفی

۸۵۵ھ، داراحیاء التراث العربی بیروت۔
۱۰۶۔۔عہد ساز قیادت، ڈاکٹر احمد کمال حسین، جمعیت پبلکشنز لاہور، ط ۲۰۰۱ء۔
۱۰۷۔۔عہد نبوی کا نظام حکومت، پروفیسر محمد یاسین مظہر صدیقی، ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی علی گڑھ، ط ۱۹۹۴ء۔

غ

ف

۱۰۸۔۔الفتاوی الکبری، ابن تیمیۃ احمد بن عبدالحلیم الدمشقی المتوفی ۷۲۸ھ، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ط ۱۴۰۸۔
۱۰۹۔۔فتاوی محمودیہ، مفتی محمود حسن گنگوہی المتوفی ۱۹۹۶ء، ادارۃ الفاروق کراچی۔
۱۱۰۔۔ فتح البیان فی مقاصد القرآن، ابو الطیب محمد صدیق خان القنوجی المتوفی ۱۳۰۷ھ، المکتبۃ العصریۃ بیروت، ط ۱۴۱۲ھ۔
۱۱۱۔۔الفصل فی الملل والاھواء والنحل، ابن حزم الظاہری علی بن احمد المتوفی ۴۵۶ھ، مکتبۃ الخانجی القاہرۃ۔
۱۱۲۔۔فکر شیخ الہند اور امن عالم، محمد فاروق قریشی، مفتی محمود اکیڈمی کراچی۔
۱۱۳۔۔الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم المتوفی ۱۱۷۶ھ، دار الصحوۃ القاہرۃ، ط ۱۴۰۷ھ۔

ق

۱۱۴۔۔ القاموس الوحید، مولانا وحید الزمان کیرانوی، ادارہ اسلامیات لاہور، ط ۲۰۰۱ء۔

ک

۱۱۵۔۔کشاف اصطلاحات الفنون، محمد بن علی التھانوی المتوفی بعد ۱۱۵۸ھ، مکتبہ لبنان ناشرون بیروت، ط۱۹۹۶ء۔

۱۱۶۔۔کمالات عثمانی (تجلیات عثمانی)، پروفیسر محمد انوارالحسن شیرکوٹی المتوفی ۱۹۷۶ء، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، ط۱۴۲۷ھ۔

۱۱۷۔۔کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، علاء الدین علی بن حسام الدین المتقی المتوفی ۹۷۵ھ، مؤسسۃ الرسالۃ لبنان، ط۱۴۰۱ھ۔

ل

۱۱۸۔۔لسان العرب، محمد بن مکرم جمال الدین ابن منظور الافریقی المتوفی ۷۱۱ھ، دار صادر بیروت، ۱۴۱۴ھ۔

۱۱۹۔۔للہ الامر، قاضی فضل اللہ ایڈوکیٹ، دارالعلوم صدیقیہ زروبی صوابی۔

م

۱۲۰۔۔مجالس علی میاں، فیصل احمد ندوی، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

۱۲۱۔۔مجالس مفتی اعظم، مفتی عبدالرؤف سکھروی، ادارۃ المعارف کراچی، ط۱۹۹۹ء۔

۱۲۲۔۔مجموع الفتاوی، ابن تیمیۃ احمد بن عبدالحلیم الدمشقی المتوفی ۷۲۸ھ، مجمع الملک الفہد السعودیۃ، ط۱۴۱۶ھ۔

۱۲۳۔۔مسئلہ خلافت، مولانا ابوالکلام آزاد المتوفی ۰۰۰، مکتبہ جمال لاہور، ط۲۰۰۶ء۔

۱۲۴۔۔مسلک علماء دیوبند، قاری محمد طیب المتوفی ۱۴۰۳ھ، دارالاشاعت کراچی۔

۱۲۵۔۔مسند الامام احمد بن حنبل، ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل المتوفی ۲۴۱ھ، مؤسسۃ الرسالۃ لبنان، ط۱۴۲۱ھ۔

۱۲۶۔۔مشارق الانوار علی صحاح الآثار، عیاض بن موسی الیبستی المتوفی ۵۴۴ھ، دار

التراث بیروت۔
۱۲۷۔۔المشروع والممنوع فی المسجد، محمد بن علی العرفج، وزارۃ الشئون الاسلامیۃ السعودیۃ، ط۱۴۱۹ھ۔
۱۲۸۔۔المعجم الکبیر للطبرانی، ابوالقاس الطبرانی سلیمان بن احمد المتوفی ۳۶۰ھ، مکتبۃ ابن تیمیۃ القاہرۃ، ط۱۴۱۵ھ۔
۱۲۹۔۔المعجم الوسیط، ابراہیم المصطفی، دارالدعوۃ۔
۱۳۰۔۔مفتاح دارالسعادۃ ومنشورۃ ولایۃ العلم والارادۃ، محمد بن ابی بکر شمس الدین ابن قیم الجوزیۃ المتوفی ۷۵۱ھ، دارالکتب العلمیۃ بیروت۔
۱۳۰۔۔مقالات افغانی، مرتب مولانا عبدالغنی، مکتبۃ شمس الحق افغانی، بہاولپور
۱۳۱۔۔منصب امامت، مولانا شاہ اسماعیل شہید المتوفی ۱۸۳۱ء، حاجی حنیف اللہ اینڈ سنز لاہور، ط۲۰۰۸۔
۱۳۲۔۔منصب نبوت اور اس کے عالی مقام وحاملین، سید ابوالحسن علی ندوی المتوفی ۱۹۹۹ء، مجلس نشریات اسلام کراچی۔
۱۳۳۔۔منہاج السنۃ النبویۃ، ابن تیمیۃ احمد بن عبدالحلیم الدمشقی المتوفی ۷۲۸ھ، جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیۃ، ط۱۴۰۶ھ۔
۱۳۴۔۔الموضوعات للصغانی، رضی الدین الحسن بن علی الصغانی المتوفی ۶۵۰ھ، دار المامون التراث دمشق، ط۱۴۰۵ھ۔
۱۳۵۔۔مولانا حسین احمد رحمہ اللہ واقعات وکرامات کی روشنی میں،
۱۳۶۔۔مولانا محمد قاسم نانوتوی کی دینی وعلمی خدمات کا تحقیقی مطالعہ (مقالہ برائے پی ایچ ڈی)، مولانا محمد اسعد تھانوی، شعبۃ القرآن والسنۃ کلیہ معارف اسلامیہ کراچی، ط ۲۰۰۵ء۔

۱۳۷۔۔مولانا محمود حسن حضرت شیخ الہندؒ، حافظ محمد ابوبکر شیخ، الجمعیۃ میڈیا فاؤنڈیشن، ط ۲۰۱۲۔

۱۳۸۔۔مونوگرام، قاضی فضل اللہ ایڈووکیٹ، المحمود اکیڈمی پشاور۔

۱۳۸۔۔میرے والد میرے شیخ، مفتی محمد تقی عثمانی، ادارۃ المعارف کراچی۔

ن

۱۳۹۔۔نقش حیات، شیخ الاسلام حسین احمد مدنی المتوفی ۱۹۵۷ء، دارالاشاعت کراچی۔

۱۴۰۔۔نقوش وتاثرات، مفتی محمد شفیع المتوفی ۱۹۷۶ء، ادارۃ المعارف کراچی۔

۱۴۱۔۔النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر، مجد الدین ابوالسعادات المبارک ابن اثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ، المکتبۃ العلمیۃ بیروت، ط ۱۹۷۹ء۔

و

ہ

۱۴۲۔۔ہدایہ، علی بن ابی بکر المرغینانی المتوفی ۵۹۳ھ، مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۱۴۳۔۔ہمارا پروگرام، مولانا قطب الدین عابد، مفتی محمود اکیڈیمی کراچی، ط ۲۰۱۷ء۔

۱۴۴۔۔ہمارے تین اصول، شعبہ نشر واشاعت جمعیت طلباء اسلام پاکستان۔

ی

۱۴۵۔۔یادرفتگان، حضرت مولانا سید سلیمان ندوی،

اخبار ورسائل

۱۴۶۔۔اخبار جمعیۃ بلسلہ صد سالہ اجتماع، اپریل ۲۰۱۷ء۔

۱۴۷۔۔روزنامہ اسلام کراچی، ۱۲۸اکتوبر ۲۰۱۴ء۔

۱۴۸۔۔ماہنامہ الجمعیۃ راولپنڈی، دسمبر ۲۰۱۱۳ء۔

۱۴۹۔۔ ماہنامہ الجمعیۃ راولپنڈی، اپریل ۲۰۱۷ء۔
۱۵۰۔۔ ماہنامہ الشریعۃ گوجرانوالہ، جون ۲۰۱۴ء۔
۱۵۱۔۔ ماہنامہ القاسم، نوشہرہ، جولائی ۲۰۰۹ء۔
۱۵۲۔۔ ماہنامہ وفاق المدارس، ملتان، ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ۔
۱۵۳۔۔ ماہنامہ وفاق المدارس، ملتان، فروری ۲۰۱۷ء۔
۱۵۴۔۔ ماہنامہ وفاق المدارس، ملتان، فروری ۲۰۱۸ء۔